DAMAGE BOOK

DAMAGE BOOK

UNIVERSAL LIBRARY
OU_224397
UNIVERSAL LIBRARY

جلد ۔ ۱۵

نظارۂ پرستان

نامی مصنف رینالڈس کا زبردست ناول

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ملاحظہ فرمایئے

فسانۂ لندن (سلسلہ اول و دوم) باپ کا قاتل خونی تلوار وغیرہ

مصنف — جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم — تیرتھ رام فیروزپوری

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں تو ۶ سالانہ ادا کرکے اب بن جایئے اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی ہے گی

لال برادرس

مقام اشاعت ۔ ڈیرہ دون

صدر دفتر ۔ ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

تیج پریس دہلی میں باہتمام سوامی رامانند سنیاسی چھپی اور لال برادرس نے ڈیرہ دون سے شائع کی

اشاعت اول — قیمت ۸ — حقوق محفوظ

رینالڈس کا بلند ترین ناول

مسٹریز آف لنڈن

اردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

سلسلہ اول

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ و عبرت خیز ہے قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں پہلی دشوارگذار اور پرشور مقامات سے گذرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جابجا آسائش فرودگاہیں موجود ہیں۔ دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر خوشنما ہے مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پر ہے مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا

۱۰ جلدوں میں مکمل ضخامت ۲۲۴۰ صفحوں سے زیادہ قیمت ۵ محصولڈاک الگ

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں حصہ اول کی قیمت عہ اور باقی ہر حصہ کی ۲ر علاوہ محصولڈاک ہے

سلسلہ ثانی

رینالڈس کے معرکۃ الآرا ناول مسٹریز آف لنڈن کے دو سلسلے ہیں۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ دو جداگانہ داستانیں ہیں جنہیں اس نام سے شائع کیا گیا ہے سلسلہ ثانی سلسلہ اول سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے۔ اس ناول کا ہیرو جدا۔ کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے مگر دلچسپی اور سحرنگاری کے لحاظ سے یہ سلسلہ۔۔۔ اگر کم نہ سمجھا جائے۔۔۔ تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے

اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں سلسلہ اول میں امیر طبقہ کی برائیاں دکھائی ہیں۔ وہاں اس میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی اور آدمی میں فیاضی اور شرافت کا جوہر موجود ہو تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری کے لئے کیونکر صرف کر سکتا ہے۔

۲۵ جلدوں میں مکمل ضخامت ۶۲۴۱ صفحوں سے زیادہ قیمت ۱۲ محصولڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں۔ ہر حصہ کی قیمت ۱۲ر علاوہ محصولڈاک ہے۔

لال برادرس۔ پبلشرز روڈ نولکھا لاہور

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو پھر کا منی آرڈر بھیجکر اب بن جائیے
سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ماہوار بذریعہ ڈاک حاضر خدمت ہوتی رہیگی

پندرہویں جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کے سب سے زبردست ناول کا ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ خونی تلوار۔ وطن پرست وغیرہ

سنہ ۱۹۲۵ء

لال برادرس

ڈیرہ دون

ہیڈ آفس ۷۔ بارسنز روڈ نولکھا۔ لاہور

اشاعت اول
قیمت عہ ر
حقوق محفوظ

عنقریب چھپ کر تیار ہوگا

آرسین لوپن کا ایک اور زبردست ناول

خونی چراغ

مارس لیبلانک کے ناول "جیوایش لیمپ" کا ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

اس عجیب حیرت خیز اور پراسرار ناول میں پھر ایک بار آرسین لوپن کا مقابلہ مشہور عالم جاسوس شرلاک ہومز سے ہوتا ہے۔ ایک معمولی چراغ جس کی تہ میں نایاب گوہر پوشیدہ تھا۔ گم ہو جاتا ہے۔ اور آرسین لوپن اور شرلاک ہومز اپنے اپنے طریق پر اسے ڈھونڈنے جاتے ہیں۔ دونوں کی بڑی مزیدار ٹکر ہوتی ہے۔

خونی چراغ

خونی چراغ

خونی چراغ

بالکل ہی نئے طرز کا ناول جس کی دلچسپی ہر سطر کے ساتھ بڑھتی ہے

آرسین لوپن کی ذکاوت۔ فراست اور بے خوفی ملاحظہ ہو

آرسین لوپن کا احسان جو وہ خلق خدا پر بے غرضانہ کرتا ہے ملاحظہ ہو

آرسین لوپن کی زبردست تقریر جو اپنے نامی حریف شرلاک ہومز کے روبرو کی ملاحظہ ہو

نامی چور اور نامی سراغرساں کا مقابلہ آپس کی جدوجہد میں دونو کی مساوی کامیابی

مگر آخری فتح کا سہرا آرسین لوپن کو

سرورق پر تین رنگ کی تصویر ضخامت ۱۰۵ صفحے۔ قیمت ۱۲؍

لال برادرس۔ ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

نظارہ پرستان

پندرہویں جلد

باب ۹۲

سزائے عیش

آئیے اب آپ کو آنریبل آگسٹس سوفٹلی کے مکان پر لے چلیں جنہیں ان کی مکرم میڈم اینجلیک نے بڑی فیاضی سے میڈموازل ارمنٹائن ایسا دُرِ بے بہا پیش کر کے ان کو تازیست ممنونِ احسان بنا لیا تھا۔

فرانسیسی نازنین کے حسن عالم آشوب اور جمال آتش افروز کی خوبیوں کا کیا کہنا۔ شاعر اس کے لب ہائے نازک۔ دہن شیریں۔ ساق سیمیں اور شانہ بلوریں کی تعریف میں لاتعداد اوراق سیاہ کر کے بھی یہ کہنے پر مجبور ہوتے کہ قلم اس حسن دلفریب کی تعریف سے عاجز ہے۔ کمی صرف ایک چیز کی تھی یعنی اس عفت و عصمت کی جو ہر ایک عورت کا۔ خواہ وہ بدصورت ہو یا خوبصورت۔ اصلی جوہر ہے۔ اس ایک استثنا کے ساتھ میڈموازل ارمنٹائن میں حسن کی تازگی بھی تھی اور شباب کی خوش عیشی بھی۔ بائیس سال کی عمر میں دنیا کے ہر رنگ سے واقف ہو کر وہ اپنی جلوہ آرائی اور عشوہ گری سے مسٹر سوفٹلی ایسے سادہ لوح جوان کو رام کرنا خوب جانتی تھی۔ اس کے انداز سحر آگیں۔ اور آداب مجلس دلفریب تھے۔ نقاشی مصوری اور سوزن کاری میں مہارت تامہ رکھنے کے علاوہ وہ بول خوب بجاتی تھی۔ اور فن رقص میں تو بہت کم عورتیں اس کی ہمسری کا دعوے کر سکتی تھیں۔ پس آنریبل آگسٹس سوفٹلی اس متاع بے بہا کے حصول پر جتنا خوش ہوتے کم تھا۔

جب سے میڈموازل ارمنتائن ان کے پاس آئی۔ اس کی سکونت کا انتظام جدا مکان میں کر دیا گیا تھا۔ اوقات مقررہ پر کبھی ان کے اور کبھی اس کے مکان پر ملاقاتیں ہوتیں اور بہت رات گئے تک عیش و نشاط کے ہنگامے بپا رہتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ نازنین اسی انتظام کے مطابق جو ایک دن پیشتر کیا گیا تھا سہ پہر کے ۲ بجے مسٹر سوفٹلی کے مکان پر آئی۔ ہمارے دوست عموماً تین بجے بعد دوپہر سو کر اٹھتے تھے۔ کیونکہ جمیع امرائے ذیشان کی طرح وہ بھی رات کے آخری حصہ میں سونے اور دن کے خاتمہ پر بیدار ہونے کو ہی باعث فخر و عزت سمجھتے تھے مگر آج قصداً اس خیال سے ایک گھنٹہ پہلے اٹھے کہ اس محبوب دلنواز کی دل کھول کر تواضع کرنا چاہتے تھے۔ مسٹر سوفٹلی کے رہنے کا مکان اس طرز خاص پر آراستہ تھا جو کنوارے مردوں کے مکانوں سے مخصوص ہے۔ یعنی دیواروں پر جابجا مکہ بازی کے دستانے اور تلواریں۔ شکاری چابک اور آتشی اسلحہ۔ ماہی گیری کی بنسیاں اور سیر و شکار کی ایسی ہی اور چیزیں ٹنگی ہوئی تھیں گو امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت نے ساری عمر میں ایک بار سے زیادہ کبھی بنسی استعمال نہیں کی اور اس موقعہ پر بھی دن بھر تراقے کی دھوپ میں بیٹھنے کے بعد سر شام ایک ذرا سی مچھلی پکڑ کر لائے تھے۔ بندوق چلانا انہیں آتا ہی نہ تھا۔ اور بانک کے نام سے ڈرتے تھے۔ رہا شکار تو اس میں بھی گو دعوے بہت تھا۔ مگر تازی کتوں کے ساتھ دوڑ دھوپ کی زحمت بار خاطر تھی۔ بہر حال ان چیزوں کی موجودگی کو وہ باعث عزت سمجھتے اور اکثر ان کی طرف اشارہ کر کے اپنے موہوم کارناموں کا فخر و مباہات سے ذکر کیا کرتے تھے۔

میڈموازل ارمنتائن نے ان کے مکان پر آتے ہی ٹوپی اور شال اتار دیا اور اس میز پر جہاں شراب اور لوازمات موجود تھے بیٹھ گئی۔ پھر شامپین کے چھوٹے گلاس سے جرعہ کش ہوتے ہوئے کہنے لگی۔

"لمچے جی۔ اب ہم سے ایسی بے رخی نہ برتا کرو۔ ہم تو رات بھر اختر شماری کرتے ہیں۔ اور تم دنوں یاد نہیں کرتے۔"

"میرے جان و جگر کی مالک حسینہ ایسا نہ کہو۔" مسٹر سوفٹلی نے خوش ہو کر کہا۔ "میرے لئے ہجر کی ایک گھڑی عذاب دوزخ سے کم نہیں۔ پر کیا کروں فوجی مصروفیتوں میں بھی کچھ وقت دینا ہی پڑتا ہے۔ ورنہ میں کیا اس عنایت کو بھول سکتا ہوں جو تم نے مجھ خاکسار کو ڈیوک آف مارچ مونٹ پر ترجیح دینے کے معاملہ میں کی۔"

"جی ہاں تم تو بناؤ گے" نوجوان حسینہ نے ملائم نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔" مجھ غریب نے جو کچھ کہا وہ تم پر احسان نہ تھا۔ تمہیں پردیس میں بیکس دیکھ کر دل ایسا وارفتہ ہوا کہ سب کچھ بھول گئی۔ شاید میڈم انجلیک نے اس بارہ میں سب حال تم سے کہا ہوگا۔"

"ہاں کہا تھا۔ پر میں اسے اپنی خوش نصیبی ہی سمجھتا ہوں کہ تمہارا دل مجھ ناچیز پر مائل ہوا... مگر ارمنٹائن" مسٹر سوفٹلی نے پیار کے ہلکے لہجہ میں کہا۔ "خفا نہ ہو تو میں ایک چھوٹا سا سوال پوچھا چاہتا ہوں۔ کیا واقعی... ڈیک سے پہلے تم نے کبھی کسی سے محبت نہ کی تھی؟"

"نہیں میرے بدگمان چھیلا نہیں۔ میرے پیارے بلا..." فرانسیسی نازنین نے کچھ ایسی شوخی اور صداقت سے جواب دیا کہ بے وقوف سوفٹلی کا اطمینان ہو گیا۔

"مگر تمہارے والد...؟"

"آہ! ان کا ذکر نہ چھیڑو۔" ارمنٹائن نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا۔ گویا اس گفتگو سے اسے سخت ہی رنج ہوتا تھا۔

"کیا مجھ سے بھی پردہ ہوگا؟" عاشق نے مست آنکھوں سے دیکھ کر پوچھا۔ "لو ذرا ہی شاباش اور سنو۔ میں آج تمہاری زندگی کے سب حالات سننا چاہتا ہوں۔ ایسی ہی افسردہ زندگی تو عیش منغص ہوگا۔"

"کیا کروں ان واقعات کی یاد بڑی رنجدہ ہے۔" ارمنٹائن نے کہا۔ "مگر ٹھیرو میں تمہارا دل بہلانے کو ایک چھوٹی سی داستان کہتی ہوں...."

"آپ بیتی یا جگ بیتی؟" سوفٹلی نے پوچھا۔

"اس کا اندازہ آپ کر لوگے۔ مگر قصہ یوں ہے کہ عرصہ قریباً پانچ سال کا گذرا۔ ایک کمسن فرانسیسی لڑکی جس میں کم و بیش سارے زنانہ اوصاف موجود تھے۔ اور جو شکل و صورت میں مجھ سے ملتی تھی..."

"آہ! تب وہ لڑکی تمہاری طرح فرشتہ ہوگی۔" لفٹنٹ سوفٹلی نے تعریفی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"اگر فرشتے اسی طرح کے ہوتے ہیں تو خیر فرشتہ ہی کہہ لو۔" ارمنٹائن نے اسی طرح ہنستے ہوئے کہا کہ موتی کی طرح چمکنے والے دانت نمایاں ہو گئے۔ "بہر حال چھوٹی عمر میں اس فرشتہ کو ایک خانقاہ میں داخل کر دیا گیا..."

"آہ! یاد آگیا۔ میڈم اینجلیک نے بھی . . . "

"میری داستان سنا چاہتے ہو تو مہربانی سے چپ رہو"۔ ارنسٹائن نے شوخی سے کہا۔ اور ساتھ ہی اپنے چھوٹے ملائم ہاتھ کو پیار سے فوجی افسر کے بے ریش رخسار پر پھیرا۔ "جیسا کہہ رہی تھی اس لڑکی کو ایک خانقاہ میں رکھا گیا۔ مگر اس نے اس زندگی کو اتنا ہی پسند کیا جتنا . . . مثال فرض کر لو جتنا تم سادہ روٹی اور پانی پر گزر اوقات پسند کرتے ہو۔ خیر جیسے بھی ممکن ہوا وہ چند ہفتے وہاں رہی۔ پھر کسی طرح بچ کر نکل گئی۔ اور چونکہ مکان پر جانے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے پیرس جا پہنچی۔ روزی کمانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اور فاقہ کرنا اس سے بھی دشوار۔ ان حالات میں اس کے لئے ایک ہی راہ باقی تھی۔ یعنی گناہ کی۔ مگر وہ اسے بھی اختیار کرنا نہ چاہتی تھی . . . تم دیکھو گے یہ قصہ اپنے اندر ایک زبردست اخلاقی سبق رکھتا ہے"۔

"مگر ایسا نہ ہو کہ اسی وجہ سے داستان کا لطف ہی جاتا رہے"۔ سوفیلی نے آہستہ سے قطع کلام کر کے کہا۔

"نہیں نہیں"۔ ارنسٹائن نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اس کی دلچسپی عنقریب شروع ہو گی وہ لڑکی چونکہ فن رقص کی ماہر تھی۔ اس لئے ناٹک میں داخل ہو گئی۔ اس میں شک نہیں وہ بڑی حیا دار اور غیرت مند تھی۔ اور سٹیج پر شوخی اور عشوہ گری کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر کیا کرتی اس پیشہ کو اختیار کرنے پر مجبور تھی۔ ایک تھیٹر کے منتظم سے ملکر ملازمت کی خواہش کی تو وہ اس کی قابلیت کا نمونہ دیکھنے کا آرزومند ہوا۔ میں کہہ چکی ہوں وہ بہت شرمیلی لڑکی تھی۔ اس لئے یہ کام اچھی طرح نہ کر سکی۔ تھیٹر کے منتظم نے . . . غالباً حوصلہ افزائی کے لئے اس کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگایا تو منکسر خاتون نے اس کے کانوں پر دو ایسے مکے رسید کئے کہ گھبرا گیا۔ پہلے خیال تھا اس سے خفا ہو گیا ہے۔ مگر کچھ سوچ کر اس نے فوراً ہی زور کا قہقہہ لگایا۔ کیونکہ وہ فطرتاً برا نہ تھا اس سے لڑکی کی ہمت بڑھ گئی۔ اور اب اس نے اس خوبی کا ناچ دکھایا۔ کہ منتظم بے تامل اسے ملازم رکھنے پر آمادہ ہو گیا۔ اسی دن سے اس کی تربیت شروع ہوئی اور بہت کم عرصہ میں سٹیج کے لئے تیار ہو گئی۔ تھیٹر کا منتظم بڑی مہربانی سے پیش آتا تھا۔ کیا مجال کوئی اس سے گستاخی کرے پہلی عاشقانہ چھیڑ چھاڑ کے بعد لڑکی کا مزاج دیکھ کر اس شخص کی محبت نے پدرانہ شفقت کی صورت اختیار کر لی تھی۔ آخر کار وہ دن آیا جب اسے پبلک کے پیش ہونا تھا۔ اس روز پیرس کی سب دیواروں پر بے شمار اشتہارات اس مطلب کے چسپاں کئے گئے کہ آج رات میڈموازل

ایٹلانٹا اپنے رقص دلفریب سے حاضرین کو محظوظ کرے گی۔ کیونکہ یہی وہ دلکش نام تھا۔ جو ناٹک کے منتظم نے اس کے لئے تجویز کیا۔۔۔"

"بہت پیارا نام تھا۔" سوفئی نے کہا۔ "مگر ارمنٹائن سے کم۔۔۔ اچھا آگے کہو۔"

"اس رات ایٹلانٹا نے سٹیج پر حیرت خیز کامیابی حاصل کی۔" فرانسیسی نازنین نے سلسلہ داستان جاری رکھ کر کہا۔ "اور دوسرے دن اخباروں نے یک زبان ہو کر لکھا کہ اس پایہ کی ایکٹرس بار تھا جیسے کبھی سٹیج پر نہیں دیکھی گئی۔ مخفی نہ رہے کہ ان بارہ مضمونوں میں سے جو اخباروں نے اس معاملہ پر لکھے۔ سات اس تھیٹر کے منتظم نے مختلف پیرایہ میں اپنے ہاتھ سے لکھے تھے۔ اور پانچ اخباروں کے قائم مقاموں نے اس وقت جب مارکان کمپنی کی طرف سے ناٹک ختم ہونے پر ان کے اعزاز میں ایک پُر تکلف دعوت دی گئی تھی۔ مگر تفصیل برطرف ایٹلانٹا نے اس رات واقعی قابل رشک کامیابی حاصل کی۔ جب سٹیج پر بادلوں کے اندر پری بن کر نمودار ہوئی۔ تو بالوں میں پھول اور بدن پر مہین ریشم کا لباس تھا۔ اس کے آتے ہی حاضرین نے زور سے چیرز دیے۔ اس سے حوصلہ پا کر اس خاتون نے بھی انتہائی قابلیت سے کام کیا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کی خوبیوں کا جو حال اخباروں میں درج ہوا وہ نہ کمپنی کے منتظم کا لکھا ہوا تھا نہ بدمست اخباری نکتہ چینیوں کا بہرحال اس کا مضمون یہی تھا کہ فن رقص میڈموازل ایٹلانٹا کی ذات پر ختم ہے۔ اسے اس فن لطیف کی وہ خوبیاں یاد ہیں جو کسی کو معلوم نہ تھیں۔"

"پیاری نازنین!" سوفئی نے خوش ہو کر کہا۔ "لیکن میرا خیال غلط نہیں تو حسن و خوبی کی یہ ہستی حقیقت میں۔۔۔"

"ابھی اپنی رائے کو مہربانی سے ملتوی رکھئے۔" ارمنٹائن نے اپنے دلدار کے منہ پر پیار سے تھپکی دے کر کہا۔ "جو حالات میں نے بیان کئے ہیں ان سے یہ معلوم کرنا باعث حیرت نہیں کہ اس دن کے بعد وہ جب کبھی سٹیج پر آتی لوگ بڑے شوق و مسرت سے خیر مقدم کرتے تھے۔ کئی رنگین مزاج نوجوان اس کی تحریص کا ذریعہ بنے۔ مگر وہ کسی نہ کسی طرح ہر ایک کو ٹال دیتی تھی۔ اس سرد مہری نے کچھ لوگوں کو اس کا دشمن بھی بنا دیا۔ مگر جس مقصد کے لئے میں نے یہ قصہ بیان کیا وہ ان باتوں سے بے تعلق ہے۔ تھیٹر میں جن فرانسیسی اور غیر ملکی امراء و شرفا کو پردوں کے پیچھے سبز کمرہ میں جانے کا حق حاصل تھا۔ ان میں ایک چالیس سال عمر کا بڑا جوشیلا فوجی انگریز بھی تھا جو میڈموازل ایٹلانٹا سے کئی بار اظہار عشق کر چکا تھا۔ باقیوں کی طرح وہ اسے بھی ہمیشہ انکار

ہی کرتی رہی ۔ مگر یہ بلا اس آسانی سے پیچھا چھوڑنے والی نہ تھی ۔ حرفِ انکار پر اس نے جور و تشدد پہ کمر باندھی اور ایک بار چند آدمیوں کی مدد سے اُٹھوا کر اسے مضافاتِ پیرس کے ایک سنسان مکان پر لے گیا ۔ مگر وہ موقعہ پاکر وہاں سے بھاگ نکلی ۔ دوبارہ اس نے اُسے ایک ایسے مکان پر پہنچایا ۔ جہاں حسن کی دلالی ہوتی تھی ۔ یہاں اس بے اصول بدمعاش نے کئی طرح کی جھوٹی سچی قسمیں کھا کر عہد کیا ۔ کہ اگر تم سیدھی طرح نہ مانو گی تو یہاں جبر سے دریغ نہ ہوگا ۔ اور اس کے دوسرے دن یہ خبر سارے شہر پیرس میں مشہور کردی جائے گی کہ ایلانتا جو اپنے آپ کو نیکی اور عصمت کی تصویر ظاہر کرتی تھی ۔ رات بھر اس مکان پر رہی ۔ کسی نہ کسی طرح وہ ہمت ور خاتون وہاں سے بھی بھاگ نکلی ۔ اور اس نے پولیس کو سارے حالات سے مطلع کیا ۔ انگریز کو شہر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ۔ اور خیال تھا کہ معاملہ ختم ہوا مگر اب اس ستمگر کے عشق ناروا نے نیا روپ بدلا ۔ یعنی اب اسکی محبت نفرت میں بدل گئی ۔ اور وہ خفیہ طور پر یہ معلوم کرنے کے درپے ہوا کہ مس موازل ایلانتا حقیقت میں کون ہے ۔ سب حال معلوم کرنے کے بعد اس نے ایک خط اس کے رشتہ داروں کو لکھا اور اب تیسری بار عین اس وقت جب وہ مندر وہ سے باہر آرہی تھی ۔ اس کا باپ اور بھائی زبردستی اٹھا کر پھر اسی خانقاہ میں لے گئے ۔ ظالم انگریز کی مراد بر آئی ۔ اور اس نے خانقاہ میں اس کے نام ایک مفصل چٹھی لکھی ۔ کہ اگر اب بھی میری ہو کر رہنا منظور کرو تو باہر نکال سکتا ہوں ۔ پاکباز خاتون نے یہ چٹھی خانقاہ کی منتظمہ کو دکھائی ۔ جس نے اُسے پولیس کے پاس بھیجدیا ۔ اور آخر کار اس انگریز کو فرانس سے ملک بدر کیا گیا ۔ حال ہی میں ایلانتا بعض حالات سے مجبور ہو کر لندن آئی تو اتفاقاً آج ہی رستہ میں پھر اس انگریز سے ملاقات ہوئی ۔ وہ اسے دیکھ کر کہنے لگا اگر اب بھی میرے پاس آنا منظور کرو تو بہتر ۔ ورنہ ایسا انتقام لوں گا کہ دنیا دیکھے گی ۔"

اس سے معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط نہ تھا ۔ نازک ادا ایلانتا حقیقت میں میری کافر جمال اینسٹائن ہی تھی ۔" سوفیٹلی نے کہا ۔

"دونو حالتوں میں اسم توصیف نکال دو تو پھر تمہارا خیال صحیح ہوگا ۔" فرانسیسی حسینہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا ۔ "اور اب پیارے آگسٹس تم میری زندگی کے ایک پہلو سے واقف ہو گئے ۔"

"مگر میڈم اینجلیک کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ تمہارے والد مارکوئیس ہیں ۔" سوفیٹلی نے جلدی سے کہا ۔

"آہ! خدا کے لئے ان کا ذکر نہ چھیڑو۔" ارمنٹائن نے شرم سے گردن جھکا کر کہا "میں شادی شدہ ہوتی۔ تو اور بات تھی۔ مگر اب . . ."

"اچھا تو چند ماہ پیشتر۔ جب ڈیوک آف مارچ مونٹ نے تمہیں خانقاہ سے اغوا کیا۔ تو کیا یہ کام میڈم ایجلیک کی مدد سے ہوا تھا؟" سوفٹلی نے پوچھا۔

"اس کا حال مارچ مونٹ سے ہی پوچھئے گا" عیار حسینہ نے بات ٹالنے کے لئے جواب دیا

"مگر وہ تو ابھی مجھ سے ملے تھے" سوفٹلی نے کہا

"کیا سچ ؟" ارمنٹائن نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں۔ کوئی آدھ گھنٹہ گذرا۔ وہ مجھ سے ملنے کے لئے آئے تھے" آنریبل آگسٹس سوفٹلی نے جواب دیا۔ "مجھے چونکہ اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ اس لئے قصداً یہ ذکر چھیڑ دیا۔ اور انہوں نے جو کچھ بیان کیا۔ اس سے میڈم ایجلیک کے بیان کردہ واقعہ کی پوری طرح تصدیق ہو گئی۔ مگر وہ انگریز جس کا تم ذکر کر رہی ہو . . . اس کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام . . . کپتان کاربٹ رائٹ ہے" ارمنٹائن نے جواب دیا۔ اور پھر نمایاں طور پر کانپتے ہوئے کہنے لگی۔ "مگر وہ! کتنا خوفناک آدمی ہے۔ کتنا ضدی! کتنا ہٹیلا! بخدا کبھی اس وقت یہاں آکر مجھے تنگ کرے تو میں بیہوش ہو جاؤں۔"

"تنگ کرے! تم کو!" مسٹر سوفٹلی نے شجاعانہ انداز سے ہنکار کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی بالوں سے محروم بالائی لب پر فخر سے ہاتھ پھیرا "میری جان جب تک میں تمہاری حفاظت کے لئے موجود ہوں کسی کی طاقت ہے کہ تمہیں تنگ کرنے کی جرأت کرے۔ چاہے مجھے پستول سے کام لینا پڑے۔ چاہے تلوار سے۔ مگر خدا قسم مجھ کو وہ سبق دوں کہ عمر بھر یاد رکھے۔"

ارمنٹائن نے چھپی نظروں سے عاشق جانباز کے چہرہ کو دیکھا تو بھانپ گئی کہ اس بہادری کی تہ میں بزدلی کے سوا کچھ نہیں۔ کسی کی مذمت ہمارا شیوہ نہیں مگر امر حق یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ جناب سوفٹلی اتنے بزدل اور ڈرپوک تھے۔ جتنا کبھی کوئی فوجی سپاہی نہ ہوا ہوگا۔ مبادا ناظرین کو غلط فہمی ہو ہم کہہ دینا چاہتے ہیں کہ مسٹر سوفٹلی کی ذات میں عام انگریز افسروں کا نمونہ پیش کرنا مقصود نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس طبقہ کے لوگوں کی طرح ان میں خود پسندی۔ اوباشی۔ فضول خرچی اور شوقینی بہت تھی۔ مگر ان کمزوریوں کے علاوہ بزدلی ان سے مخصوص تھی۔ عام فوجی سپاہی میں کتنے ہی عیب ہوں۔ بہادری کا جوہر ضرور ہوتا ہے۔ ان میں وہ بھی نہ تھا۔

یکایک ارمنٹائن نے مسکراتے ہوئے کہا "جانے دو۔ اب ہم اس ذکر کو طول نہ دیں گے۔ یہ وقت خوش فعلیوں کا ہے۔ لاؤ ایک عمدہ سا گیت گا کر سناؤ"

"مگر پیاری میں تو گانا بالکل نہیں جانتا" سوفٹلی نے منہ بنا کر جواب دیا۔ "فوجی آدمی گایا نہیں کرتے۔"

"مگر خوش وقتی کا کچھ نہ کچھ سامان ہونا چاہیئے۔" ارمنٹائن نے شگفتگی کے لہجہ میں کہا۔ "آہ یہ تمہاری وردی ہے۔ ٹھہرو میں اسے پہن کر دیکھتی ہوں۔ کیسی سجتی ہے۔"

"خدا قسم ضرور پہنو۔" سوفٹلی نے خوش ہو کر کہا۔ "کیا عمدہ خیال سوجھا ہے۔"

ارمنٹائن جھپاک کر اٹھی۔ اور ہنستے ہوئے آنریبل آگسٹس سوفٹلی کی فوجی ٹوپی پہن کر آئینہ میں صورت دیکھنے لگی۔ چمکدار ملائم بالوں پر کج رکھی ہوئی ٹوپی اور نگاہ کی شوخی نے میڈموازل کی صورت ایسی پیاری بنا دی تھی کہ سوفٹلی سو ہزار جان سے مفتون ہو گئے۔

معلوم ہو گیا انہیں خوش کرنا بہت دشوار نہ تھا۔

"اچھا اب کوٹ پہنتی ہوں۔" ارمنٹائن نے کہا۔

اور وہ اسے پہنا ہی چاہتی تھی کہ آگسٹس بولا۔ "ارے کیا اسی زنانہ لباس پر پہنو گی؟"

"واہ نٹ کھٹ! کیا سب کپڑے اتروا دو گے!" اور یہ کہتے ہوئے اس نازنین نے سوفٹلی کے رخسار پر پھر تھپکی دی۔ "یہ کوٹ ضرور میرے بدن پر پورا ہو گا۔ نہ تم بہت موٹے ہو نہ میں۔"

یہ کہہ کر ارمنٹائن نے خوشی سے ہنستے ہوئے مسٹر سوفٹلی کا سرخ کوٹ پہنا۔ مگر چھاتی کے بٹن بند کر سکی۔ مسٹر سوفٹلی خود اس کام میں مدد دینے کے لئے اٹھے۔ اور ایسا کرتے ہوئے ان کے گستاخ ہاتھوں نے اس محبوب گل اندام کے حسن میں کچھ دست درازیاں بھی کیں۔ اس کے جواب میں ارمنٹائن کبھی ان کے رخسار پر تھپکیاں دیتی۔ اور کبھی بچوں کی طرح بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسنے لگتی تھی۔ مگر یکایک آن واحد میں اس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ منہ سے دبی ہوئی چیخ نکلی اور ڈر کر آنریبل آگسٹس سوفٹلی کے سینہ سے الگ ہو گئی۔ انہوں نے مڑ کر اس طرف جہاں اس کی نظر لگی ہوئی تھی دیکھا تو خود بھی چونک گئے۔

معلوم ہوا۔ ایک نہایت تند صورت آدمی دروازہ کو آدھا کھولے دہلیز پر کھڑا اس نظارہ کو غضبناک آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ وہ ایک دراز قامت قوی الجثہ آدمی تھا جس کی بنی ساخت غیر معمولی قوت ظاہر کرتی تھی۔ متوسط العمر مگر بڑا ہی جنگجو اور لڑاکا نظر آتا تھا۔ اپنی

ہوئی مونچھوں اور اکڑے ہوئے گلپھوں میں سپیدی کے آثار موجود تھے۔ بھویں موٹی اور گچھے دار مگر اس وقت جوش غضب سے بل کھائی ہوئی تھیں۔ انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے سینہ میں غصہ اور جوش کا دریا امڈا ہوا ہے جس کا اخراج خدا معلوم کتنا خوفناک ہوگا۔ لباس نیم فوجی۔ مگر پرانا اور فیشن کے خلاف۔ سرٹوٹ کوٹ پر جو گلے تک بند تھا سینہ کے پاس گوٹ اور بٹنوں کی جگہ پرانی وضع کے ہک لگے ہوئے تھے۔ خاکی پتلون پر سرخ دھاریاں۔ فوجی ٹوپ اور ہاتھوں میں بکسکن دستانے۔ مختصر یہ کہ مجموعی حیثیت سے وہ پرانی طرز کا فوجی افسر معلوم ہوتا تھا۔

دفعتاً مسٹر سوفیلی کو خیال آیا کہ ارمنتائن کے خوفزدہ ہونے کی وجہ کپتان کارٹ رائٹ کی موجودگی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ ضرور یہ شخص وہی خوفناک کپتان ہے جس کا ابھی ابھی سہمے ہوئے لفظوں میں ذکر ہو رہا تھا۔

اسے دیکھ کر ارمنتائن نے اپنے بازو عاشق جانباز کی گردن میں مضبوط کس دیئے۔ اور خوف سے کانپتی ہوئی اس کے سینہ سے لگ کر کہنے لگی۔ "بچاؤ پیارے آگسٹس مجھے اس آدمی سے بچاؤ"

"اوہ! ہاں... میں ضرور... میں ضرور بچاؤں گا۔" نوجوان نے جس کا اپنا چہرہ انتہا درجہ زرد ہو گیا تھا۔ رکتے رکتے کہا۔ "مگر غالباً یہ صاحب... کپتان صاحب... کیونکہ میرا خیال ہے ... اس وقت ہمیں کپتان کارٹ رائٹ کا شرف نیاز حاصل ہے... مہربانی سے بیان کرینگے..."

"کون۔ میں!" تند صورت اجنبی نے پہلے سے کئی گنا زیادہ خوفناک صورت بنا کر زور سے کہا۔ "میں زبانی کچھ بیان نہیں کرتا ہے مجھے تو جو کہنا ہو۔ ان چیزوں کی مدد سے کہتا ہوں" اور یہ کہتے ہوئے اس نے کمرہ میں رکھی ہوئی تلوار اور پستولوں کے بکس کی طرف اشارہ کیا۔

اسلحہ کا ذکر آتے ہی مسٹر سوفٹی کے پرنکلے سے سٹی نکل گئی۔ مگر وضعداری کی خاطر ہمت برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے فرمایا۔ "مگر... مگر... اس سے تو آپ کو بھی انکار نہ ہوگا کہ... تشریف لائیے... مہمانی قبول فرمائیے... شراب کا ایک گلاس نوش کیجیے..."

"سنو" کپتان نے کمرہ میں داخل ہو کر زور سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "میرے عمل کی نرمی یا سختی ان جوابوں پر منحصر ہے جو آپ میرے سوالوں پر دینگے۔ درحقیقت مجھے اس خاتون کی ذات سے گہری دلچسپی ہے..."

"پیارے آگسٹس خدا کے لئے اس آدمی کو ناراض مت کرنا بڑا خوفناک۔ اُف بڑا خوفناک

ہے!" ارمنٹائن نے جو کانپتی ہوئی مسٹر سونٹی کے گلے لگ کر کھڑی تھی۔ آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔

"مجھے اس خاتون سے گہری دلچسپی ہے" تندخو اجنبی نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور اس کے والد نے اس بات کی عام اجازت دے رکھی ہے کہ میں اس کی بہتری کے لئے جو کچھ مناسب ہو کروں۔"

"آہ! میرے غریب والد!" ارمنٹائن نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "مگر اگسٹس خدا کے لئے میں منت کرتی ہوں۔ اس آدمی کو خفا ہونے کا موقعہ نہ دینا۔ ورنہ وہ تو کو جان سے مار دیگا۔"

"شائد ایک زمانہ میں" کپتان کارٹ رائٹ نے پھر کہنا شروع کیا "میرے اپنے دل میں اس کے لئے جذب محبت تھا۔ مگر بعد کے واقعات نے اس احساس کو بدل دیا ہے۔ اور اب اس سے مجھے ایک طرح کی برادرانہ... بلکہ پدرانہ محبت ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے یہاں تک اس کا پتہ لگایا۔ اور اب آخری فیصلہ کئے بغیر نہ جاؤں گا۔ اگر آپ کہہ دیں یہ آپ کی منکوحہ ہے تو بس میرا اطمینان ہو جائے گا... میں خوش ہو جاؤں گا... شراب کا گلاس بھر کر سامنے رکھ لوں گا.... اور.... اور آپ کے دیکھتے دیکھتے پی بھی لوں گا۔ لیکن اگر نہیں..."

یہ کہہ کر کپتان کارٹ رائٹ نے اپنے لفظوں کو پر زور بنانے کے لئے میز پر اتنا پرجوش مکا رسید کیا کہ غریب سونٹی کا خون اسکی رگوں میں منجمد ہو گیا۔ وہ نمایاں طور سے کانپا۔ ساتھ ہی فرانسیسی حسینہ نے پہلے سے زیادہ تھرائی ہوئی آواز میں اس کے کان میں کہا۔ "سنتے ہو آدمی پاگل ہے۔ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ خدا کے لئے جس طرح ممکن ہو۔ اس کا اطمینان کر دو۔ میں جانتی ہوں۔ تم بہادر ہو۔ تم اس پر غالب بھی آ سکتے ہو۔ لیکن خدانخواستہ اس نے تمہیں زخمی کر کے میرے پاؤں میں ڈال دیا۔ تو ہائے! پھر میرا کیا ہوگا!"

اس خوفناک منظر کو سوچ کر سونٹی کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔ اور وہ دوبارہ بڑے زور سے کانپنے لگا۔ ارمنٹائن نے اسی طرح دبی ہوئی آواز سے پھر کہا "پیارے اپنے لئے نہیں تو میری خاطر اپنا جوش روکو۔ غصہ ضبط کرو جو یہ شخص کہتا ہے۔ مان لو جس طرح ممکن ہو اس کی تسلی کر دو۔ ورنہ ہم دونو کو جیتا نہ چھوڑے گا۔"

اس اثنا میں کپتان کارٹ رائٹ میز پر زور کا مکا لگا کر تین چار مرتبہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرہ میں اس طرح چلا۔ گویا اس ذریعہ سے اپنا جوش فرد کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کا مقصد اگر واقعی

یہ تھا تو وہ اس ذریعہ سے حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ اب جو دوبارہ سامنے آکر کھڑا ہوا تو صورت پہلے سے زیادہ ڈراؤنی تھی۔ اسی طرح جوش سے کہنے لگا۔

"تم نے سن لیا۔ اگر یہ خاتون تمہاری منکوحہ ہے تو کہہ دو۔ میرا اطمینان ہو جائے گا۔ میں اس کے باپ کو بھی یہ خوشخبری سناؤں گا کہ تمہاری بیٹی نے ایک فوجی آدمی سے شادی کر لی ہے۔ لیکن اگر نہیں" یہ کہتے ہوئے کپتان کارٹ رائٹ نے ناقابل ضبط غصہ سے اس طرح دانت چبائے گویا جو کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس کا خیال ہی آتش افروز ہے۔ "اگر تم میری آنکھوں سے آنکھیں ملا کر جواب نہیں دے سکتے یا یہ کہتے ہو کہ وہ تمہارے پاس رہ کر بے عزتی۔ بدنامی۔ بدکاری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے تو پھر۔ مجبوراً یہ ہاتھ ایک انسان کے خون سے آلودہ کرنے پڑیں گے۔"

یہ خوفناک دھمکی دے کر کپتان کارٹ رائٹ نے میز پر دوبارہ مکہ نہیں مارا۔ بلکہ اکڑتا ہوا فوجی انداز سے چلکر اس مقام کی طرف گیا۔ جہاں بدنصیب سوفٹلی کی تلوار پڑی تھی۔ اسے اٹھا کر نیام سے باہر نکالا۔ اور ایک دوبار ادھر ادھر ہلایا۔

"الٰہی ہم دونو کو قتل کر دے گا!" ارمنٹائن نے اس طرح کانپتے ہوئے کہا۔ گویا ٹانگیں سہارا دینے سے عاجز تھیں۔ "آگسٹس میرے لئے... ہم دونو کے لئے... کہہ دو کہ میری منکوحہ ہے"

"مگر پیاری..."

"کیوں جی میرے سوال کا کیا جواب ملتا ہے؟" ہیبتناک کپتان نے سوفٹلی کی طرف اس طرح اچانک مڑ کر کڑکتی ہوئی آواز سے پوچھا کہ بدنصیب کا رہا سہا استقلال بھی جاتا رہا۔ خون کی حرکت ختم گئی۔ دانت بجنے اور اعضا کانپنے لگے۔ "بولو میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں۔ میں فیصلہ کن آخری جواب چاہتا ہوں۔ ہاں یا نہیں؟ یہ خاتون تمہاری منکوحہ ہے یا...؟"

"ہ۔ ا۔ ں" بدنصیب آگسٹس نے اس طرح بدحواس ہو کر کہ اسے معلوم نہ تھا۔ کیا کہہ رہا ہوں۔ مری ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"کیا کہا۔ ہاں؟" کارٹ رائٹ نے چلا کر پوچھا۔ "صاف کیوں نہیں کہتے؟"

"خدا کے لئے پیارے آگسٹس کہہ دو... اچھی طرح کہہ دو" ارمنٹائن نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں تحریک کی۔

"ہاں۔ یہ عورت میری منکوحہ ہے۔" سوفٹلی نے یہ دیکھ کر کہ اب اس کے سوا چارہ کار نہیں جواب دیا۔

"تو مس ارمنسٹائن نظر اُٹھاؤ۔ شرمندہ ہونے کی حاجت نہیں۔" کارٹ رائٹ نے کہا "عورتوں کا مردانہ لباس پہننا معیوب ہے۔ لیکن مضائقہ نہیں۔ ان باتوں کو معمولی سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ شادی کے بعد دلہا دلہن کچھ عرصہ ایسی حرکتیں کیا ہی کرتے ہیں۔ مسٹر سونٹلی آپ واقعی صاحب عزت اور شریف ہیں اور مجھے آپ کی دوستی حاصل کرنے پر فخر ہے۔ لیجئے اپنا ہاتھ پیش کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے خوفناک کپتان نے تلوار کو پھر نیام میں داخل کر دیا۔ اور جلدی سے چرمی دستانہ اتار مصافحہ کے لئے دہنا ہاتھ پیش کیا۔ بدنصیب نوجوان نے اسے ڈرتے ڈرتے ہاتھ میں لے کر ہلکی سی حرکت دی۔ اور اب میڈموازل ارمنسٹائن نے بھی پیچھے مڑ کر جنگجو کپتان کے چہرہ کی طرف دیکھنے کی جرأت کی۔

"اب نہ ڈرو۔" کپتان نے لہجہ اور نگاہ میں نرمی داخل کر کے اس سے کہا۔ "تو تم بھی میرا ہاتھ لو۔ اب میں بہت جلد یہ خوشخبری تمہارے باپ کے پاس بھیجدوں گا۔ مگر آہ! ایک ضروری بات تو بھول ہی گیا تھا۔ تمہاری شادی کی سند کہاں ہے؟ میں اسے دیکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد ہی تمہارے باپ کو چٹھی لکھوں گا۔"

"کہہ دو۔ کہیں رکھی ہوئی ہو۔" ارمنسٹائن نے سونٹلی کے کان میں جواب پھر بدحواس ہونے لگا تھا۔ کہا "کسی طرح سچ جھوٹ بلا ٹلنے کی فکر کرو۔ اس کے تیور پھر بدلے جا رہے ہیں۔"

"ہاں صاحب دکھائیے شادی کی سند کہاں ہے؟" کپتان کارٹ رائٹ نے ایک درجہ اور سخت ہو کر کہا۔

"سـ ـند! اوہ ہاں۔ ا۔ ں۔" آنریبل آگسٹس سونٹلی نے رکتے رکتے کہا۔ "اطمینان رکھیئے سند موجود ہے۔ مگر اس وقت ... اس وقت میرے ایک دوست کے ہاں پڑی ہے ... شادی کی دعوت کا انتظام وہیں ہوا تھا۔ اس لئے رہ گئی۔"

"تب ٹھیک ہے۔" کپتان کارٹ رائٹ نے پھر نرم ہو کر کہا۔ "مسٹر سونٹلی آپ واقعی صاحب عزت نوجوان ہیں۔ اور میں آپ کا نیاز حاصل کر کے بہت خوش ہوا ہوں۔ اتنا ہی جسقدر دوسری صورت میں انتقام لے کر ہوتا۔ لیجئے۔ تم دونوں کا جام صحت پیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر جنگجو کپتان نے شامپین کا ایک گلاس لبالب بھرا اور اسے بے تامل اس حلق میں ڈال لیا جس سے تھوڑی دیر پیشتر ایسی خوفناک دھمکیاں خارج ہو رہی تھیں۔

شراب پی کر فوجی کپتان پھر تیز ہوا اور کہنے لگا۔ "مسٹر سونفلی چاہے کچھ ہو میں وہ سند ضرور دیکھنا چاہتا ہوں۔ اُسے دیکھے بغیر میں ارمنٹائن کے والد کو شادی کی اطلاع نہیں بھیج سکتا۔ کل مجھے کئی مصروفیتیں ہیں۔ صبح ایک آدمی سے ڈوئیل لڑنا ہے۔ سہ پہر کو ایک بدمعاش کو سزا دینا اور شام کو کلب میں ایک دشمن کا سر پھوڑنا ہے۔ اس لئے کل تو نہیں پرسوں ٹھیک دو بجے یہاں آؤنگا۔ مجھے دھمکی سے نفرت ہے۔" یہ کہتے ہوئے کپتان نے پھر اپنی صورت خوفناک بنائی۔ "مگر وہ سند پرسوں برآمد نہ ہوئی تو یاد رکھنا مجبوراً۔۔۔ وہ سزا دونگا۔۔۔"

"کپتان کارٹ رائٹ" ارمنٹائن نے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "خدا کے لئے ایسی دھمکیاں نہ دیجئے۔ سند آپ کو دکھا دی جائے گی۔ کیوں پیارے آگسٹس تم ضرور ان کو سند دکھا دوگے؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مصیبت زدہ نوجوان کی طرف التجائی نظروں سے دیکھا

"ہا۔ ا۔ں۔۔۔ ہاں" غریب سونفلی نے جس کا خون پھر منجمد ہونے لگا تھا۔ اور بدن پر روئیں بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ بدلی ہوئی آواز سے جواب دیا۔

"بہت اچھا۔ بہت اچھا" کپتان نے جواب دیا۔ "پرسوں دو بجے میرا انتظار کرنا۔" اتنا کہہ کر وہ بڑے شکوہ سے اکڑ اکڑ کر چلتا کمرے سے نکلا۔ اور جاتی دفعہ زور سے دروازہ بند کر گیا۔ اس کے جاتے ہی بدنصیب آگسٹس سونفلی رنجیدہ کراہٹ کے ساتھ کرسی پر گر گیا۔ اس وقت اس کا چہرہ ناقابل بیان مصیبت کی صحیح تصویر پیش کرتا تھا۔ مگر ارمنٹائن کی دہشت کپتان کے ساتھ ہی رخصت ہو گئی تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے اپنے دلدار کے لئے شراب کا گلاس پر کیا۔ اور اس کے زانو پر بیٹھ کر ایک ہاتھ پیار سے اس کی گردن میں ڈالتے ہوئے دوسرے سے شراب کا گلاس اس کے منہ کو لگا دیا۔ ساتھ ہی اس طرح پیار و محبت کی باتیں شروع کیں کہ بدنصیب نوجوان کا منجمد خون پھر حرکت کرنے لگا۔ اور وہ بہت جلد اس قابل ہو گیا کہ موجودہ حالت پر غور کر کے آئندہ کے لئے صحیح طرز عمل سوچ سکے۔

حیران تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ سوچا اگر ایسے خوفناک آدمی کے خلاف قانونی امداد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تو فائدہ ہوگا نہیں۔ مگر اس کا غصہ اور بھڑک جائیگا اس کے علاوہ ارمنٹائن پر اپنی کمزوری اور بزدلی بھی منکشف ہو گی۔ وہ یہی سمجھے گی کہ یہ حفاظت نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اوروں سے طالب امداد ہوا۔ لندن سے فرار ہونا اس لئے خارج از بحث

تھا۔ کہ فوج سے اس قدر جلد چھٹی نہ مل سکتی تھی۔ انتہائی صورت یہ تھی کہ فوجی ملازمت ترک کرکے روپوش ہو جائے مگر یہ فکر جانکاہ ساتھ تھی کہ اس کا حال دوستوں کو معلوم ہوگا۔ تو کیا کیا پھبتیاں اڑائیں گے۔ اس صورت میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہونگا۔ اگر یہاں رہنے کی صورت میں شادی کی سند پیش کرنا یا جنگجو کپتان کے ناقابل برداشت غصہ کا نشانہ بننے کا بھی احتمال تھا۔ بڑی مشکل میں جان پھنسی۔ آخر کیا کیا جائے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ کل ہی خاص لیسنس حاصل کرکے ارمنٹائن سے شادی کر لی جائے۔ سند مل گئی۔ تو تاریخ کا مضائقہ نہیں کم بخت کپتان کا تو اطمینان ہو جائے گا۔ اسکی دھمکیاں تو نہ سہنی پڑینگی۔

مسٹر سوفٹلی انہی فکروں میں تھے۔ کہ ارمنٹائن نے ان کا سرخ کوٹ اور ٹوپی اتاری اور راب جو انہوں نے اس کی صورت کو بغور دیکھا۔ تو معلوم ہوا اس کا بدن موزوں۔ اعضا متناسب اور صورت دلکش ہے۔ اس میں شک نہیں داشتہ سے شادی کرنا داخل ذلت تھا مگر کپتان کارٹ رائٹ ایسے بے دھڑک بدمعاش کی تلوار کا نشانہ بننے سے تو بہرحال بہتر تھا۔ بہت غور و فکر کے بعد مسٹر سوفٹلی اسی نتیجہ پر پہنچے کہ یہ کڑوی گولی نگلنی ہی پڑے گی۔

ارمنٹائن ان کے خیالات کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ وہ بار بار ان سے محبت کرتی۔ منہ سے منہ لگاتی اور پیار کے جملے کہتی تھی۔ اس نے مسٹر سوفٹلی کی بہادری اور سیرت کی تعریف میں شاعرانہ مبالغہ سے کام لیا۔ یہ بھی کہا کہ تمہیں خوش رکھنے کو مجھے ایثار سے دریغ نہیں۔ چاہو تو تمہارے لئے ملک بدر ہونے کو بھی تیار ہوں۔ مگر اس سے ایک تو میں دل شکستہ ہو کر مر جاؤں گی۔ دوسرے تم کو کپتان کارٹ رائٹ کے خوفناک انتقام کا نشانہ بننا پڑے گا۔

غریب سوفٹلی ان باتوں کا کیا جواب دیتا۔ شامپین کے گلاس پے درپے حلق سے اتر رہے تھے۔ کچھ شراب۔ کچھ ارمنٹائن کے بوس و کنار نے خون میں حدت پیدا کر دی تھی۔ کپتان کارٹ رائٹ کی ہولناک صورت بھی ہر وقت آنکھوں میں پھر رہی تھی۔ انہی متضاد احساسات کی الجھن میں بے چارہ نے آخری فیصلہ جو کیا وہ یہ تھا کہ تندخو کپتان کے عتاب سے بچنے کو ارمنٹائن سے شادی کر لینی چاہیئے۔ اس میں ذلت ضرور ہے۔ مگر دوسری صورت میں کپتان کے ہاتھوں مارا جانا بھی یقینی ہے۔ ندامت دھل جائے گی۔ مگر زندگی پھر ہاتھ نہ آئے گی۔

باب ۹۳

بڈھے نواب کا عشق

نظارہ اس خوشنما آراستہ مکان میں بدلتا ہے جو لارڈ ویہم نے دیا حسن و جمال کی ملکہ ایگلنٹائن کو جیسے عیار میڈم ایجلیک نے اپنی معصوم پاکباز بھتیجی ظاہر کرکے ممدوح کے حوالہ کیا تھا۔ صرف عظیم سے شہر کے آباد حصہ میں کرایہ پر لے دیا تھا۔ ناظرین بھولے نہ ہوں گے کہ لارڈ ویہم عمر میں تقریباً ۸۰ سال ختم کر۔ نحیف و ضعیف اور زندگی کے اس درجہ میں تھے۔ جس کے لئے قبر میں پاؤں لٹکانے کی مثل مشہور ہے۔ چہرہ پر جھریاں پوپلا منہ۔ لہجہ میں لکنت اور کھانسی کے عارضہ کی دیرینہ شکایت تھی۔ اس کہن سالی میں جب انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ آپ نے ایگلنٹائن کی نیکی اور پاکیزگی کی داستان بے تامل صحیح سمجھ کر اس خیال سے اسکو قبول کر لیا۔ کہ میرے پاس رہ کر بچی راحت کی زندگی بسر کرسکیگی۔ نواب صاحب بہت مالدار۔ زندہ دل اور دقیانوسی خیال کے آدمی تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جسے خدا توفیق دے وہ کیوں دنیا کی لذتوں سے بہرہ یاب نہ ہو۔ اسی اصول پر عمل کرکے انہوں نے ہزارہا روپیہ کے صرف سے ایک ایسی کمسن نازنین کو جو ان کی پوتی ہونے کے لائق تھی۔ معشوق بنانا منظور کیا تھا۔

جس روز کے واقعات اس سے پہلے باب میں درج کئے گئے ہیں۔ اس کے دوسرے دن قبل دوپہر سالخوردہ عاشق اور کمسن معشوق آغوالذکر کے مکان میں ناشتہ کی میز پر آمنے سامنے بیٹھے تھے لارڈ ویہم نے رات اسی مکان میں بسر کی تھی۔ اور اس مشہور مثل کے مطابق کہ انسان جتنا عمر رسیدہ ہوا تنی ہی اسکی حرص تیز ہوتی ہے۔ وہ ابھی سے اپنی کمسن معشوقہ پر سو ہزار جان سے فریفتہ ہو چکے تھے۔ یہ بیان کرنا بے سود ہوگا کہ شب زفاف کو اس "پاکباز دوشیزہ" کی طرف سے بہت کچھ ناز و غمزہ کا اظہار ہوا تھا جس سے بیوقوف بڈھے کو اس بات کا اور زیادہ یقین ہوگیا۔ کہ میڈم ایجلیک کی بیان کی ہوئی داستان حرف بحرف صحیح تھی۔ اس کے بعد چند دن کے عرصہ میں زمانہ ساز ایگلنٹائن نے امیر موصوف کو اس طرح ہاتھوں پر ڈال لیا کہ حضرت سمجھتے تھے اس کے دل میں میرے سوا کسی کا عشق پیدا ہونا محال اور ناممکن ہے خیر جیسا ہم نے بیان کیا۔ اس وقت وہ ناشتہ کی میز پر روبرو بیٹھے تھے۔

ایگلنٹائن نے ڈھیلا شربتی رنگ لباس پہنا ہوا تھا۔ اور لارڈ ویہم ڈریسنگ گون اور سیاہ

مخملی ٹوپی سے ملبوس تھے۔ بغور بین نظریں دونوں کی موجودہ حالت کا جائزہ لیتیں۔ تو معلوم ہوتا اجتماع ضدین کا یہ عمل کتنا مضحک اور افسوسناک ہے۔ کس طرح ایک آدمی اپنی دلفریبی سے سارے عالم کو مسحور کر سکتا ہے۔ اور دوسرا اپنی بدنمائی سے نفور۔ کس طرح عہد شباب کی جامہ زیبی ہر رنگ میں سامان انبساط پیدا کرتی ہے۔ اور کہن سالی کی ملمع کاری سینگ کٹانے پر بھی نفرت کے سوا کوئی احساس پیدا نہیں کر سکتی۔ کیسی نفاست۔ خوبصورتی۔ اور دل آویزی عہد شباب سے وابستہ ہے۔ اور کیسا استکراہ نفس پرستوں کی کہن سالی سے۔ بہرحال اس وقت یہ سالخوردہ رئیس اپنی حیثیت سے بے خبر یہی سمجھے ہوئے تھا کہ میں نے اپنے لبی کرن سے انگلنٹائن کو ہمیشہ کے لئے مطیع بنالیا۔ اور وہ کبھی کسی حالت میں مجھ سے جدا ہونا منظور نہ کرے گی۔

انگلنٹائن کے اپنے خیالات یہ ہوں یا نہ ہوں۔ مگر بڈھے نواب کی حالت یہ تھی کہ اس وقت کوئی اس سے ساری دولت مانگتا تو دے دیتا۔ نوابی طلب کرتا۔ تو اس سے بھی انکار نہ ہوتا۔ مگر انگلنٹائن کی جدائی وہ کسی حال میں منظور نہ کر سکتا۔ اس کے اندر ابھی سے رقیبانہ حسد پیدا ہو چکا تھا۔ نہ اس لئے۔ کہ انگلنٹائن نے اپنے کسی فعل سے اس کا موقعہ پیدا کیا۔ بلکہ محض اس لئے کہ آغاز عالم سے عمر رسیدہ مرد ان عورتوں سے جو سن و سال میں ان سے بہت چھوٹی ہوں۔ بدگمانی کرتے آئے ہیں۔ لارڈ ونہم بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ تھے۔

دو تین منٹ اس پری جمال حسینہ کو نظر شوق سے دیکھنے کے بعد آپ نے فرمایا۔

"پیاری انگلنٹائن۔ اخ! اخ... بھئی اس کھانسی نے بہت دق کیا ہے.. کس لئے آج اتنی فکرمند نظر آتی ہو؟ مجھ سے جو تمہارا پرستار ہوں۔ پردہ نہ کرو... اخ! اخ!... واللہ یہ کم بخت کھانسی نہ ہوتی۔ تو نئے سرے سے جوان ہو جاتا... آخر تم اتنی اداس کیوں ہو؟"

"اداس!... کیا آپ سمجھتے ہیں میں اداس ہوں؟" انگلنٹائن نے اس طرح چونک کر کہا گویا لارڈ ونہم کے الفاظ نے خیالات کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ "نہیں سرکار مجھے تو کسی بات کی اداسی نہیں۔ البتہ..."

"اخ! اخ!... البتہ... اخ! اخ!... اس کھانسی کا ستیاناس ہو.. کیوں پیاری۔ تم البتہ کہہ کر کیوں رک گئیں؟ سب حال کہہ دو... اخ! اخ! کسی چیز کی ضرورت ہے... اخ! اخ!... کوئی چیز ایسی ہے جو تمہاری ملاحت میں اضافہ کر سکے..."

"حضور نے پہلے کیا کمی رکھی ہے کہ اب کچھ اور عرض کروں گی؟" ایگلنٹائن نے پیار کے لہجہ کہا "خدا جانتا ہے مجھے تو آپ نے وہ سکھ دیا ہے جس کے لائق نہ تھی۔ یہ سامان نشاط یہ اسباب آسودگی جو آپ نے میرے لئے مہیا کئے ہیں۔ میری بعید تر امیدوں سے بھی بعید تھے۔ خواب میں بھی اس کا خیال نہ ہوتا تھا۔ کہ قسمت ریز ہیں ایسے امیر ذی شان کی بندی ہونا لکھا ہے۔"

جس وقت ایگلنٹائن نے بھرائی ہوئی آواز سے یہ الفاظ کہے۔ تو اس کی چشم فسوں ساز بے اختیار جھک گئی۔ جبیں فکر آلود ہو گئی۔ اور اس نے اپنا باریک رومال اس طرح آنکھوں پر پھیرا۔ گویا آنسو پونچھ رہی ہے۔

"پیاری۔ جان سے پیاری ایگلنٹائن" بڈھے نواب نے مضطرب ہو کر کہا "کیا ہے . . . کیا؟ . . . اخ! اخ! . . . خدا اس کھانسی کا ستیاناس کرے . . . اخ! اخ! . . . کیا وجہ ہے کبھی روتی ہو۔ اور کبھی ایسی غمزدہ نظر آتی ہو . . . ؟"

نازنین نے اپنے کہن سال محسن کی طرف ایک انداز معصومیت سے دیکھا۔ اور کہا "مائی لارڈ یونہی اپنے چچا کا خیال آ گیا تھا۔ کہ ان کو میری حالت کا علم ہو گیا۔ تو کیا کہیں گے جب ان کو معلوم ہوا کہ پرنسے میرے لئے یہ انتظام کیا ہے تو اس سے کیا سلوک کریں گے۔"

"تمہارے چچا! اخ! اخ! . . . تمہارے چچا! . . . اخ! اخ!" لارڈ ونیشم نے بے زور جملوں کے درمیان بار بار کھانستے ہوئے کہا "مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ موسیو اینجلیک نام کے بھی کوئی صاحب موجود ہیں میں تو یہی سمجھتا تھا کہ مادام یا تیمو ہو میں۔ یا ہوا ؤں کی طرح رہتی ہیں۔ کیوں پیاری . . . اخ! اخ! اخ! . . . یہ کھانسی ضرور مجھے بٹھا کے رہیگی . . . اخ! اخ . . ."

"حضور میڈم اینجلیک میرے ساتھ ہوتی ہیں۔ مگر میرے دوسرے چچا ابھی تک حیات ہیں" ایگلنٹائن نے بیان کیا۔ "میرے والدین کو انتقال کئے عرصہ ہو گیا۔ ان کی وفات پر ایک رشتہ دار عورت نے مجھے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا۔ بعد میں وہ بھی مر گئی۔ اور میں میڈم اینجلیک کے پاس آ گئی۔ میرے دوسرے چچا جن کا اب ذکر کر رہی ہوں۔ انگلستان کے رہنے والے ہیں وہ ایک مدت تک غیر ملکوں میں رہے۔ پہلے فوج میں ملازم تھے۔ پھر ہندوستان کی سول سروس میں کام کرتے رہے۔ اب عنقریب اس ملک میں آنے والے ہیں۔ یا عجب نہیں آ گئے ہوں . . . اف ہائے!" ایگلنٹائن نے ایک لمبی سرد آہ کھینچ کر کہا "انہیں یاد کرتی

ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا جاتا ہے۔"

"تو کیا وہ بہت سخت ... اخ! اخ! ... بہت خوفناک آدمی ہے؟" لارڈ وینہم نے پوچھا۔ اور اس کے بعد حضرت کو اس زور کی کھانسی چھڑی کہ اس صدمہ سے ان کے جسم نحیف کا پاش پاش نہ ہونا داخل حیرت تھا۔

بارے کھانسی کی شدت کم ہوئی تو انگلنٹائن نے کہا "میری عمر ۱۰-۱۱ سال کی تھی کہ میں نے آخری بار انہیں دیکھا۔ تب وہ تبدیل آب و ہوا کے لئے ایک سال کی رخصت پر انگلستان آئے تھے۔ مگر آدمی! ان کا خوفناک ... اور سخت چہرہ اب بھی نظروں کے سامنے آتا ہے۔ تو روح خشک ہو جاتی ہے۔ مائی لارڈ۔ میرے خاندان کے باقی آدمیوں کا اندازہ مجھ بدصفات یا میری چچی میڈم ایجلیک کی ذات سے نہ کیجئے ..."

"چھی! چھی! انگلنٹائن کیسی باتیں کرتی ہو۔" وینہم نے جلدی سے کہا "اس سے تو یہ معلوم ہوتا کہ ... اخ! اخ! ... تم میرے ہاں رہ کر اپنے آپ کو بہت بڑا گنہگار سمجھتی ہو۔ بالکل نہیں بالکل نہیں ... اخ! اخ! اخ! ... یہ کھانسی ... اخ! اخ! ... دیکھیں کب پیچھا چھوڑتی ہے ... اخ! ... اگر تم میڈم ایجلیک کی پیشہ ور لڑکیوں میں شامل ہوتیں یا اخ! اخ! ... یا ان رنگین مزاج عورتوں کی طرح ہوتیں جو اپنے ساتھ عاشقوں کی فوج لئے پھرتی ہیں تو اور بات تھی۔ مگر تم تو ... اخ! اخ! ... تم تو ہر طرح نیک ... اخ! اخ! ... بڑی پاکباز ... اخ! اخ! ... بڑی کیا نام ..."

"پھر بھی مائی لارڈ۔ میں گنہگار ہوں۔" انگلنٹائن نے ایک اور آہ کھینچکر کہا "میں نیکی کی منزل سے گر چکی ہوں ... میری پاکبازی قائم نہیں رہی۔ بس حیران ہوں کہ چچا سامنے آ گئے تو کیا منہ دکھاؤں گی؟"

"مگر وہ یہاں آئے گا کیوں؟" بڈھے امیر نے پر بضد ہو کر کہا "اور آ ئے بھی تو ... اخ! اخ! ... آئے بھی تو کیا ضرور ہے کہ اسے تمہارا ... اخ! اخ! ... یہاں رہنا معلوم ہو"

"افسوس آپ ان کے مزاج سے واقف نہیں۔" انگلنٹائن نے کہا "وہ بہر حال لنڈن آئیں گے۔ اور چونکہ ان کی شادی نہیں ہوئی اور میرے سوا خاندان میں اور کوئی بچہ نہیں۔ اس لئے آتے ہی ضرور میری تلاش شروع کریں گے۔ چچی ایجلیک انہیں ٹالنے کی لاکھ کوشش کرے دن ایک نہ مانیں گے۔ بڑے ضدی، بڑے ہٹیلے، بڑے جوشیدہ مغز ہیں۔ جب ایک بار

معلوم ہو گیا کہ میڈم اینجلیک نے میرے لئے کیا انتظام کیا ہے تو میری جستجو میں سارا شہر کھود ڈالیں گے ۔"

"اخ! اخ! ... تب ہمیں تم کو چھپانا پڑے گا ۔" بڈھے امیر نے حالت جوش میں چیخ کر کہا "میں بہر حال تمہیں جدا نہ ہونے دوں گا ... وہ زبردستی تم کو علیحدہ نہ کر سکے گا ۔"

"اوہ! میں کس منہ سے سرکار کی عنایتوں کا شکریہ ادا کروں ۔" انگلنٹائن نے انداز ممنونیت سے آنکھیں پر نم کر کے کہا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے دونو بازو بڈھے رئیس کی گردن میں ڈالدئیے اور اس سے پیار کرنے لگی ۔

ولیہم نے اس خوشنما چہرہ کو حریص نظروں سے دیکھا ۔ پھر منہ کھول کر کہنے لگا "تمہیں بھی مجھ سے کچھ کچھ محبت ہوتی جا رہی ہے ۔"

"آہ! آپ کے لئے جذبہ احترام تو پہلے ہی دل میں تھا ۔" انگلنٹائن نے جواب دیا ۔ "مگر اب میں آپ سے سچی محبت کرتی ہوں ۔"

وہ پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی ۔ اور اپنے بڈھے دلدار کی طرف محبت اور شکر گذاری کی نظروں سے دیکھنے لگی ۔

"انگلنٹائن تم بہت ... اخ! اخ! ... بہت اچھی لڑکی ہو ۔" لارڈ ولیہم نے کہا "ابھی ہم گاڑی میں بیٹھ کر ریجنٹ سٹریٹ جائیں گے تو میں تمہیں ایک بڑھیا شال لے دوں گا ... اخ! اخ! ... یعنی جو تمہیں پسند ہو ..."

"میرے محسن ۔ میرے سرتاج ۔" انگلنٹائن نے اور بھی محبت آمیز لہجہ میں کہا "اسی سے اندازہ کیجئے کہ اگر چچا واقعی میری تلاش میں نکل کھڑے ہوں تو آپ کیونکر مجھے ان سے پوشیدہ رکھ سکتے ہیں؟ میرے لئے دن بھر گھر کی چاردیواری میں بند ہونا غیر ممکن ہے ۔ نہ میں اس کو گوارا کر سکتی ہوں کہ آپ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر باہر نہ جاؤں ۔ مجلسی مصروفیتوں اور کھیل تماشوں کا مجھے شوق نہیں ۔ مگر آپ سے علیحدہ اور تنہا رہ کر یقیناً زندہ نہ رہوں گی ۔ پس کسی نہ کسی دن ان سے اتفاقی ملاقات لازم ہے ..."

فقرہ نامکمل ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور اس کے ساتھ ہی انگلنٹائن کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی ۔ لارڈ ولیہم خوف زدہ ہو کر کرسی سے ایک بالشت اچھلے ۔ پھر جو اس سمت میں دیکھا جدھر انگلنٹائن کی نظریں لگی ہوئی تھیں تو یہ معلوم کر کے ہراساں ہو گئے کہ ایک نہایت خوفناک

آدمی بے دھڑک اندر چلا آرہا ہے۔ نووارد کا حلیہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ یہ ہمارے دوست کپتان کارٹ رائٹ ہی تھے۔ جنہوں نے اس موقعہ پر فوجی وردی کے عوض سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔ مگر صورت اتنی ہی غضبناک اور پر جلال تھی۔ جیسی کل آنریبل آگسٹس ہوفلی اور میڈم موازل ارمنٹائن کی ملاقات کے موقعہ پر۔ چہرہ اسی طرح سختی اور خشونت کے آثار لئے ہوئے تھا۔ اور کمرہ میں آکر انہوں نے دروازہ کو اس زور سے بند کیا کہ سالخوردہ نواب سر سے پاؤں تک کانپ اٹھا۔ جس کے بعد کھانسی کا شدید دورہ شروع ہوا۔ جو کئی منٹ تک رہا۔

اجنبی کو دیکھ کر انگلنٹائن نے دونو ہاتھوں سے منہ ڈھک لیا۔ کپتان کارٹ رائٹ کمرہ کے وسط میں آکر اس کے عین بالمقابل کھڑے ہو گئے۔ اور دونو بازو سینہ پر لپیٹ کر سخت لہجہ میں کہنے لگے۔

"اف۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ میں اپنی اکلوتی بھتیجی۔ ۔ ۔ اپنے عزیز بھائی کی واحد یادگار ۔ ۔ ۔ ایک معزز خاندان کی نام لیوا خاتون کو ایک عیاش امیر کی داشتہ بنے ہوئے دیکھتا ہوں۔ کاش تم مر جاتیں یا میں زندہ نہ رہتا کہ آج یہ ذلت و ندامت نصیب نہ ہوتی۔ انگلنٹائن میں تجھے اپنی جائداد کا وارث اور گھر کی مالک بنانے کے لئے آیا تھا۔ ہزاروں امیدیں۔ ہزاروں امنگیں اس دل میں تھیں۔ میں سمجھتا تھا بڑھاپے میں اس بھتیجی کی صحبت جو مجھے اپنی بیٹی کی طرح عزیز ہے غم غلط کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ میں اس کے لئے اچھا بر تلاش کرکے جی کھول کر جہیز دوں گا۔ اور انہیں بیٹی اور داماد کی طرح اپنے پاس رکھوں گا۔ مگر افسوس! یہ آنکھیں آج وہ نظارہ دیکھتی ہیں جو انہوں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ کارٹ رائٹ کا معزز نام خاک میں مل گیا۔ عزت پانی ہو کر بہہ گئی۔ شرم۔ ذلت اور ندامت کا دریا متاع عزیز کو بہا کرلے گیا۔"

"رحم کرو۔ چچا جان رحم کرو!" انگلنٹائن نے انداز وحشت سے کپتان کارٹ رائٹ کے قدموں پر گر کر کہا۔ "نواب صاحب مجھ سے بڑی مہربانی اور عنایت کا سلوک کرتے ہیں۔ ۔ ۔"

"مہربانی! عنایت!" کپتان کارٹ رائٹ نے حقارت سے کہا۔ "بس یہی تمہاری عصمت کی قیمت تھی؟ ۔ ۔ ۔"

"سنو صاحب" بڈھے نواب نے قطع کلام کرکے کہا۔ "میں ۔ ۔ ۔ میں ۔ ۔ ۔ اخ! اخ! ۔ ۔ ۔ تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں ۔ ۔ ۔ میں ۔ ۔ ۔ اخ! اخ! ۔ ۔ ۔ ایسا نالائق نہیں ہوں کہ تمہاری بھتیجی سے ۔ ۔ ۔ اخ! اخ! ۔ ۔ ۔ کسی طرح کی بدسلوکی کروں۔"

"اس نوازش کے لئے شکریہ" تند خو کپتان نے سرد مہری سے کہا۔ "بہر حال یہ باتیں آپ کو اس سزا سے محفوظ نہیں رکھ سکتیں۔ جو میں اس شخص کو عنقریب دوں گا جس نے میری بھتیجی کی عصمت ریزی کی۔"

"چچا جان میں ہاتھ جوڑتی ہوں... منت کرتی ہوں۔ آپ سے کچھ نہ کہئے" اور یہ کہتے ہوئے انگلنٹائن فرش زمین سے اٹھ کر دوڑتی ہوئی بڈھے امیر کی طرف گئی۔ اور دونوں بازو اس کی خشک گردن میں ڈال کر اس کے سینہ سے چمٹ گئی۔

"پیاری... اخ! اخ!... پیاری انگلنٹائن تم بہت اچھی لڑکی ہو" لارڈ ویتھم نے رک رک کر کہا۔ "نہ رو۔ میری جان... اخ! اخ!... نہ رو... بیٹھ جا... اخ! اخ!... تیرے چچا کا جوش امید ہے جلدی فرو ہو جائے گا۔"

انگلنٹائن لارڈ ویتھم کے اصرار سے اپنی کرسی کی طرف چلی گئی۔ کپتان کارٹ رائٹ غصہ کے دیوتا کی صورت بنا۔ سینہ پر بازو باندھے قہر آلود نظروں سے دیکھتا ہوا کھڑا رہا۔

"لارڈ ویتھم" آخر کار اس نے کہا "میں جو چند الفاظ آپ سے کہتا ہوں انہیں غور سے سنئے میرے عزیز بھائی نے دم آخر یہ اس لڑکی کی حفاظت میرے سپرد کی تھی۔ اور میں اس عہد کو جو مرنے والے سے ہوا تھا پدرانہ شفقت اور انتہائی دیانت سے پورا کرنا چاہتا تھا۔ بدقسمتی سے سلسلہ ملازمت میں ہندوستان جانا پڑا۔ اس وقت میں نے اس لڑکی کو اپنی ایک بزرگ عورت کے سپرد کیا جس کی نسبت یقین کامل تھا کہ وہ اسے نیکی اور پاکبازی کی راہ پر چلنا سکھائے گی۔ لیکن بدقسمتی سے اس عورت کا انتقال ہوا۔ تو یہ لڑکی چند دن ایک دوست کے مکان پر رہ کر میری بھاوج میڈم ڈی بلیک کی حفاظت میں چلی گئی۔ مگر اس بدکردار عورت نے اپنے فرض منصبی کو جس طرح ادا کیا۔ اس کا نتیجہ میرے سامنے ہے۔ میری بہترین امیدیں خاک میں مل گئیں۔ یتیم بھتیجی کی حفاظت اور پرورش کا عہد میں نے اپنے بدنصیب بھائی سے اس کے بستر مرگ پر لیا تھا۔ وہ عصمت باختہ۔ گنہگار اور برباد ہو چکی۔ اور یہ سب کچھ مائی لارڈ آپ کی ہوس پرستی کا نتیجہ ہے..."

"مگر اس کو مجھ سے محبت ہے... اخ! اخ!... سچی محبت ہے۔" لارڈ ویتھم نے اسی بھینچی ہوئی آواز میں جو سوز و جوش و اضطراب کا نتیجہ تھی کہا "تم یقیناً ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہ کرو گے... اخ! اخ!... تم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔"

"اوہ ۔ چچا جان ۔ چچا جان ۔" انگلستان نے روتے ہوئے کہا ۔ "ایسی بے رحمی نہ کیجئے ۔ ۔ ۔ ہائے ایسی بے رحمی نہ کیجئے ۔"

"بے رحمی!" کپتان کارٹ رائٹ نے جوش سے کہا ۔ "انگلستان بے رحمی میں نہیں کرتا تم کرتی ہو ۔ تم نے والدین کی عزت کو خاک میں ملایا ۔ میری پیشانی پر کالک لگائی ۔ اور اپنے آپ کو تباہ اور برباد کیا ۔ ۔ ۔ لیکن خیر اب تم اسی وقت میرے ساتھ چلو ۔ اس ناپاک گھر میں تمہارا ایک منٹ ٹھہرنا مجھے گوارا نہیں ۔ ۔ ۔ اور آپ میری لارڈ اس سزائے شدید کے لئے تیار ہو جائیے جو ایسے شخصوں کو لازماً ملنی چاہئے ۔ جنہیں نیکی کو ہوس پر قربان کرنے سے دریغ نہیں ۔ آپ مالدار ہیں ۔ ہوا کریں سن رسیدہ ہیں ۔ پرواہ نہیں ۔ میری کم سن بھتیجی کی عصمت ریزی کا خمیازہ بہر حال آپ کو بھگتنا ہوگا ۔ میرا ایک دوست عنقریب آپ سے ڈوئیل کی شرطیں طے کرنے آئے گا ۔ اور اگر آپ نے انکار کیا تو واللہ!" یہ آخری لفظ کپتان کارٹ رائٹ نے بڑے جوش سے کہا ۔ "میں سر بازار اتنے چابک لگاؤنگا اتنے چابک لگاؤں گا کہ مر گئے نہیں تو قریب المرگ ضرور ہو جاؤ گے ۔"

انگلستان کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی اور وہ کپتان کے قدموں میں گر کر التجائے رحم کرنے لگی ۔ کارٹ رائٹ نے اسے سختی سے پکڑ کر سیدھا کھڑا کیا اور بے رحمی سے دھکا دے کر اس کرسی پر گرا دیا جس پر وہ پیشتر بیٹھی تھی ۔ ادھر بڈھے رئیس کو کچھ اس نازنین کی جدائی اور کچھ ہیبت ناک کپتان کی دھمکی سے اتنا خوف ہوا کہ ہاتھ پاؤں کانپنے لگے ۔ اور کھانسی کا دورہ اس زور سے شروع ہوا کہ معلوم ہوتا تھا دم گھٹا جاتا ہے ۔

"اگر اس ملک میں واپس آ کر" کپتان کارٹ رائٹ نے اب جوش کی بجائے افسردگی کے لہجہ میں انگلستان سے کہنا شروع کیا ۔ "اگر اس ملک میں واپس آ کر میں تمہیں ان کی یا کسی اور صاحب عزت شخص کی منکوحہ بن کر اطمینان اور خوشی کی زندگی بسر کرتے دیکھتا ۔ تو میرا دل باغ باغ ہوتا میں تمہیں اور اس آدمی کو جس نے تم سے شادی کی ہوتی ۔ دعائیں دیتا ۔ اور یہ جان کر خوش ہوتا کہ وہ عہد جو میں نے تمہارے والد مرحوم سے کیا تھا ۔ پورا ہو گیا ۔ اس حالت میں رنج و ندامت محسوس کرنے کی بجائے دل کو بھی مسرت ہوتی ۔ مگر اس کے بخلاف جب میں دیکھتا ہوں کہ تم بدنامی اور ذلت کی زندگی بسر کر رہی ہو ۔ گو یہ باتیں عیش و آرام کے پردے میں چھپی ہوئی ہیں تو ۔ ۔ ۔ اُف! میں بیان نہیں کر سکتا میرے دل کو کتنا سخت صدمہ ہوتا ہے ۔ بس یہی جی چاہتا ہے کہ اس نابکار شخص کو جس نے ایک یتیم لڑکی کو برباد کیا ۔ اتنا ماروں ۔ ۔ ۔ ایسا

پھنسا دوں..."

"مگر.. مگر" بدنصیب امیر نے خوف سے کانپتے اور بار بار کھانستے ہوئے کہا "مگر... مگر... اخ! اخ!... کیا اس معاملہ کو طے کرنے کی کوئی صورت نہیں؟... میں... میں ایک بہت بڑی... اخ! اخ!... رقم ایگلنٹائن کے نام جمع کرا دوں گا..."

"کیا! یہ روپیہ کیا ایگلنٹائن کی عصمت کا مول سمجھا جائے گا؟" کپتان کارٹ رائٹ نے اور زیادہ جوش سے کہا "مائی لارڈ آپ کے الفاظ نمک بر جراحت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ذرا سمجھ کر بات کیجئے... آؤ ایگلنٹائن۔ ایک دم میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں اس ناپاک مکان میں نہیں چھوڑ سکتا۔"

"وہ نہ جائے گی" بڈھے امیر نے ہیجانہ جوش کے ساتھ کہا "وہ نہ جائے گی..."

"وہ اسی دم جائے گی اور میں دیکھوں گا کون اسے روکنے کی ہمت رکھتا ہے" کارٹ رائٹ نے کڑک کر کہا "وہ ابھی نابالغ ہے اور میں اس کا جائز سرپرست ہوں۔ انکار کرے گی۔ تو قانوناً اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ چل آ ایگلنٹائن۔"

"مگر سنئے تو... اخ! اخ!..." سنئے تو" لارڈ ڈینہم نے مضطرب ہو کر کہا "ہمیں ایک دوسرے سے محبت ہے... اخ! اخ!... میں اسے بہت چاہتا ہوں... اخ! اخ!... اس میں وہ بے حیائی نہیں جو آجکل کی لڑکیوں میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے... اخ! اخ..."

"اس لئے آپ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ آپ کی داشتہ بن کر گناہ اور بدکاری کی زندگی بسر کرے!" کپتان نے حقارت سے کہا "معاف کیجئے یہ مجھے منظور نہیں۔ آ بیٹی چلیں۔"

"اچھا۔ اچھا" لارڈ ڈینہم نے بڑبڑا کر کہا "فرض کر دمیں... اخ! اخ!... میں اس سے... اخ! اخ!... مگر آہ! کپتان کارٹ رائٹ... اخ! اخ... دنیا کیا خیال کرے گی... مگر دنیا جہنم میں گئی۔ میں پہلا امیر نہیں ہوں جس نے... اخ! اخ!... مجھ سے پہلے کتنوں نے ایکٹرسوں سے شادیاں کی ہیں۔ اور یہ بھی کیا ضروری ہے کہ لوگوں کو اس کا علم ہو... اخ! اخ!... کہ ایگلنٹائن شادی سے پہلے میرے پاس رہا کرتی تھی۔ یہ تو ابھی چند دن کی بات ہے۔ اچھا اچھا کپتان کارٹ رائٹ... اہم[1]!... اخ! اخ!... میری رائے میں... اہم!... اخ... !... اہم!... اخ! اخ!...

---

[1] کھنکار نے کی آواز ۱۲

اس طرح کئی بار کھانستے۔ کھنکارتے اور لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے بڈھے رئیس نے ان خیالات کو جو اس کے دل میں گذر رہے تھے۔ بے جوڑ فقروں میں ظاہر کیا۔

اسے چپ ہوتے دیکھ کر کارٹ رائٹ نے کہا "کہئے کہئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میں فقط یہ سوچ رہا تھا کہ... اخ! اخ!" لارڈ وینہم نے کہا کہ اس معاملہ کا... اہم!... ہا!... اس جھگڑے سے معاملہ کا ایسا انتظام کیا جائے... اخ! اخ!... جس سے ہم سب کا اطمینان ہو جائے۔ ایگلنٹائن بہت اچھی لڑکی ہے۔ اور... اخ! اخ!... میری رائے میں یقیناً... اہم! ہا!... تم سمجھے میرا مطلب کیا ہے... اخ!... وہ یقیناً ایک اچھی بی بی ثابت ہو گی"

ان الفاظ کو سن کر ایگلنٹائن کے منہ سے خوشی کی چیخ نکلی۔ وہ دوڑتی ہوئی بڈھے رئیس کی طرف گئی۔ اور اس کی گردن سے لپٹ کر پیار کرنے لگی۔

"مائی لارڈ" کپتان کارٹ رائٹ نے یہ حالت دیکھ کر کہا "اب آپ واقعی سچی شرافت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ان الفاظ سے میرے دل میں آپ کی منزلت دہ چند ہو گئی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری عزیز بھتیجی ہر لحاظ سے قابل قدر بی بی ثابت ہو گی۔ مہربانی سے اس مطلب کا رقعہ اسی وقت لکھ دیجئے کہ میں کل خاص لیسنس لیکر اس سے شادی کر لوں گا۔ گو یہ کام جتنے امکان اخفا و رازداری سے ہونا چاہئے کسی کو معلوم نہ ہو کہ شادی سے پہلے یہ لڑکی آپ کی داشتہ بن کر رہتی تھی۔ مہربانی سے رقعہ لکھ دیجئے۔ اور میں مطمئن ہو کر چلا جاؤں۔ میں ایگلنٹائن کو آپ سے جدا نہ کروں گا۔ کل تک سب انتظامات مکمل کر لیجئے گا۔"

بڈھے رئیس نے کچھ خوفناک کپتان کے ڈر اور کچھ ایگلنٹائن کی محبت کے اثر سے مجبور ہو کر ضروری رقعہ لکھ دیا۔ جس کے بعد کپتان کارٹ رائٹ رخصت ہوا۔

باب ۹۴

منحوس خبریں

داستان کا منظر پھر ایک بار شہر دلی میں منتقل ہوتا ہے۔ جہاں راجکماری اندرا ٹانگ ہل اور ہیرو لڈ کے ملازمات میں رہا کرتی تھی۔ رات کا وقت تھا اور وہ اس آراستہ کمرہ میں جو پہلی منزل پر کمرہ نشست کے پیچھے واقع تھا اور جس کی نفاست و زیبائش خالص مشرقی

شان رکھتی تھی۔ ایک پرتکلف مسند پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سقف سے لیمپ ارغوانی گلوب کی راہ سے ہلکی گلابی روشنی پھیلا رہا تھا۔ اور گہرے سرخ مخملی گدے قرمزی پردے، سنہری حاشیے اور بیش قیمت ایرانی قالین اس دلفریب روشنی سے مزید ضیا و تابش حاصل کر رہے تھے۔

راجکماری اندرا کا لباس مشرقی طرز کا مگر نہایت خوشنما بیش قیمت اور موزوں تھا۔ گلے میں سرخ مخمل کا مرصع خفتان۔ اس پر نادر و نایاب جواہرات ٹکے ہوئے اور اپنی تراش سے وہ اس مشرقی شہزادی کے حسن دلفریب کو انتہائی خوبیوں کے ساتھ ظاہر کرتا تھا کمر اور گریبان کا حصہ بند مگر درمیانی کھلا اور اس کے اندر باریک ریشم کی قمیص کے پردہ میں حسن و شباب کے وہ ثمرات جو عشاق کی دلآویزی کے محرک اول ہیں۔ صاف نظر آتے تھے۔ آبی ساٹن کی ڈھیلی شلوار جس پر بیش قیمت گوٹ گوکھرو کی ٹکی ہوئی تھی اور پاؤں میں ارغوانی رنگ کے مراقش کے جوتے جن پر سچے موتی ٹکے ہوئے تھے۔ مشرقی رواج کے مطابق وہ شمیز یا کورسٹ پہننے کی عادی نہ تھی۔ اور اس کی حالت میں شاید اس کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ دست قدرت نے ان چیزوں میں جن کا سہارا منظور ہوتا ہے وہ پختگی اور سختی پیدا کی تھی۔ جو فقط کسی بت کے سنگی تراشات میں پائی جاتی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ راجکماری کی رنگت اس کے مشرقی نژاد ہونے کے باعث سانولی نہیں دلکش ملیح تھی۔ حسینان مغرب کی دلفریب ملاحت سے اس کا حسن خاص اس ہلکے شگفتہ گندمی رنگ کی وجہ سے تھا۔ جو نہایت سہانے ہونے کے علاوہ ایک چمک رکھتا ہے۔ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں مگر اب پھر اعادہ کرتے ہیں کہ اس کے بدن میں وہ تازگی اور تنومندی پائی جاتی تھی جو عہد شباب کا لازمہ ہے اور گو راجکماری بلوغ کی اس منزل تک پہنچ چکی تھی جو کمسنی کی دلفریبی سے ایک درجہ آگے ہے تاہم اس کے جمال تاباں نے ماند ہونے کی بجائے اور زیادہ جانسوزی اور جانستانی حاصل کر لی تھی۔ مشرق کا گرم خون عارض سیمیں کو گلفام بنا کر اطراف میں ہلکا ہوتے ہوئے جسم بدن کی عام چمپئی رنگت میں آمیز ہو جاتا تھا۔ گوشت پوست کا یہ جمال حسینہ کے فرق تا قدم کا نظارہ نگاہ کو حیرت ہوتی تھی۔ اور نطق حیران تھا کہ بیان توصیف کا آغاز و اختتام کیونکر ہو سر کے بال ہیولائے شب کی زلف مشکیں کے مانند سیاہ ریشم کی طرح ملائم اور چمکدار۔ سیدھے اور صرف آخری سروں پر لہریے لیے ہوئے تھے۔ چہرہ جیسے سیب۔ ناک ستواں۔ بالائی ہونٹ چھوٹا اور ٹھوڑی گول۔ رسیلی آنکھیں نرگسی گلابی پپوٹے اور وہ ہلکا خمار گویا ذرا سا نیند

آرہی ہے۔ پلکیں سیاہ۔ لمبی اور گھماؤ جن سے بوقت ضرورت خیالات کے اس عکس کو جو
آنکھوں میں ظاہر ہوتا ہے بستر کیا جاسکتا تھا۔ گردن سپید اور لمبی اور سینہ کا ابھار پختگی سے
گدرایا ہوا۔ متناسب بازو۔ دلاویز شانے۔ موزوں بدن اور کمر حد نزاکت تک پتلی تھی پاؤں
خوشنما۔ ان کا درمیانی حصہ بلند اور ٹخنے دلفریب اور نازک تھے۔ اس تفصیل پر جب چہرہ
کی شگفتگی۔ نگاہ کی برق پاشی تبسم کی دلاویزی اور اس کے پیکر آتشیں کی نور پاشی کا اضافہ
کیا جائے تو شاید ہمارے ناظر اس سرتاج حسینان کے جمال دل افروز کا کچھ اندازہ کر سکیں گے۔
اکتیسویں سال میں راجکماری اندرا کی یہ مختصر کیفیت تھی۔ جو اوپر قلمبند کی گئی ہے مشرقی
عورتیں عام طور پر اس عمر میں ڈھلنے لگتی ہیں۔ اور ان کا حسن عروج کے منتہائے کمال پہنچکر
منزل زوال کا رخ اختیار کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ ۳۰ سال کی مشرقی نازنین ۲۵ سال کے
مغربی معشوق کی برابری نہیں کر سکتی۔ مگر اندرا کی حالت اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ تھی
اسکی عمر ۳۱ سال کی تھی۔ ۲۵ سال ظاہر کی جاتی تو کسی کو اس بیان کی صداقت پر شبہ نہ ہوتا
اس کا حسن لازوال ہر لحاظ سے مکمل اور رفتار زمانہ کے ساتھ انحطاط کی جگہ ترقی کر رہا تھا سرخ
تر ہونٹوں پر وہ نمی جو گلاب کے پھولوں پر قطرات شبنم سے پیدا ہوتی ہے۔ دانتوں میں علاج کی سپیدی
لو لیئے سہوار کی چمک اور وہ ہمواری جو انتہائی صنعت کی مظہر تھی۔ سانس معطر اور کسی دوشیزہ
کمسن کے تنفس سے زیادہ خوشگوار آواز نغزی۔ لہجہ دقیق اور صورت اس درجہ نظر نواز کہ
یہ سوچکر حیرت ہوتی تھی۔ اسکی تازگی اور نازکی کو برقرار رکھنے کے لیے کن احتیاطوں اور کیسی کیسی
تدبیروں سے کام لیا گیا ہوگا۔

رات کے ۹ بجے تھے اور راجکماری اندرا اپنے بنگلہ کے آراستہ کمرہ میں بیٹھی بظاہر
کسی کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ چہرہ راحت امید سے روشن اور مست سیاہ آنکھوں میں اطمینان
کی چمک نظر آتی تھی۔ اور سینہ کا تلاطم دل کی تیز حرکت ظاہر کرتا تھا۔ آخر وہ کونسے خیالات تھے
جو اندرا کے دل میں فکر و تشویش کے ساتھ ساتھ راحت و انبساط پیدا کرتے تھے؟ کیا اس کے خیالات
کا مضمون عشق تھا؟ وہ عشق جس کی بنا اعتماد و عقیدت اور وفا و صداقت پر قائم تھی؟ کیا
اس بارہ میں اس کی امید عنقریب درجہ تکمیل حاصل کرنے کو تھی؟
دروازہ کھلا اور خادمہ سگونہ داخل ہوئی۔ اس نے آتے ہی مالک کے چہرہ پر بہ تجسس نظر ڈالی۔ ایک لمحہ کے لئے اسکے
اپنے چہرہ پر اترا انتقام وہ اظہار جوش جو بعض اوقات بے صبری کی حالت میں پایا جاتا ہے نمودار ہوا مگر فوراً ہی مٹ گیا فقط

زمین کی طرف جھک گئیں اور وہ راجکماری کے سامنے انتہائی مودبانہ انداز سے کھڑی ہو گئی۔

"کیوں سگونہ کیا بات ہے؟" اندرا نے جلدی سے پوچھا۔ کیا؟..."

وہ رک گئی۔ جوش اضطرار نے رخساروں کی گلابی رنگت کو قرمزی بنا دیا۔ چہرہ پر فکر و تشویش کے آثار بڑھ گئے۔

"کماری جی دو وزیر ریاست اندرآباد سے لندن میں وارد ہوئے ہیں۔" خادمہ نے عرض کیا اور اس وقت حضور کا شرف نیاز حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

راجکماری کا رنگ فق ہو گیا۔ گھبرا کر کہنے لگی "دو وزیر!... ریاست اندرآباد سے؟ سگونہ اس کا کیا مطلب ہے؟ مہاراج تو بخیریت ہیں؟... ابھی اگلے دن ان کے بھیجے ہوئے قاصد آئے تھے... ان کے بعد دو وزیروں کا اتنا جلد آنا... بتاؤ سگونہ۔ وہ کیا پیغام لائے ہیں؟"

یہ آخری الفاظ اس نے غیر معمولی جوش و اضطراب کی حالت میں کہے۔

"کماری جی مجھ سے انہوں سرکار کے مزاج کا حال پوچھنے کے سوا کچھ نہیں کہا۔" سگونہ نے عرض کیا۔ "صرف اتنا کہا کہ ہم فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ معلوم نہیں کس لئے انہوں نے سوگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں..."

"سوگ کے!" اندرا نے چیخ کر کہا۔ اور اس کے بعد اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگی۔ "پرماتما خیر کیجو۔ میرا دل بے طرح بیٹھا جاتا ہے... جاؤ سگونہ انہیں فوراً لے آؤ۔"

سگونہ چلی گئی۔ اور تھوڑی دیر میں دو ہندوستانی مردوں کو ساتھ لیکر واپس ہوئی۔ ایک سن رسیدہ سپید ریش تھا جسے دیکھتے ہی اندرا نے پہچانا کہ ریاست کا قدیم نمک خوار اور سچا وفادار وزیر ہے۔ دوسرا جو متوسط العمر اور فوجی وردی میں ملبوس تھا۔ اسے بھی وہ فوراً جان گئی۔ کیونکہ وہ ریاست کی فوج کا افسر اعلیٰ تھا۔ دونو معزز خاندان کے اراکین اور اندرآباد کے سچے خیر خواہ تھے۔ اور دونو نے ماتم کا وہ ارغوانی نشان جو ریاست سے مخصوص تھا۔ پہنا ہوا تھا۔

اندرا کے سامنے آکر انہوں نے بڑے ادب سے کورنش کی۔ دونو کے دل بھرے ہوئے اور چہرے پر ہراس تھے۔ یہ حالت دیکھ کر راجکماری کا اضطراب بڑھا اور وہ سوالات جو منہ سے ادا ہونے تھے۔ ذرک زبان پر آکر رہ گئے۔ یہ وقفہ تھوڑی دیر قائم رہا۔ جس کے بعد سن رسیدہ شخص نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔

"مہارانی کی عمر دراز ہو۔ ہم ساری پرجا کی طرف سے اظہار وفاداری کے لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔"

"آہ! کیا مہاراج کسی آفت ناگہانی کا شکار ہوئے ہیں؟ ... میرے پیارے والد کیا پرلوک سدھار گئے ہیں؟" اندرا نے بے چین ہو کر پوچھا۔ اور اپنا خوشنما چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانک کر اس نے سسکیاں لے لے کر رونا شروع کیا۔

دونوں وزیر جواب تک ادب سے دوزانو بیٹھے تھے اٹھ کر دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ مگر شدت حزن و ملال میں اندرا ان کی موجودگی فراموش کر چکی تھی۔ ایک خیال باقی سب خیالات پر حاوی تھا کہ عزیز والد نے اس وقت انتقال کیا جب میں۔ ان کی اکلوتی اولاد۔ ایک دور افتادہ ملک میں۔ ان سے ہزاروں میل فاصلہ پر تھی۔ بہت دیر تک وہ رنج و غم کے آنسو بہاتی رہی۔ کاش میں دم آخر میں ان کے پاس ہوتی کہ آخری اشلوک سن سکتی۔ کاش پر لگا کر اڑ سکتی کہ ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے ان کے بستر مرگ پر حاضر ہو جاتی۔ مگر اب یہ حزن و ملال یہ رنج و افسوس بے سود اور بے از وقت تھا۔ دل میں یہ رہ رہا تھا کہ وقت آخر میں مہاراج کے سرہانے موجود نہ ہونا ایک ایسا پاپ ہے جس کا کوئی پراشچت نہیں۔ بہت دیر شدت غم سے بے خود رہنے کے بعد آخر کار دل سنبھلی۔ نظر اٹھائی تو دونوں وزیر بہ صد ادب کانپتے سامنے کھڑے تھے۔ اندرا نے آنسو پونچھے اور گریہ پنہاں سے تھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگی "منتری جی کہئے۔ مہاراج نے اس بیماری میں اپنی بدنصیب بیٹی کی نسبت کیا حکم دیا؟"

"دیوی۔ مہاراج کا آخری حکم تمہارے نام یہ تھا"۔ سن رسیدہ وزیر نے مودبانہ لہجہ میں عرض کیا "کہ ہماری طرف سے اندرآباد کی آئندہ مہارانی کو پیغام دینا۔ تمہاری محبت ہمارے دل میں وقت آخر تک مضبوط تھی۔ اور ہم رخصت ہوتے پرماتما کے حضور میں انہوں نے یہی پرارتھنا کی کہ بیٹی کا راج سہاگ بنا رہے۔ اور وہ سکھ کی زندگی بسر کرے"۔

"پتا جی! ... ہائے پتا جی!" اندرا نے پھر ایک بار سسکیاں لے کر روتے ہوئے کہا۔

چند منٹ یہی حالت رہی۔ اس کے بعد اس نے ضبط سے کام لیکر پوچھا۔ "کیا اس کے سوا انہوں نے کوئی اور بھی حکم دیا تھا؟"

"مہاراج کا آخری فرمان یہ تھا کہ میں اندرآباد کی عظیم الشان ریاست کو اقبالمند اور خوشحال چھوڑتا ہوں۔ سرکاری خزانہ بھرا ہوا اور رعایا سکھی ہے۔ منش مات کو کسی خرچ یا سخت گیری کی شکایت

نہیں۔ فوج وسیع اور منضبط۔ پرجا سکھی اور خوشحال۔ شہر آباد اور تاجر اتنے اقبالمند ہیں۔ جیسے بھارت ورش کے اور کسی حصے میں نہیں۔ پرماتما کی کرپا سے مہارانی کا راج آدرش راج ہوگا۔ کیونکہ ان کی شبیہ قوم کے ہر فرد کے لوح دل پر کندہ ہے۔ سب لوگ مہارانی کی واپسی کا شوق عظیم سے انتظار کرتے ہیں۔“

اس تقریر کا جواب انکسار کے لہجہ میں کی گئی تھی۔ مہارانی اندرا کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ اسکی آنکھیں پھر اشک آلود ہوگئیں۔ ایک طرف مہاراج کی مرگ ناگہانی کا رنج دوسری جانب اپنی عظیم الشان ذمہ داریوں کا احساس اندرا کا رونا رنج و راحت کا رونا تھا۔ کبھی والد مرحوم کی بے پایاں محبت یاد کرکے آنسو بہتے تھے۔ کبھی یہ سوچکر کہ آج سے ریاست کا تاج میری پیشانی پر رکھا جا چکا۔ نہیں معلوم میں اس فرض اہم کو کیونکر ادا کرسکوں گی۔ خوشی اور غم۔ مسرت و تشویش۔ امتحان و سراسیمگی کے دوگونہ اثرات میں لئے وہ مہارانی جس کی سکونت کو دور افتادہ ریاست اندرآباد میں سر بفلک قصرات میسر تھے۔ دیار غیر میں ایک ادنے جھونپڑی ایک ایسے بنگلہ میں جو اس کے خادموں کے لائق بھی نہ تھا۔ بیٹھی تھی۔ کیوں؟ اس لئے کہ آزار عشق میں مبتلا تھی۔

ملاقات کے بعد [illegible] نے مہاراجہ اندرآباد کی وفات کے مختصر حالات بیان کئے۔ اور ان انتظامات کا بھی ذکر کیا جو اندرا کی واپسی تک حکومت کا کام جاری رکھنے کے بارہ میں کئے گئے تھے۔ ان حالات سے معلوم ہوا کہ والیٔ اندرآباد ان قاصدوں کی روانگی کے دو ہی دن بعد جن کی آمد کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔ دفعتاً بیمار ہوگیا۔ اور صرف چند گھنٹوں کی علالت کے بعد عالم فانی سے رخصت ہوا۔ اطبا کی زبانی یہ معلوم کرلینے کے بعد کہ بیماری خطرناک ہے اور اس سے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ مہاراج نے رفقاء کے سامنے وسیع چوک میں فوجوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور ان سے اپنی عزیز بیٹی اندرا کی وفاداری کا جو ہندوستان سے باہر گئی ہوئی تھی حلف لیا۔ مگر حقیقت میں یہ رسمی کاروائی غیر ضروری تھی۔ کیونکہ فوجیں پہلے ہی وفادار تھیں شاہی فرمان پاتے ہی سارا لشکر قصر شاہی کے چوک میں جمع ہوگیا۔ والیٔ اندرآباد نے خادموں کو حکم دیا کہ مجھے ایک آرام چوکی پر لٹا کر بالکنی پر بٹھا دو۔ وہاں سے اس نے کچھ اشاروں سے اور کچھ اپنے مشیر خاص کی زبانی فوجوں اور ان کے کمانداروں کا شکریہ ادا کیا۔ اور انہیں ہمیشہ مہارانی اندرا کا تابع اور وفادار رہنے کی تاکید کی۔ چنانچہ وہ پیشتر سے تھے۔ اس کے چند گھنٹے بعد

اس کا انتقال ہوا۔ باشندگان ریاست کو، لے، اندر آباد سے ایسی عقیدت تھی کہ تین دن تک ہر شخص نے سوگ منایا۔ اور سب کاروبار بند رہے۔ اس کے بعد جب متوفی کے آخری مراسم سے فراغت ہوئی۔ تو نئی مہارانی اندرا کی تخت نشینی کی خوشی میں تین دن دھوم کا جشن ہوا۔ مہاراج کار اجکماری اندرا کے سوا کوئی قریبی رشتہ دار نہ تھا جس سے یہ فائدہ ہوا۔ کہ تخت نشینی کے سوال پر کسی جھگڑے کی نوبت نہیں آئی۔ اندرا کی واپسی تک پانچ اعیان حکومت کی ایک قائمقام مجلس اغراض حکومت کے لئے منعقد کی گئی۔ اور فیصلہ یہ ہوا کہ جب تک مہارانی عنان حکومت ہاتھ میں لیں۔ یہ لوگ جو ریاست کے قدیم نمکخوار اور سچے خیر خواہ تھے سلطنت کا کاروبار جاری رکھیں۔ اور دو آدمی اس سنجیدہ خبر کو لے کر فوراً انگلستان جائیں۔ جہاں اندرا ان دنوں مقیم تھی۔

یہ حالات سن رسیدہ وزیر نے بڑے ادب کے ساتھ نئی مہارانی کے روبرو بیان کئے۔ اور وہ انہیں پوری توجہ سے سنتی رہی۔ اس کے بعد اس نے دونو وزیروں کا ان کی وفاداری اور عقیدت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور ساتھ ہی کہا جو انتظامات امور سلطنت کے متعلق کئے گئے ہیں۔ میں انہیں تہ دل سے پسند کرتی ہوں۔ وہ آپ لوگوں کی دانائی اور دوراندیشی پر مبنی ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے وزیروں میں سے ہر ایک کو ایک نہایت قیمتی جواہر نگار انگوٹھی عطا کی۔ اور انہیں کل آنے کا حکم دے کر رخصت کر دیا۔

ان کے چلے جانے پر اندرا پھر اس آراستہ کمرہ میں تنہا رہ گئی۔ مگر اپنی حالت پر بہت دیر غور کرنے نہ پائی تھی۔ کہ خادمہ سگونہ دوبارہ حاضر ہوئی۔ اور اس مرتبہ مسٹر ریڈکلف کی آمد کی خبر لائی۔ وزرائے اندر آباد نے اپنی آمد کا منشا اس سے بیان نہ کیا تھا۔ مگر وہ اپنی ذکاوت سے ان کی آمد کا راز سمجھ گئی تھی۔ نامعلوم طریقہ پر یہ خیال اس کے ذہن نشین ہو چکا تھا۔ کہ راجکماری اندرا کو مہارانی کا رتبہ حاصل ہو چکا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے۔ اندرا اپنے ملازمین کو اس واقعہ اہم سے مطلع کرتی یا نہ کرتی۔ بہرحال اس کی آمد کی خبر نے جس کا انتظار تھا۔ اندرا کے دل میں وہ اختلاج عظیم پیدا کیا۔ کہ اس ذکر کی نوبت نہیں آئی۔ اس نے سگونہ کو حکم دیا کہ مسٹر ریڈکلف کو فوراً یہاں لے آؤ۔ مگر ہندوستانی خادمہ اس حکم کی تعمیل کے لئے پیچھے مڑی تو اس کی تیز آنکھوں میں ایک عجیب پراسرار روشنی چمک رہی تھی۔ اس کے جانے پر اندرا نے جہاں تک ممکن تھا۔ اپنے چہرہ کو سکون دینے کی کوشش کی۔ مگر والد کے انتقال کی خبر سے دل کو جو بھاری

صدمہ پہنچا۔ اس کا اثر اتنا عارضی نہ تھا کہ اس آسانی سے رفع ہو جاتا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد مسٹر ریڈ کلف داخل ہوئے۔ اور سگونہ انہیں کمرہ میں چھوڑ کر پچھلے پاؤں واپس چلی گئی۔ مخفی نہ رہے کہ یہ واقعات جو ہم بیان کر رہے ہیں۔ اس ملاقات کے چند روز بعد ہوئے تھے۔ جب مسٹر ریڈ کلف نے کرسچن اور کرسٹینا سے ملکران کی بدنصیب ماں کی چھوڑی ہوئی یادگاروں کو رنج و حسرت کی نظر سے دیکھا تھا۔ اس دن بھی جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ کرسٹینا اپنے بھائی کرسچن سے ملنے کے لئے مسز ہیکلے کے مکان پر گئی ہوئی تھی۔ اس لئے سگونہ کو دروازہ کے ساتھ لگ کر ریڈ کلف اور اندرا کی باتیں سننے کا آسانی سے موقعہ مل گیا۔

مسٹر ریڈ کلف نے کمرہ میں داخل ہو کر اندرا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ گو اب تک اس بارہ میں بالکل لاعلم تھا۔ کہ وہ راجکماری سے والیہ اندرآباد کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ پھر کہنے لگا کہئے۔ آپ نے اس رقعہ پر غور کیا۔ جو میں نے چند دن پیشتر کرسچن ایشٹن کے ہاتھ بھیجا تھا؟"

"ہاں کیا۔" اندرا نے جس کے چہرہ پر جوش کی سرخی تھی۔ نظر جھکا کر گھبرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "مگر اس رقعہ کی کیا حاجت تھی؟ تم سے میری محبت لازوال ہے۔ جو نہ مٹے اور نہ فنا ہو سکتی ہے۔"

"اس صورت میں اندرا میں وہ اقرار پورا کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ جو آخری ملاقات پر تم سے کیا تھا۔" مسٹر ریڈ کلف نے جواب دیا۔ "اس وقت میں نے کہا تھا کہ ایک خاص کام میرے پیش نظر ہے۔ اور میری ساری کوششیں اسی کی تکمیل پر لگی ہوئی ہیں۔ جب تک وہ کام پورا نہ ہو میں اپنے افعال کا مختار نہیں۔ ہاں اس کا میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس کام کی تکمیل پر۔۔"

"بس۔ آگے نہ کہئے۔" اندرا نے قطع کلام کر کے کہا۔ "کیونکہ میں سب حال سے واقف ہوں"

"سب حال سے؟" مسٹر ریڈ کلف نے چونک کر کہا۔ "مگر ہاں ضرور ایسا ہوگا۔ ورنہ غیر ممکن تھا۔ کہ تم وہاں جاتیں۔۔۔"

"آہ! میرا دل جانتا ہے تم کو معلوم ہو گیا!" اندرا نے اس کے خیالات بھانپ کر کہا۔

"وہ واقعہ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔" مسٹر ریڈ کلف نے کہا۔ "مگر ٹھہرو۔ پہلے یہ بیان کرو کہ تمہیں سارے حالات کا علم کیونکر ہوا؟"

"اس کا حال میں عنقریب بیان کروں گی۔" مشرقی حسینہ نے جواب دیا۔ "پہلے ان

معاملات کا ذکر ہونا چاہیئے۔ جو زیادہ قریب اور میرے لیے زیادہ عزیز ہیں۔ تم نے معلوم کر لیا کہ وہ جس کی تمہیں تلاش تھی۔ اب صفحہ ہستی پر موجود نہیں ... کیا میں ٹھیک کہتی ہوں؟"

"افسوس۔ ہاں" ریڈکلف نے تسلیم کیا۔ "اور اب سنو کہ میرے صحیح حالات کیا ہیں۔ مجھے تمہیں جو لامحدود اور بے پار محبت ہے وہ ایسی نہیں کہ کوئی ذی شعور اس کے احساس سے غافل ہو۔ نہ یہی ممکن ہے کہ اس کا بدلہ سرد مہری اور سنگدلی سے دیا جائے۔ اگلی ملاقاتوں پر حالت جوش میں میری زبان سے بعض سخت کلمے نکل گئے۔ اپنی شکایات کے سلسلہ میں میں نے اس طویل حراست کا بھی ذکر کیا تھا۔ جو مجھے تمہارے والد کے صدر مقام میں برداشت کرنی پڑی۔ مگر یہ باتیں اب لوح دل سے محو ہو چکی ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو جن سے کدورت تھی۔ معاف کر دیا ہے۔ اندرا میں جانتا ہوں۔ تمہیں مجھ سے سچی محبت ہے۔ اس کے تم نے ایک نہیں صدہا ثبوت پیش کئے ہیں۔ اور یہ بات میری طینت کے خلاف ہے کہ ایک ایسے قلب نازک میں جیسا خدا نے تم کو عطا کیا ہے۔ کلفت و یاس کا خنجر گھونپنے کی کوشش کروں ..."

"کلیمنٹ" اندرا نے تھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "تمہاری یہ عنایات میرے زخمی دل کے لئے مرہم ثابت ہو رہی ہیں ..."

"مگر سنو!" ریڈکلف نے اس کا ہاتھ بدستور اپنے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا۔ "محبت کا وہ احساس عظیم جو کبھی اس دل برباد کی رونق تھا۔ وہ امنگیں۔ وہ ولولے جن سے ایک زمانہ میں میں اس سے عشق کرتا تھا۔ جو افسوس اب اس دنیا میں نہیں ہے" یہ کہتے ہوئے ریڈکلف کی آواز تھرا گئی "ہاں عشق اول کا وہ پر تو لوپاشس جو انبساط شباب کا محرک تھا۔ وہ اس دل مردہ میں دفن ہو چکا ہے۔ پھر بھی اگر تم اس شخص کا ہاتھ قبول کرنا منظور کر سکتی ہو۔ جو تمہیں نظر احترام سے دیکھتا اور جان کی طرح عزیز سمجھتا ہے۔ جو اس دیرینہ محبت کی جو تمہارے دل میں اس کے لئے ہے تا حد امکان قدر کرنے سے دریغ نہ کرے گا۔ ہاں اگر تم اس سچی رفاقت کو جو کہتے ہیں عشق مجازی کا پہلا قدم ہے۔ منظور کر تی ہو۔ تو اندرا میں تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔"

اندرا کے تابناک رخساروں پر آنسو بہ نکلے۔ اس کا سینہ ناقابل اظہار جذبات سے پُر تھا۔ اور لب بیان مدعا سے قاصر۔ الفاظ حلق تک آ کر رک گئے۔ اور اس نے بے اختیار

کلیمنٹ ریڈکلف کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

وہ تھوڑی دیر چپ رہا۔ پھر سلسلہ کلام جاری رکھ کہنے لگا۔ "اندرا تو حسین ہے... تو بزم حسینان کی سرتاج ہے۔ تیری ذات میں عہد شباب کی تازگی نگاہ میں سحر انگیزی۔ اور بالوں میں وہ صنوفشانی اور تابش ہے۔ جو سالہا سال اسی طرح قائم رہے گی۔ مگر دیکھ میری حالت کتنی مختلف ہے۔ میں سن و سال کا بڈھا نہ سہی۔ حالات ظاہر سے پیر کہن سال ہوں۔ بالوں میں سپیدی۔ اعضا میں کمزوری اور بدن پر ضعف جانی غالب ہے۔ حقیقت میں ان مصیبتوں تکلیفوں اور غموں کا صحیح اندازہ کیا جا سکے۔ جو میں نے اس عمر میں برداشت کئے۔ تو میرا اس وقت تک زندہ رہنا ہی باعث حیرت ہے..."

"کلیمنٹ اس رنج دہ گفتگو کو چھوڑو۔" اندرا نے اس کے ہاتھ کو پہلے چھاتی۔ پھر لبوں سے لگا کر کہا۔ میری نظروں میں تمہارے بالوں کی سپیدی۔ تمہاری کمر کا خم۔ تمہاری نقاہت۔ تمہاری کمزوری یہ باتیں کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ میرے لئے تم وہ دیوتا ہو جس کی تصویر ہر وقت پرستار کے سینہ میں رہتی ہے۔ میری نظروں میں تم اب بھی وہی ہو جو اس وقت تھے۔ جب میں نے دور افتادہ شہر اندرا باد میں بار اول تم سے محبت کرنا سیکھا میری محبت کا آغاز تم سے ہوا تھا۔ اور شکر ہے اختتام بھی تم پر ہوا۔ پرماتما گواہ ہے کہ گو تمہارا ہر ایک بال سپید ہو جائے۔ چہرہ پہ جھریاں پڑ جائیں۔ بدن میں اتنی طاقت بھی قائم نہ رہے بہر حال میری محبت میں سر مو فرق نہ آئے گا۔ اس لئے کہ میرا عشق جذبۂ صادق پر مبنی اور احساس ممنونیت سے مشترک ہے۔ میں نے کم سنی میں جو خوبیاں تمہاری امداد سے حاصل کیں۔ جو اوصاف تمہاری تلقین سے اخذ کئے ان کو میں مدت العمر فراموش نہیں کر سکتی۔ تمہیں نے مجھ کو وفا و صداقت کا رستہ دکھایا۔ تمہیں نے ریاست میں جدید علوم و فنون رائج کئے۔ تمہیں نے والد کو فیاضی اور فراخ حوصلگی کی حکمت عملی سمجھائی۔ گویا ریاست کی خوشحالی اور اقبالمندی حقیقت میں تمہاری ممنون فیض ہے۔ کلیمنٹ میں تمہارے احسانات کو نہیں بھول سکتی۔ میری شکر گذاری تمہاری محبت سے آمیز ہو چکی ہے۔ اور انہیں ایک دوسرے سے جدا کرنا ناممکن ہے۔"

جس وقت اندرا یہ تقریر کر رہی تھی جس کا ہر لفظ اس کے دل سے نکلا ہوا اور راست گوئی پر مبنی تھا۔ تو اس کے چہرے نے وہ شکوہ عظیم اور اس کے حسن نے وہ بے نظیر دلکشی حاصل کی۔ جو پیشتر کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ اس کے پرنور چہرہ پر عصمت کا جلال برستا تھا

عروج روحانی کی ضیا اس کی بلند پیشانی سے ظاہر ہوتی تھی - ایک ایسی حسین و وفا شعار خاتون کے حق محبت پر ریڈکلف کو جتنا فخر ہوتا کم تھا - اور حقیقت میں اسے اس نازنین سے عہد محبت کر کے کچھ کم خوشی نہیں ہوئی - نہ اس لئے کہ وہ ایک عالیشان والیٔ حکومت کی بیٹی تھی - نہ اس لئے کہ اس کی ثروت و صولت قابل رشک تھی - کیونکہ اب تک وہ اسے ایک مہارانی یا راجکماری کی حیثیت میں نہیں محض ایک شریف - فیاض اور با محبت عورت کی حیثیت میں دیکھ رہا تھا -

"اندرا" آخر کار اس نے کہا "تمہارے اس وقت کے الفاظ مجھے تا زیست فراموش نہ ہونگے ان سے تمہاری فیاضی اور فراخدلی ظاہر ہوتی ہے - مگر ٹھیرو - تم کہتی ہو میں سب حالات سے خبردار ہوں - اگر واقعی ایسا ہے - تو تم اس ہولناک راز سے بے خبر نہ ہوگی ..."

"کلیمنٹ اگر پرماتما کے گھر میں انصاف ہے" اندرا نے قطع کلام کر کے کہا "تو وہ راز ایک دن ضرور حل ہوگا - مگر ایسا نہ بھی ہو - تو کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ میں ... مگر جانے دو - یہ مضمون ایسا ہے جس پر بعد کو گفتگو کی جا سکتی ہے"

"بہت اچھا" ریڈکلف نے جواب دیا "اور اب اگر تم نے سب باتوں کو اچھی طرح سوچ لیا ہے - اور تمہیں اس بات کا یقین کامل ہے کہ اپنی قسمت کو میری تقدیر سے وابستہ کر کے تم زندگی کی سچی خوشیاں حاصل کر سکتی ہو - تو بہتر مجھے انکار نہیں"

"کلیمنٹ! کلیمنٹ! میں تمہاری ہوں!" اندرا نے بے اختیار کہا - اور اس کا خوشنما سر ریڈکلف کی چھاتی سے لگ گیا -

اس نے اس نازنین کو دونوں بازوؤں میں لے کر بڑھ کر اپنے سینہ سے لگایا - اندرا رنج و راحت کے مشترک اثرات سے رو رہی تھی - ایک طرف محبت کی شے ذریعہ مسرت تھی - دوسری جانب باپ کا انتقال باعث رنج تھا -

"کلیمنٹ" آخر کار اس نے کہا "تم میرے اس وقت کے جذبات کو نہیں سمجھتے ... نہیں سمجھ سکتے - آج میری سالہا سال کی آرزو پوری ہوتی ہے - اور میں عنقریب اس محبت کی عظمت کا جو تمہارے لئے اس دل میں تھی - ایک اور ثبوت پیش کرتی ہوں مجھے معلوم ہے تم بلند اعزاز اور اعلیٰ مراتب کے آرزومند نہیں ہو - تمہیں دنیاوی عظمت و صولت کی پروا نہیں ہے پھر بھی تمہیں یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تم بہت جلد وہ مرتبہ اعلیٰ حاصل کرو گے جس میں تمہارے لئے

نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا لامحدود امکان ہے۔ کلیمنٹ" اس نے مسرت و اہتزاز کے لہجہ میں کہا۔" یہ ہاتھ جو میں اس وقت تمہیں پیش کرتی ہوں۔ ایک راجکماری کا نہیں مہارانی کا ہاتھ ہے۔ جس کی زندگی کا سب سے قابل فخر لمحہ وہ ہوگا۔ جب وہ تمہیں ریاست کے تخت پر اپنے دائیں جانب جگہ دے گی۔ اور جسے اس بات کی بھی خوشی ہوگی۔ کہ تمہارے ایسا قابل و دوراندیش مدبر بنی نوع انسان کا سچا خیر خواہ اندرآباد کی رعایا پر حکمراں ہے۔"

"اندرا کیا کہتی ہو؟" ریڈکلف نے اندازِ حیرت سے کہا۔" تمہارے والد یعنی مہاراج ...؟"

"آہ نہیں۔ کہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔" مشرقی حسینہ نے جواب دیا۔" تمہارے آنے سے تھوڑی دیر پیشتر ریاست کے دو مشیران کے انتقال کی خبر لائے تھے۔ اور اگر تم نے مجھے اپنے والد کے انتقال پر غم سے مضمحل ہوکر زار زار روتے نہیں دیکھا۔ تو اس کی وجہ محض یہ تھی کہ تمہاری آمد کی خوشی نے میرے جذبات غم کو مغلوب کر دیا۔ میں نے تمہاری خاطر اپنے رنج والم کے ظاہری آثار کو جہاں تک ممکن تھا سکون کے پردہ میں چھپایا۔ کیونکہ ایسی ناقابل بیان خوشی کے موقع پر جیسی اس وقت مجھے حاصل ہوئی ہے۔ میں اپنے آپ کو افسردہ و غمگین ظاہر کرنا نہ چاہتی تھی۔"

مسٹر ریڈکلف نے اندرا کو تسکین دی۔ جس کے بعد ان میں باقی معاملات پر گفتگو ہونے لگی۔ جن کا اب تک صرف اشارتاً ذکر ہوا تھا۔ مگر ہمارے لئے اس گفتگو کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ دونوں میں بہت دیر تک بعض اہم معاملات پر باتیں ہوتی رہیں۔

آخر رات کے دس بج چکے تھے۔ جب کلیمنٹ ریڈکلف اندرا سے رخصت ہوا۔ اور وہ نازنین اس رات کے دو اہم واقعات پر جو اتنے متضاد و متخالف تھے جن میں سے ایک باعث رنج اور دوسرا منبع خوشی تھا۔ غور کرنے لگی۔ ہندوستانی خادمہ سگونہ نے سب باتیں دروازہ کے ساتھ کان لگا کر سن لی تھیں۔ پھر جب اس نے معلوم کیا کہ مسٹر ریڈکلف جا رہے ہیں۔ تو فوراً وہاں سے ہٹ کر ڈیوڑھی میں چلی گئی۔ مسٹر ریڈکلف خادمہ کی سیاہ باطنی سے بے خبر زینہ سے اتر کر ڈیوڑھی میں پہنچا۔ مگر جس وقت سگونہ دروازہ کھولنے لگی۔ تو اسے اس کی خوشنما موٹی آنکھوں کی غیر معمولی چمک دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ ایک لمحہ کے لئے اسے ان کے اندر ایک خوفناک۔ فوق الفطرت روشنی نظر آئی۔ اور وہ اسے دیکھ کر ڈر گیا۔ اس کے ساتھ ہی یاد آیا کہ ایسی ہی غیر معمولی روشنی میں نے اندرا سے پہلی ملاقات کے موقعہ پر اس کی آنکھوں میں دیکھی

تھی۔ وہ رُک گیا۔ اور سگونہ سے اس تیکھی نگاہ کی وجہ پوچھا چاہتا تھا۔ کہ خادمہ کی آنکھیں دفعتاً جھک گئیں۔ اس کا انداز ادب آمیز ہو گیا۔ اور ریڈ کلف اس سے سوال کی جرأت نہ کر سکا شب بخیر کہہ کر وہ مکان سے باہر نکلا مگر جس وقت باغ سے گذر کر اس گلی کی طرف جا رہا تھا جو بنگلہ کو شاہراہ سے ملحق کرتی تھی تو اُسے ہر قدم پر یہی معلوم ہوا کہ سگونہ کی سیاہ آنکھوں کی خوفناک چمک نظر نہ آنے والے آسیب کی طرح قدم قدم پر ساتھ چل رہی ہے۔

باب ۹۵۔

غیبی ہاتھ

اس کے دوسرے دن غروب آفتاب کے وقت قصر اوک لینڈس کے پاس دو آدمی جو بہت دیر اکٹھے سیر و گفتگو کرتے رہے تھے۔ مصافحہ کے بعد جدا ہوئے۔ ان میں سے ایک ڈیوک آف مارچ مونٹ کا عمر رسیدہ داروغہ پردس تھا۔ جو اس محل کی طرف لوٹا۔ اور دوسرا کلیمنٹ ریڈکلف جو تیز چلتا ہوا کھیتوں کی راہ سے اس جھونپڑی کی طرف ہو لیا۔ جہاں ان تین چار موقعوں پر جب اسے اوک لینڈس آنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے سکونت کا انتظام کیا تھا۔

چند منٹ کے عرصہ میں وہ اس سڑک پر جا پہنچا۔ جہاں سے قریباً پاؤ میل فاصلہ پر جھونپڑی واقع تھی۔ لیکن اس مختصر رستہ میں ہی اُسے ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ یعنی جس وقت وہ سڑک پر چل رہا تھا۔ تو رستہ کے ایک جانب کسی عورت کو جھاڑیوں کے سایہ میں پڑے ہوئے دیکھا۔ پاس گیا تو معلوم ہوا۔ اوندھے منہ بے حرکت پڑی ہے۔ خیال آیا شاید مر چکی ہے۔ آگے بڑھ کر اُسے فرش زمین سے اُٹھایا۔ اور شام کے دھندلکے میں جہاں تک نظر کام کر سکی دیکھا کہ عورت خوش پوش۔ دراز قامت اور ایک حد تک قبول صورت ہے۔ صحیح معنوں میں خوبصورت نہ سہی۔ بہر حال بدصورت بھی نہ تھی۔ عمر قریباً تیس سال مگر چہرہ سے تکلیف و مصیبت کے آثار نمودار تھے۔ آنکھیں بند۔ مگر حرارت بدنی قائم تھی۔ اس سے یہ تشویش تو رفع ہوئی کہ وہ مر چکی یا ہلاک کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ نہ تو کسی جرم شدید کا شکار ہوئی۔ نہ فاقہ۔ تھکن۔ یا قدرتی موت سے مری تھی۔

مسٹر ریڈکلف کی سکونتی جھونپڑی یہاں سے بہت دور نہ تھی۔ پس وہ عورت کو پائنتوں

برداشت کر کے اس طرف لے چلا۔ جھونپڑی کی مالکہ عورت نے بھی کسی طرح کا اعتراض نہ کیا۔ کیونکہ مسٹر ریڈ کلف روپیہ پیسے کے معاملہ میں فیاض تھا۔ بیہوش عورت کو ایک چارپائی پر لٹا دیا گیا۔ اور اسے ہوش میں لانے کا معمولی عمل شروع ہوا۔ مگر بہت دیر یہ حالت رہی کہ وہ کبھی آنکھیں کھولتی۔ کبھی پھر بند کر لیتی تھی۔ اور جب کھولتی تو معلوم ہوتا کہ واقعات پیش آمدہ کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

"کم از کم یہ کوئی معمولی گداگر عورت نہیں۔" مسٹر ریڈ کلف نے اس بوڑھی عورت سے جس کی جھونپڑی میں رہا کرتا تھا کہا۔ "ممکن ہے اسے کسی مرض کا دورہ ہوتا ہو..."

"یا تھک کر گر گئی ہو۔" عورت نے کہا۔ "کیونکہ اس کا جوتا اور جرابیں پھٹی ہوئی اور پاؤں زخمی اور خون آلودہ نظر آتے ہیں۔ ٹھیرئے میں گرم پانی کا بھپارہ کرتی ہوں۔ اس سے امید ہے فائدہ ہوگا۔"

"اچھا کرو" مسٹر ریڈ کلف نے کہا۔ "مگر کسی طرح یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ کون ہے۔ کیا عجب"۔ اس نے پگلی مین کے واقعات کو یاد کر کے جلدی سے کہا۔ "کیا عجب کوئی بدنصیب دیوانی ہو۔ جو دوستوں کو چھوڑ کر بھاگ آئی ہے۔ کیونکہ اس کا لباس برا نہیں۔ نہ عام حالت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی محتاج آوارہ گرد ہے۔ خیر میں دوسرے کمرہ میں جاتا ہوں۔ تم اس کے لباس کی اچھی طرح تلاشی لے کر دیکھو۔ شاید کوئی چھٹی یا کاغذ اس قسم کا مل جائے۔ جس سے اس کی شخصیت معلوم ہو۔"

یہ واقعات جھونپڑی کی خوابگاہ میں پیش آئے تھے۔ اب مسٹر ریڈ کلف وہاں سے چل کر کمرہ نشست میں گیا۔ جہاں اس کی سکونت تھی۔ جھونپڑی کی مالک مسز ریو۔ عورت قریبا دس منٹ کے عرصہ میں کئی چیزیں لے کر اس کے پاس پہنچی۔

کہنے لگی۔ "دیکھئے۔ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ یہ عورت کوئی آوارہ گرد فقیرنی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی جیب میں سونے چاندی کے سکوں کا بھرا ہوا بٹوہ۔ کچھ زیورات اور یہ سربمہر پلندہ ہے۔"

"کیا اب پوری طرح ہوش میں آ چکی ہے؟" ریڈ کلف نے پوچھا۔

"اسی طرح آنکھیں کھولتی اور بند کر لیتی ہے۔" عورت نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے۔ عنقریب ہوش میں آجائے گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ میں اس کے متعلق کیا کرنا چاہیئے۔ اگر اس کے

دوست یاد شتہ دار ہوں . . "

یہی خیال میرے دل میں ہے" مسٹر ریڈ کلف نے کہا "عام حالات میں میں کسی کے نجی کاغذات کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ مگر اس وقت ایسا کرنا ضروری ہے۔ تم واپس جا کر اس عورت کو ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔ میں اس پیکٹ کو کھول کر دیکھتا ہوں۔ شائد اس سے اس کی شخصیت کا حال معلوم ہو جائے۔"

عورت چلی گئی۔ تو مسٹر ریڈ کلف نے پیکٹ کی مہر توڑ ڈالی۔ اس میں سے ایک چھٹی برآمد ہوئی جس کا پتہ دیکھ کر وہ بے اختیار چونک گیا۔ اور بے تامل چھٹی کا مضمون پڑھنے لگا۔ خط لمبا۔ مگر مسٹر ریڈ کلف کے لئے غیر معمولی طور پر دلچسپ تھا۔ اُسے پڑھ کر وہ تھوڑی دیر گہری فکر کی حالت میں رہا۔ پھر اپنے آپ سے کہنے لگا "کچھ شک نہیں کہ خالق حقیقی کا اپنا ہاتھ۔ پُراسرار طریق پر اس راز کو حل کر رہا ہے۔ شہادت کی زنجیر میں یہ ایک اور زبردست کڑی اتفاقاً مل گئی۔ مگر معلوم نہیں۔ یہ عورت کون ہے۔"

اس کے چند منٹ بعد جھونپڑی کی مالکہ واپس ہوئی۔ اور بولی "کہئے معلوم ہوا عورت کون ہے ؟"

"نہیں" ریڈ کلف نے جواب دیا۔ "مگر اب میں اس کی شخصیت معلوم کرنے کے لئے پہلے سے زیادہ بے چین ہوں۔ حسن اتفاق سے اس خط میں ایک ایسے معاملہ کا ذکر ہے۔ جس سے مجھے گہری دلچسپی ہے۔ مگر اس سے عورت کی شخصیت بالکل معلوم نہیں ہوتی۔ کیا اب اُسے پوری طرح ہوش آ گیا ؟"

"نہیں وہ تو بدستور بے حس پڑی ہے۔" عورت نے جواب دیا "دو تین بار آنکھیں کھولیں۔ اس نے لبوں کو اس طرح حرکت دی تھی۔ گویا کچھ کہنا چاہتی ہے۔ مگر کہہ نہ سکی۔ فرمائیے اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ میرا آدمی بھی گاؤں سے واپس آ گیا۔" یہ آخری الفاظ اس نے باہر کا دروازہ کھلنے اور برآمدہ میں کسی کے پاؤں کی چاپ سننے کے بعد کہے۔

"تم اسے جا کر پھر گاؤں میں بھیجدو۔ کہ وہاں سے کسی ڈاکٹر کو بلا لائے" مسٹر ریڈ کلف نے صلاح دی۔

عورت نے جا کر اُسے فوراً گاؤں کو بھیجا۔ اور خود اسی کمرہ میں آ گئی۔ جہاں مسٹر ریڈ کلف بیٹھا تھا۔

وہ کہنے لگا "میں تھوڑی دیر کے لئے باہر جاتا ہوں۔ تم اتنے میں اس عورت کو ہوش میں لانے کی کوشش جاری رکھو۔ جس وقت ڈاکٹر آئے۔ تو اس سے کہنا یہ ہمیں بیہوشی کی حالت میں سڑک پر پڑی ہوئی ملی تھی۔ ضرورت ہو۔ تو اس کی جیب سے نقدی اور زیورات ملنے کا بھی ذکر کر دینا۔ مگر اس پیکٹ کا حال بالکل نہ کہنا۔ کیونکہ بعض وجوہ سے میں سر دست اسے اپنے پاس ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر میرے آنے سے پہلے پوری طرح ہوش میں آ کر اپنی چیزیں طلب کرے تو کہہ دینا تمہاری نقدی اور زیور محفوظ ہیں۔ اور پیکٹ اس شخص کے پاس ہے۔ جس نے تمہیں سڑک پر پڑے پایا تھا۔ یہ بھی کہنا کہ اس نے اُسے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اور وہ اس کے متعلق تم سے کچھ گفتگو کیا چاہتا ہے"۔

اتنا کہہ کر مسٹر ریڈکلف نے لبادہ پہن لیا۔ کیونکہ رات سرد اور دھند پھیلنے لگی تھی۔ جھونپڑی سے نکل کر وہ تھوڑی دور سڑک پر چلا۔ پھر کھیتوں کی راہ سے اوک لینڈس کی طرف ہو لیا اب رات کے نو بج چکے تھے۔ اور دھند زیادہ کثیف ہوتی جا رہی تھی۔ اس تاریکی میں کوئی اجنبی یقیناً قصر اوک لینڈس تک نہ پہنچ سکتا۔ مگر ریڈکلف بظاہر اس زمین کے چپہ چپہ سے واقف تھا۔ وہ بہت جلد ڈیوک کے عظیم الشان دیہاتی محل کے پائیں باغ میں پہنچ گیا۔ اور وہاں ایک سنگی مجسمہ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ جس کے چند منٹ بعد داروغہ پروس وہیں اس سے آ ملا۔

دونوں میں بہت کم گفتگو ہوئی جس کے بعد وہ اکٹھے محل کی طرف ہو لئے۔ تھوڑا آگے چل کر وہ ایک شیشہ کے بنے ہوئے وسیع مکان میں پہنچے۔ جس کے اندر نازک پودوں کو سردی وغیرہ سے بچانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ یہ جگہ محل کے ایک پہلو میں اس طرح بنی ہوئی تھی۔ کہ اس جانب کے تین کمروں کی کھڑکیاں اس کے اندر کھلتی تھیں جس سے ناظرین سمجھ لیں گے کہ اس مکان اور ان کمروں میں آمد و رفت کا ذریعہ موجود تھا۔ اس کے علاوہ اس جگہ کا ایک دروازہ باغ کی طرف بھی کھلتا تھا۔ پروس اور ریڈکلف اس دروازہ کی طرف چلے۔ بڈھے داروغہ نے اسے ایک کنجی کی مدد سے جو اس کے پاس تھی کھولا۔ مسٹر ریڈکلف داخل ہوا۔ پروس نے باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ اور تیز چلتا ایک اور رستہ سے محل میں داخل ہو گیا۔

جن تین کمروں کی کھڑکیاں پودہ خانہ میں کھلتی تھیں۔ ان میں سے ایک کھانا کھانے کا کمرہ تھا۔ ایک کتب خانہ اور ایک انٹا کھیلنے کا کمرہ۔ مگر اس وقت صرف ایک کمرہ میں جو کھانا کھانے کے لئے مخصوص تھا۔ لمپ جلتا تھا۔ یہاں دو آدمی کھانے کی میز پر جہاں فواکہات اور شراب

موجود تھی۔ بیٹھے تھے۔ ایک ڈیوک آف مارچ مونٹ تھا اور دوسرا آنریبل ولسن سٹینھوپ۔

ان نادر و نایاب پودوں کے اندر جنہیں دور افتادہ گرم ملکوں سے لا کر محفوظ رکھا گیا تھا بڑی احتیاط سے چلتا ہوا مسٹر ریڈکلف بے آواز اس کھڑکی کے پاس پہنچا جس کے پاس ڈیوک اور اس کا مہمان کھانا کھانے کی میز پر بیٹھے تھے۔ کھڑکیوں کے اندر پردے تنے ہوئے تھے۔ اس لئے گو پودہ خانہ میں ہلکی مدہم روشنی داخل ہوتی تھی۔ تاہم ان لوگوں کو جو کمرہ میں بیٹھے تھے۔ باہر کا حال بالکل نظر نہ آتا تھا۔ پردوں کے درمیانی شگاف کی راہ سے مسٹر ریڈکلف نے انہیں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اور انتہائی احتیاط کے ساتھ کھڑکی کھولی۔ یہ بیان کرنا غیر ضروری ہوگا۔ کہ اس بارہ میں ضروری ہدایات پہلے سے پیشتر سے دے دی تھیں۔ اور یہ بھی کہہ دیا تھا۔ کہ کھڑکی ہاتھ لگانے سے فوراً کھل جائے گی۔ چنانچہ اسی طرح ہوا۔ اور ریڈکلف نے کھڑکی کو دو تین انچ کھول کر اس گفتگو کو جو ڈیوک اور اس کے دوست میں ہو رہی تھی۔ سننا شروع کیا۔

پودہ خانہ کی تعمیر ایسی مکمل اور پودوں کو سردی سے محفوظ رکھنے کے لئے اس جگہ کی ہوا مصنوعی طریق پر اتنی گرم تھی۔ کہ نیم باز کھڑکی کی راہ سے ہوا سے سرد کا کوئی جھونکا کھانے کے کمرہ میں داخل نہیں ہوا۔ گویا ڈیوک اور مسٹر سٹینھوپ کو کھڑکی کھلنے کا گمان تک نہ ہو سکا واضح ہو کہ کھانا کھانے کی میز پر مسٹر سٹینھوپ ریڈکلف کی طرف پیٹھ کئے بیٹھا تھا۔ اور ڈیوک آف مارچ کا منہ اس طرف تھا۔

دونوں میں بظاہر کسی اہم معاملہ پر باتیں ہو رہی تھیں۔ یکایک سٹینھوپ نے شیشہ کی ایک نفیس صراحی سے شراب ناب کا جام لبالب بھرتے ہوئے کہا۔ "اب مہربانی سے تفصیل بیان کیجئے۔"

"ٹھہرو۔ اس کا وقت بھی آتا ہے۔" ڈیوک نے جواب دیا۔ "تھوڑی سی اور پی لو۔"

"معاف کیجئے۔ اگر بادہ نوشی نے حواس پر اثر کیا۔ تو پھر آپ کی ہدایات سمجھنے سے قاصر رہوں گا۔" ولسن سٹینھوپ نے کہا۔ "غالباً وہ کوئی نہایت نازک معاملہ ہے۔ جس پر آپ گفتگو کیا چاہتے ہیں۔ اس کی تفصیل سننے کے لئے دماغ تیز ہونا چاہئے۔"

"بے شک معاملہ اہم ہے۔" ڈیوک نے جواب دیا۔ "یہ بات میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔"

"لیکن میری رائے میں اس کی اہمیت آپکے سرسری بیان سے بہت زیادہ ہے۔" سٹینھوپ نے کہا۔ "پہلے آپ نے کلیرنڈن ہوٹل میں اس پر گفتگو کرنے کا وعدہ کیا تھا۔۔۔"

"ہاں مگر تفصیل بیان کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔" ڈیوک نے جواب دیا۔ "محض اتنا کہا تھا کہ سٹراب پلا کر تمہیں حسین میرین کے پاس لے چلوں گا جسے میں تمہارے حوالہ کر چکا ہوں۔ تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے اس وعدہ کو پورا کیا۔ فی الحقیقت سٹینہوپ میں اپنا ہر ایک وعدہ پورا کرتا رہا ہوں۔ چنانچہ جن پانسو پونڈ کا اقرار میں نے تم سے کیا تھا۔ وہ بھی تمہارے حساب میں جمع ہو چکے ہیں۔۔۔"

"میں آپ کی عنایات تسلیم کرتا ہوں۔" سٹینہوپ نے قطع کلام کر کے کہا۔ "مگر ان نئے احسانات کی عظمت جتلا رہی ہے کہ وہ کام جس کے لئے آپ میری خدمات چاہتے ہیں معمولی نہیں ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ آپ اس معاملہ کا ذکر لندن ہی میں نہ کرتے۔ اور اس کے لئے خاص طور پر یہاں بلاتے۔۔۔"

"محض اس لئے کہ یہاں تخلیہ میں اطمینان سے گفتگو ہو سکتی ہے۔ اور اس کا بھی خوف نہیں کہ کوئی ہماری باتوں کو سن نہ لے۔" مارچ مونٹ نے کہا۔

"چلئے یوں ہی سہی۔" سٹینہوپ نے جواب دیا۔ "مگر اب یہ ذکر بہت عرصہ ملتوی نہ رہنا چاہیئے۔ تشویش کی حالت انسان کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ اس لئے جو کام ہو ظاہر کیجئے کہ میں اسے کرنے کی تیاری کروں۔ موجودہ حالت میں میرے قیاسات اندھے کے اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے کے برابر ہیں۔۔ مگر ہاں اس کا خیال رہے۔ کہیں یہ کام بھی ہمارے پچھلے کام کی طرح ادھورا نہ رہ جائے۔ یعنی وہ جو ڈچس کے خلاف شروع کیا گیا تھا۔ حالانکہ اس بارہ میں جو کچھ ہوا۔ اس میں میرا کچھ قصور نہ تھا۔۔"

"اس کا ذکر جانے دو۔" ڈیوک نے بے صبری سے قطع کلام کر کے کہا۔ "میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ ایسی ناگوار باتوں کی یاد دہانی بے ضرورت ہے۔"

"اچھا تو نئے کام کا ذکر کیجئے۔"

"سنو۔" ڈیوک نے بڑا اہمیت لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "میں جانتا ہوں۔ تم شاہ خرچ آدمی ہو۔ عیش پسندی اور عیش پرستی تمہاری گھٹی میں پڑ چکی ہے۔ پانسو کی رقم جو میں نے تمہارے حساب میں جمع کرائی ہے۔ وہ تمہارے اخراجات کے سمندر میں قطرہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ فی الحقیقت اے دوست جیسی طبیعت خدا نے تمہیں دی ہے۔ اس کے مطابق تو تمہیں سینکڑوں کا نہیں ہزاروں کا مالک ہونا چاہیئے۔۔۔"

"اگر سرکار کا منشا اس مہیب سے میرے لئے ہزاروں کا سامان کرنے کا ہے۔" اسٹینہوپ نے خوش ہو کر کہا۔ "تو میں پہلے ہی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرا تو قول ہے کہ دنیا میں روپیہ ہی سب کچھ ہے۔ اور جسے لوگ جادو طلسم کہتے ہیں وہ درحقیقت روپیہ کے حرفوں میں بند ہے۔"

ڈیوک نے دیکھا کہ بری شیشہ میں اتر آئی۔ کہنے لگا۔ "بس تو یہی روپیہ جس کے تم ایسے قدر دان ہو بلا دقت حاصل کیا جا سکتا ہے۔" پھر دبی آواز سے اس نے کہا۔ "میرے دوست پانچ نہیں سو نہیں۔ پندرہ ہزار پونڈ میں اس صورت میں تمہاری نذر کر سکتا ہوں کہ میرا کام کرنا منظور کرو۔"

پردہ خانہ میں کھڑے ہوئے ریڈکلف نے بھی محسوس کیا کہ مسٹر سٹینہوپ اس اظہار کو سن کر حیرت زدہ ہو گیا ہے بے شک وہ اس کی صورت نہ دیکھ سکتا تھا۔ مگر اس کا انداز تحیر اور وہ سکوت طویل جو اس اطلاع کے بعد حائل ہوا۔ ظاہر کرتا تھا کہ وہ میزبان کے چہرہ کو فرط حیرت سے گھور رہا ہے۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ کی اپنی آنکھیں انداز تجسس سے سٹینہوپ کے چہرہ پر لگی ہوئی تھیں۔ گویا وہ خیالات کو الفاظ کی صورت دینے سے پہلے نگاہ سے منشا ظاہر کرنا چاہتا تھا اصل یہ ہے کہ جب ایک بدمعاش دوسرے سیاہ کار سے گفتگو کرتا ہے۔ تو اس خیال سے وہ بھی گھبراتا ہے کہ اپنے مطلب کو اس کی خوفناک عریانی میں کیسے ظاہر کروں۔ لمپ کی روشنی میں مارچ مونٹ کا چہرہ صاف نظر آتا تھا۔ اور ریڈکلف نے باہر کھڑے ہوئے دیکھا۔ وہ چہرہ جو چند منٹ پہلے شراب کے اثر سے سرخ تھا۔ اب دفعتاً انتہا درجہ زرد ہو گیا۔ اور اس پر کچھ ایسے خوفناک آثار نمودار ہوئے۔ جنہیں دیکھ کر ریڈکلف بھی کانپ گیا۔ شاید اس کے منہ سے کراہنے کی آواز نکل جاتی۔ مگر یہ خوف دامنگیر تھا کہ جو کچھ میں دیکھ اور سن رہا ہوں۔ وہ ایک راز ہے۔ جس کا افشا قبل از وقت غیر مناسب ہو گا۔

"اتنی بے شمار دولت"! آخر کار سٹینہوپ نے اس طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے حیرت و بے اعتمادی کے لہجہ میں کہا۔ "آپ مجھے پندرہ ہزار پونڈ دینا چاہتے ہیں۔ تو بندہ نواز یقیناً یہ" کہتے ہوئے اس کی آواز دفعتاً گلوگیر ہو گئی۔ "جو کام آپ کرائیں گے وہ بھی کسی انسان کی ہلاکت سے کم نہ ہو گا۔"

"بالفرض ایسا ہو۔" ڈیوک نے ایسی مدھم آواز سے جو کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے ریڈکلف کو بمشکل سنائی دی کہا۔ "تو کیا تمہیں اس سے انکار ہو گا۔۔۔؟"

"انکار۔ مجھے ہا ہا ہا!" سٹینہوپ نے خوفناک قہقہہ لگا کر کہا۔ "واللہ آپ میرا کیا نہ [illegible]

کرتے ہیں۔ یا شاید آپ کو مذاق کی سوجھی ہے ؟

"فرض کرو۔ میں مذاق نہیں کرتا۔" ڈیوک نے وقار و تمکنت سے کہا۔ "فرض کرو جو کچھ میں کہتا ہوں وہ صحیح ہے . . . ."

"تو اس صورت میں میں یہی جواب دونگا۔" سٹینہوپ نے جلدی سے کہا۔ "کہ ایک ایسے آدمی کو جس کی مالی حالت انتہا درجے بگڑی ہوئی تھی۔ اور جس کا آئے دن بگڑتے رہنا بعید از قیاس نہیں۔ اپنے قابو میں لا کر اس کی راہ میں زبردست تحریص پیش کرنا آپ کو خوب آتا ہے . . . مگر نہیں جو آپ کہتے ہیں وہ صحیح نہیں ہو سکتا۔"

"بخدا میں بالکل صحیح کہتا ہوں۔" ڈیوک نے معاملہ کو زیادہ طول دینا غیر ضروری سمجھ کر فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

"یعنی آپ سچ مچ کسی کو قتل کرانا چاہتے ہیں؟" سٹینہوپ نے پوچھا جس کے بعد پھر طویل وقفہ حائل ہوا جس میں دونو ایک دوسرے کو اس انداز خاص سے دیکھتے رہے جس سے دو شیطان ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔

"سنو۔ جو میں کہتا ہوں۔ اسے غور سے سنو۔" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے آخر کار کہا۔ "ہم اس وقت ایک بند مکان میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کوئی ہماری باتیں نہیں سنتا سارا حال سن کر اگر تم میرا کہا مان لو۔ تو بہتر۔ بالفرض سب کچھ کہلوا کر انکار کر دو۔ تو مت سمجھنا کہ مجھ پر کوئی بے جا اقتدار رکھ سکو گے یاد رکھو اگر تم نے غداری کی۔ اور ہماری اس وقت کی گفتگو کا ایک لفظ بھی کسی سے کہا تو میں فوراً انکار کر دوں گا۔ اور ڈیوک آف مارچ مونٹ کے انکار کے سامنے تمہارے اصرار کو ذرا وقعت حاصل نہ ہوگی میں سب باتیں صاف صاف کہہ رہا ہوں۔ کیونکہ ایسے معاملہ میں صاف گوئی کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔"

"واقعی آپ بہت اچھا کر رہے ہیں۔" سٹینہوپ نے جواب دیا۔ "مگر آگے کہئے۔ سب حال بیان کرنے میں ہرج نہیں۔"

"تفصیل مختصر ہے۔" ڈیوک نے جواب دیا۔ "اور تمہیں فیصلہ کرنے سے پہلے بہت دیر سوچنے کی بھی حاجت نہ ہوگی۔ واقعہ میں ایک عورت . . . تم اسے عورت کہہ لو۔ یا خاتون . . . بعض طریقوں سے میرے معاملات میں بے طرح اُلجھ چکی ہے۔ ممکن ہے میرے لئے اس کی طرف سے حقیقی خوف کا کچھ بھی امکان نہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے وار کے لئے موقعہ کا انتظار کر رہی ہو

بہرحال دوراندیشی اس میں ہے کہ آخری صورت صحیح سمجھی جائے۔ پس صاف لفظوں میں اس عورت کو دشمن سمجھ کر میں یہ چاہتا ہوں کہ اسے ... تو بہ وہ لفظ کیوں ادا نہیں ہوتے ... اسے اپنی راہ سے ہٹوا دوں۔ بس زیادہ مت پوچھو۔ اور جواب دو۔ کیا اس کام میں تم میری امداد کے لئے تیار ہو؟"

"سنئے سرکار" ولسن سٹینہوپ نے جلدی سے کہا۔ "اس بے شمار دولت کے عوض جس کا لالچ آپ مجھے دے چکے ہیں، میرے لئے اس کام کو یا کسی کام کو جو میرے سپرد کیا جائے کرنے نہ کرنے کا فیصلہ بہت آسان ہے، میں طالب زر ہوں۔ اس لئے میرا جواب اثبات میں ہے۔ میں آپ کی مدد کروں گا۔ مگر ایک شرط پر جو یہ ہے کہ ایسا نہ ہو اس کام میں اپنی گردن پھانسی کے پھندے میں پھنسوانی پڑے۔ اگر نوبت یہاں تک آنی ہے تو بندہ سلام کرتا ہے۔ جان اور مال کے مقابلہ میں انسان کو جان زیادہ عزیز ہے۔ البتہ اگر آپ نے اس تجویز کی تکمیل کے لئے کوئی خاص ترکیب سوچی ہے ..."

"ترکیب میری سوچی ہوئی ہے۔" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے جواب دیا۔ "جس عورت کا میں ذکر کرتا ہوں۔ وہ عموماً سرشام سیر مارچ کو نکلا کرتی ہے۔ اور گو ستمبر کا مہینہ شروع ہو چکا ہے تاہم اپنے خیالات کی محویت میں وہ سردی اور تاریکی کا بھی خیال نہیں کرتی۔ بعض اوقات ایک اور نوجوان عورت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک خادمہ۔ مگر کبھی کبھی وہ تنہا بھی نکلتی ہے۔ کیونکہ گذشتہ دو ہفتے کے عرصہ میں میں نے کئی بار اُسے اکیلا پھرتے دیکھا ہے ..."

"آگے کہیئے" سٹینہوپ نے گلاس کو شراب سے پُر کرتے ہوئے کہا۔

"اب تمہارا کام فقط یہ ہوگا۔ کہ وہ موقعہ تلاش کرو۔ جب وہ تنہا ہو" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے کہا۔ "اس کے مکان تک جانے کے کئی رستے ہیں۔ اس لئے تم چھپ کر وہاں جا سکتے ہو ..."

"ٹھیرئے سرکار" ولسن سٹینہوپ نے جلدی سے کہا۔ "جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ٹھیک اور اس کا مطلب بھی صحیح۔ آپ چاہتے ہیں۔ اس دشمن عورت کو تنہائی میں خنجر یا پستول سے آپ کی راہ سے ہٹا دیا جائے۔ اور یہ غیر ممکن نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کام ہو جانے پر اس کی کیا ضمانت ہوگی۔ کہ آپ مجھے حسب وعدہ انعام دیں گے۔ میری رائے میں انعام کا روپیہ پہلے مل جانا چاہیئے۔"

"پھر میرا اطمینان کیونکر ہوگا۔ کہ تم روپیہ وصول کرکے کام کرنا منظور کر دگے؟" ڈیوک نے پوچھا۔

"دیکھئے اب اس معاملہ کی دقتیں نظر آئیں" ولسن سٹینہوپ نے سرد مہری سے کہا۔ "صاف لفظوں میں ہم ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ آپ پہلے انعام نہ دیں گے۔ اور میں انعام لئے بغیر کام نہ کروں گا۔ معاف فرمائیے یہ کام یوں نہ ہوگا۔ کیونکہ فرض کیجئے۔ میں نے آپکے حکم کی تعمیل کردی اور کام ہوگیا۔ اس کے بعد آپکے پاس روپیہ مانگنے آیا۔ اور آپ نے پارسا بن کر مجھے دھتکار دیا۔ تو میری فریاد کون سنے گا؟ اور میرے لئے تلافی کی کونسی صورت ہوگی؟ دھمکانا بیکار ہوگا۔ کیونکہ آپ میری دھمکیوں کو آسانی سے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ میرے لئے ان دھمکیوں کو عمل میں لانا بھی داخل حماقت ہوگا۔ کیونکہ آپ پر تو ان کا اثر ہوگا نہیں۔ البتہ میں جرم قتل میں پھانسی پا جاؤں گا۔"

"تب کیا تمہیں انکار ہے؟" مارچ مونٹ نے مضطرب ہوکر پوچھا

"ہاں" ولسن سٹینہوپ نے جواب دیا۔ "سوا اس صورت کے کہ اس معاوضہ کا ہر ایک شلنگ آپ پہلے ادا کردیں... یا ٹھہرئیے۔ ایک ترکیب اور بھی ہے۔ جس سے معاملہ فریقین کے اطمینان کے مطابق طے ہو سکتا ہے۔ آپنے پندرہ ہزار پونڈ کا وعدہ کیا ہے۔ اس کا نصف ساڑھے سات ہزار پہلے دے دیجئے۔ باقی کے لئے میں آپ پر بھروسہ کرتا ہوں جب کام ہو جائے تب ادا کر دیجئے"

ڈیوک آف مارچ مونٹ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ چہرہ پر فکر و اضطراب کی علامات نمودار تھیں۔ پھر دفعتاً بولا۔ "مجھے منظور ہے۔"

"اچھا تو ساڑھے سات ہزار کا چک دیجئے۔ اور اس عورت کا بھی حال بیان کیجئے۔ کہ میں پھر ضروری کارروائی عمل میں لاسکوں۔"

"بہت اچھا" ڈیوک نے کہا۔ "چک بک یہیں کہیں ہوگی۔ سہ پہر کو لندن سے آتے ہوئے لکھنے کا بکس ساتھ ہی لیتا آیا تھا۔۔"

اتنا کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور پاس ہی دوسری میز پر جاکر وہ خریطہ جس میں نوشت کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اٹھا لایا۔ دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر اس نے اسے کھولا۔ اور چک بک نکالی۔ اس کے ساتھ ہی ریڈ کلف نے جو ساری کارروائی کو شروع سے آخر تک دیکھتا اور سنتا رہا تھا۔ کھڑکی کو اتنا کھول دیا۔ کہ اب وہ اس کی دہلیز پر کھڑا ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مخفی نہ رہے

وہ کھڑکیاں جو پردہ خانہ کی طرف کھلتی تھیں۔ سب کی سب فرش زمین تک بنی ہوئی تھیں۔ گویا ایک طرح سے کھڑکیاں نہیں۔ چھوٹے دروازے تھے۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ اس وقت اس نے کھلا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ اب کھڑکی کھول کر اس نے اپنا دایاں بازو انداز تنبیہہ سے اونچا اٹھایا۔ اس طرح لبادہ کا کپڑا اچھل جانے سے اس کا چہرہ تاریکی میں رہا۔ کیونکہ میز پر رکھے ہوئے لیمپ کی روشنی براہ راست اس کے منہ پر نہیں پڑتی تھی۔ اب حالت یہ تھی کہ اگر ڈیوک آف مارچ مونٹ اسی جگہ سے جہاں بیٹھا ہوا تھا نظر اٹھا کر دیکھتا تو ریڈ کلف کا چہرہ دھندلی صورت میں نظر آنا یقینی تھا۔ دائیں ہاتھ کو سیدھا اٹھا کر بائیں سے کھڑکی کے پردہ کو ایک طرف ہٹایا اور تھام لیا۔ اور اس کے بعد اپنی جگہ پر بے حرکت کھڑا ہو گیا۔

چیک لکھتے ہوئے ڈیوک نے ولسن سٹینہوپ سے کہا۔ "دیکھو کل جب تم بنک میں پیش کرو تو غیر معمولی خوشی ظاہر کرنا۔ بلکہ سرسری طور پر انداز فخر سے یہ بھی کہہ دینا۔ رات قسمت یاور تھی کہ اتنا روپیہ تاش کی بازی میں جیت لیا ۔۔۔ سمجھے؟"

جس وقت ڈیوک نے یہ الفاظ کہے تو فقط چیک کی تاریخ لکھی تھی۔ مزید خانہ پری باقی تھی۔ آخری فقرہ پر اس نے آنکھ اٹھا کر اپنے سیاہ کار مہمان کی طرف دیکھا تو ناگاہ اس کی نظر ریڈ کلف کے چہرہ پر بھی جا پڑی۔ جو کسی منتقم دیو کی طرح بازو اٹھائے کھڑکی میں بے حرکت کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ڈیوک کے منہ سے کلمہ خوف نکلا۔ بے اختیاری میں قلم ہاتھ سے گر گیا دماغ چکرایا۔ اور وہ بیہوش ہو کر فرش زمین پر گر پڑا۔

ریڈ کلف نے فوراً ایک قدم ہٹ کر کھڑکی بند کی۔ اور تیز جاتا پردہ خانہ سے باہر نکل گیا۔ اس مکان کا دروازہ بند اور مقفل کر کے وہ باغ میں اسی بت کے پاس پہنچا۔ جہاں نصف گھنٹہ پیشتر بردین سے ملاقات ہوئی تھی۔ بڈھا داروغہ قریباً دس منٹ پہلے وہاں آ کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ ریڈ کلف نے جلدی سے کچھ کہا۔ پھر پردہ خانہ کی کنجی اس کے حوالہ کر کے رخصت ہو گیا۔

باب - ۹۶

عورت کون تھی؟

ڈیوک آف مارچ مونٹ کو پہلے متحیر پھر مضطرب۔ اس کے بعد بیہوش ہوتے دیکھ کر آزمیل ولسن

سٹیہوپ کو سخت تعجب ہوا۔ اور اسی حیرت و اضطراب میں اسے ڈیوک کی پریشانی کا سبب معلوم کرنے کے لئے پیچھے مڑ کر دیکھنے کا بھی خیال نہیں آیا۔ ڈیوک کو گرتے دیکھ کر وہ اُسے اُٹھانے کے لئے بڑھا۔ اور اس کے بہت دیر بعد جب اس نے کھڑکی پر نظر ڈالی۔ تو پردہ بے حرکت اور دروازہ بند تھا۔ سٹیہوپ حیران تھا۔ کہ ڈیوک کے اتنا گھبرا لینے اور بیہوش ہونے کی وجہ کیا ہوئی۔ بہرحال موجودہ حالت میں نوکروں کو طلب کرنا نامناسب تھا۔ پس خود ہی ڈیوک کو اُٹھا کر ایک صوفے پر لٹایا۔ نکٹائی ڈھیلی کی۔ اور چہرہ پر پانی چھڑک کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے چند منٹ بعد سیاہ کار امیر نے آنکھیں کھولیں۔ تو پہلے سٹیہوپ کی طرف دھندلی نظروں سے دیکھا۔ پھر جب واقعہ گذشتہ کی یاد تازہ ہوئی۔ تو انداز توحش سے کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا مگر کھڑکی بند۔ اور کوئی وہاں موجود نہ تھا۔ ڈیوک نے اضطراب رفع کرنے کو پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ منہ سے بے اختیار مدھم سی کراہٹ نکلی۔ پھر دفعتاً اُٹھ کر کھڑکی کی طرف دوڑا۔ دیوانہ وار پردوں کو ایک طرف ہٹا کر دروازہ کھول دیا۔ اور پردہ خانہ میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مگر وہاں کون تھا جو نظر آتا۔ ایک قدم ہٹ کر اس نے پھر پیشانی کو دبایا۔ ساتھ ہی منہ سے دبی آواز میں نکلا۔ "اُف! کیا یہ محض واہمہ تھا!" ✓

"آخر معاملہ کیا تھا؟" ولسن سٹیہوپ نے جو ڈیوک کے پیچھے پیچھے کھڑکی تک گیا تھا۔ پوچھا سچ مچ آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا!"

"معاملہ!" ڈیوک نے اس کی طرف دھندلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "معاملہ یہ تھا کہ ... مگر نہیں تم اسے نہ سمجھو گے۔"

"آپ کے خیال میں کسی نے کھڑکی سے لگ کر ہمیں دیکھ لیا۔ یا ہماری باتیں سنیں؟" سٹیہوپ نے پوچھا۔ "اگر ایسا ہے تو واللہ آپ کی ناعاقبت اندیشی نے ہم دونوں کے لئے سخت مشکل کا سامنا کر دیا..."

"یہ بات نہیں... نہیں" ڈیوک نے جلدی سے قطع کلام کر کے بے جوڑ لفظوں میں کہا۔

"اگر معاملہ کچھ نہ تھا۔ تو پھر آپ اتنے ڈرے کیوں؟" سٹیہوپ نے بے صبری سے پوچھا۔ اس وقت آپ کی حالت ایسی ہے کہ اگر میں بھوتوں کا قائل ہوتا۔ تو یہی سمجھتا آپ نے کوئی بھوت دیکھا ہے۔"

"بھوت!" ڈیوک آف مارچ مونٹ کے منہ سے نکلا۔ اور اس کا چہرہ لٹھے کی طرح سپید

ہو گیا۔

ڈیوک کی یہ حالت زار دیکھ کر سٹینہوپ کو بھی خوف ہوا۔ اور وہ گھبرا کر کہنے لگا "حضرت معاملہ کی تہ میں کچھ بھید ضرور ہے جسے آپ دبلتے ہیں۔ کیا واقعی آپ نے کسی کو کھڑکی کے باہر کھڑے دیکھا تھا؟ اگر ایسا ہے۔ تو وہ ضرور اس وقت تک بھاگ گیا ہوگا " یہ کہتا ہوا سٹینہوپ پودہ خانہ کے باہر والے دروازہ کی طرف بڑھا۔ اور اُسے ہاتھ لگا کر کہنے لگا "بند! بند! بالکل بند۔ مگر یہ کھڑکیاں ... یہ غالباً اور کمروں کی طرف بھی کھلتی ہیں ... اور دیکھئے۔ سب کی سب اندر سے بند بھی نہیں ہیں۔ مائی لارڈ اگر آپکے نوکروں میں سے کوئی ان باتوں کی جاسوسی کر رہا ہے۔ تو خبردار رہیئے۔ اور میں تو ابھی سے آپ کو اور آپکے روپیہ کو ہاتھ جوڑتا ہوں۔ آپ جانیں اور آپ کا کام۔ میں اب اس معاملہ سے تعلق نہ رکھوں گا۔ کاش آپ میرے سامنے اس کا ذکر ہی نہ کرتے ... بسا اوقات جب انسان اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ سمجھتا ہے۔ وہ بےخبری میں کسی بلائے بے درمان میں پھنس جاتا ہے۔"

اس کے لفظوں سے جوش و اضطراب ظاہر ہوتا تھا۔ بیچ میں ایک بار اپنے فقرہ کو نامکمل چھوڑ کر وہ پودہ خانہ کا دروازہ اور پاس والے کمروں کی کھڑکیاں دیکھنے کے لئے گیا ڈیوک اس کی تقریر کو بدحواسی سے سنتا رہا۔ اس کی نگاہ سے پریشانی اور سراسیمگی ظاہر ہوتی تھی۔ سٹینہوپ کے جواب میں اس کے منہ سے ایک لفظ تک بھی نہیں نکلا۔ کسی شرابی کی طرح لڑکھڑاتے ہوئے اس نے کھانے کی میز کے پاس جا کر شراب کا ایک گلاس بھر لیا۔ اور اسے ایک دم پی گیا۔ پھر بدستور حالت سکوت میں چیک بک کو کبس میں بند کر کے اسے مقفل کرنے کو تھا۔ کہ سٹینہوپ نے جو پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ڈیوک اس کے قرب سے بےخبر نمایاں طور پر کانپا۔ اور تلملائی ہوئی آنکھوں سے سٹینہوپ کی طرف دیکھنے لگا۔

"مائی لارڈ" آخر الذکر نے کہا۔ "معاملہ میرے ناچیز فہم سے بالاتر ہے مگر ایک بات ظاہر ہے کہ آپ بہت ڈر گئے ہیں۔ گو میں نہیں جانتا۔ آپکے اس خوف کی وجہ حقیقی ہے۔ یا فرضی پہلی صورت میں آپکے ساتھ میرا بھی مبتلائے مصیبت ہونا یقینی ہے۔ دوسری میں آپ کا ضمیر گنہگار معلوم ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں آپ کا فائدہ اس میں ہے کہ مجھ سے اچھے تعلقات قائم رکھیں۔ چیک بک کو بند کرنے سے پہلے مہربانی سے کچھ نہ کچھ مجھے دے دیجئے۔ معاوضہ نہ سہی۔ انعام سہی ... غالباً یہ لفظ کافی ہوگا۔" اور سٹینہوپ نے طنزیہ قہقہہ لگایا۔

ایک بار ڈیوک آف مارچ مونٹ کے دل میں اس جبر کا مقابلہ کرنے کا خیال آیا۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے جھکنا ہی بہتر جانا۔ چیک بک نکال کر نامکمل چیک کو پر کیا۔ مگر اب ساڑھے سات ہزار کی بجائے فقط ایک ہزار کی رقم لکھی۔ سٹینہوپ نے چیک لے کر دیکھا۔ پھر انداز اطمینان سے مسکراتے ہوئے اسے جیب میں رکھ لیا۔ معلوم ہوتا تھا وہ آئیندہ بھی اس سلسلہ میں کچھ اور حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر کہ مضمون ناگوار ہے اس نے ڈیوک کو مزید تفصیل پر مجبور نہ کیا۔ بہر حال اس کے دل میں یہ شبہ ضرور پیدا ہو گیا کہ ڈیوک کے گنہگار ضمیر کی نسبت جو فقرہ میں نے کہا تھا۔ وہ بڑی حد تک صحیح ہے۔

اس واقعہ کے بعد ڈیوک بہت دیر متفکر و ملول رہا۔ سٹینہوپ نے یہ حالت دیکھی تو اس کمرہ میں جو اسکی سکونت کے لئے مخصوص تھا۔ چلا گیا۔ افسردہ دل کی صحبت ہر حال میں دوسروں کو افسردہ دل بناتی ہے۔ اس لئے کوئی اسے پسند نہیں کرتا۔

سٹینہوپ کے چلے جانے پر جب ڈیوک آف مارچ مونٹ اکیلا رہ گیا۔ تو اس نے گھنٹی بجائی اور نوکر کو حکم دیا۔ کہ داروغہ پردس کو میرے پاس بھیجدو۔ عمر رسیدہ داروغہ فوراً حاضر ہوا اور حسب معمول انداز ادب سے کھڑا ہو گیا۔ ڈیوک بے چینی سے کمرہ میں ٹہل رہا تھا۔ اس نے پردس کو اشارہ سے پاس آنے کے لئے کہا۔ پھر گہری آواز میں کہنے لگا۔

"پردس آج رات ایک نہایت عجیب واقعہ ظہور میں آیا ہے۔"

"آہ! سرکار کیا فرماتے ہیں!" بڈھے داروغہ نے انداز حیرت سے کہا۔ کونسی غیر معمولی بات حضور کے دیکھنے میں آئی ہے؟"

"پردس تمہیں ہمارا وہ اگلا خواب یاد ہے؟ ... اگر وہ خواب ہو... مگر نہیں۔ اب مجھے اس کے خواب ہونے پر شک ہونے لگا ہے۔ اس لئے کہ۔" مارچ مونٹ نے سخت پریشانی کی حالت میں کہا "میں نہیں جانتا۔ کیا خیال کروں... مگر کیوں پردس توشہ خانہ کی کنجی کس کے پاس رہتی ہے؟"

"سرکار یہ کنجی ہر وقت آپ کے اس ادنےٰ خادم کی حفاظت میں رہتی ہے۔" داروغہ نے جواب دیا۔ جب کبھی مالی کو اس کی ضرورت ہو۔ تو دے دیتا ہوں۔ مگر وہ کام کر کے فوراً واپس لا دیتا ہے۔ اس مکان میں حضور کی تشریف آوری چونکہ بہت کم ہوتی ہے۔ اس لئے ڈر رہتا ہے دروازہ کھلا ہونے سے کوئی آوارہ گرد بدمعاش آکر چھپ نہ جائے۔"

"اچھا اس وقت یہ کنجی کس کے پاس ہے۔ اور شام کو کس کے پاس تھی؟" ڈیوک نے جلدی سے پوچھا۔

"حضور والا کنجی آج دن بھر میرے پاس رہی ہے۔" پروس نے جواب دیا۔ "سویرے تھوڑی دیر کیلئے مالی نے لی تھی۔ مگر فوراً واپس دے گیا تھا۔"

"تمہارے خیال میں کوئی آدمی ان پاس والے کمروں میں چھپا رہ سکتا ہے؟" ڈیوک نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔" داروغہ نے یقینی لہجہ میں بیان کیا۔ "اس طرح کا واقعہ مجھ سے یا باقی نوکروں سے ہرگز چھپا نہیں رہ سکتا۔ مگر گستاخی معاف کیا خادم یہ پوچھنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ حضور اس قسم کے سوالات کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"عجیب بات ہے!... نہایت عجیب بات ہے!" ڈیوک نے اپنے دل سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔ "کیا مردے زندہ ہو سکتے ہیں؟ کیا مرے ہوئے آدمیوں کی روحیں نمودار ہو سکتی ہیں؟... یا اگر زندہ ہے تو کیا پھر اس جگہ آیا کرتا ہے۔ جہاں...؟"

"میرے خیال میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہے۔" پروس نے عرض کیا۔ "حضور کی نظریں فکر و اضطراب ظاہر کرتی ہیں..."

"خیر جانے دو۔" مارچ مونٹ نے قطع کلام کرکے کہا۔ "بعض باتوں کی یاد میرے دماغ میں حدت پیدا کر دیتی ہے۔ اور میرے خیال میں یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ بہرحال پروس خیال رکھنا رات کے وقت کوئی دروازہ کھلا نہ رہ جائے۔ سونے سے پہلے تم آپ سب دروازوں کا اچھی طرح معائنہ کر لیا کرو۔ کمروں کو دیکھنے کے علاوہ پردوں کے پیچھے اور ہر ایک کونے میں بھی نظر ڈال لیا کرو۔ تو اچھا ہے۔ کیونکہ مکان بہت فراخ ہے۔ اور کسی بدکردار آدمی کے لئے اس میں چھپے رہنا دشوار نہیں میں امید کرتا ہوں ان ہدایات پر پوری طرح عمل کروگے۔ گو ساتھ ہی اس کا بھی خیال رکھنا۔ کہ ان باتوں سے دوسرے نوکروں کے دل میں کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔ اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ تم کوئی غیر معمولی احتیاط عمل میں لا رہے ہو۔"

اتنا کہہ کر ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اسے رخصت ہونے کا اشارہ کیا۔ اور اس کے بعد اپنے کمرہ میں جاکر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

اب آئیے مسٹر ریڈکلف کا حال معلوم کریں۔ باغ میں گوہت کے پاس داروغہ سے جدا

ہونے کے بعد وہ اس جھونپڑی کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں اس کی سکونت تھی۔ اور جہاں وہ اس پراسرار عورت کو مالکہ مکان کی حفاظت میں چھوڑ آیا تھا جسے اس نے سڑک کے کنارہ بیہوش پڑا پایا تھا۔ جھونپڑی کی طرف جاتے ہوئے وہ اپنے دل میں ان واقعات پر جو قصر اوک لینڈس میں پیش آئے غور کرتا رہا۔ اور یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس کے خیالات نہایت رنج دہ تھے۔ اُسے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ ڈیوک مہارانی اندرا کے خلاف قاتلانہ سازش عمل میں لا رہا ہے۔ گو ساتھ ہی اس کا یقین تھا۔ کہ مجھے دیکھنے کے بعد وہ ایسی کارروائی کی جرات نہ کرے گا۔

جھونپڑی میں جا کر وہ اس اجنبی کی زبانی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کہ سربہ مہر پیکٹ جسے کھول کر اس نے ایک چھٹی نکالی تھی۔ اسے کہاں سے ملا۔ مگر اس بارہ میں اُسے سخت مایوسی ہوئی کیونکہ جھونپڑی میں داخل ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ عورت اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد وہاں سے رخصت ہو گئی۔

"چلی گئی!" مسٹر ریڈکلف نے انداز حیرت سے کہا۔ "کیا اپنی مرضی سے یا ڈاکٹر نے اُسے جانے کی اجازت دی تھی!"

"جی نہیں اپنی مرضی سے چلی گئی۔" بوڑھی عورت نے جواب دیا۔

ریڈکلف اس کمرہ میں جو اس کی سکونت کے لئے مخصوص تھا۔ چلا گیا۔ اور بڑھیا بھی اس کے پیچھے وہیں گئی۔ وہاں اس کی زبانی جو حالات معلوم ہوئے۔ ان کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ مسٹر ریڈکلف کے جانے کے تھوڑی دیر بعد عورت کی حالت میں جلد جلد اصلاح ہونے لگی۔ وہ پوری طرح ہوش میں آگئی۔ اور اپنے آپ کو اس نامعلوم مکان میں دیکھ کر متعجب اور خوف زدہ ہوئی۔ اس کے بعد اس نے جلد جلد اپنی جیبوں کو ٹٹولا۔ گویا یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میری چیزیں تو محفوظ ہیں۔ مالکہ مکان نے اُسے تسلی دی۔ اور کہا درست۔ تم دوستوں کے پاس ہو۔ جو تمہاری پوری احتیاط سے خبر گیری کریں گے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ تمہارا روپیہ اور زیور محفوظ ہیں۔ پھر جب اجنبی عورت نے اس بند پیکٹ کے لئے تقاضا کیا۔ جو اس کی جیب میں تھا۔ تو مالکہ مکان نے بتایا کہ وہ ان کے پاس محفوظ ہے۔ جنہوں نے تم کو سڑک کے کنارہ نیم مردہ حالت میں پڑے پایا تھا اجنبی عورت نے نام پوچھا۔ مگر مالکہ مکان بڑھیا چونکہ محتاط اور دور اندیش عورت تھی۔ اس لئے کچھ اس قسم کے جوابات دیئے۔ جن سے ٹالنا مقصود تھا۔ ان باتوں سے اجنبی عورت کی وحشت اور بڑھی۔ اور وہ کہنے لگی میں اسی دم رخصت ہوتی ہوں مجھے بہت دور جانا ہے۔ کئی ضروری

کام درپیش ہیں۔ اسی لئے میں بہت عرصہ انتظار نہیں کر سکتی۔ بڑھیا نے یہ سمجھ کر شاید اس کے حواس میں فرق ہے۔ اُسے روکنے کی بہت کوشش کی۔ مگر اس نے نہ مانا۔ اور چند شلنگ کے عوض بڑھیا کا ایک پرانا جوتا لے گئی کیونکہ اس کا اپنا بہت خراب اور پھٹا ہوا تھا۔ رخصت ہوگئی ڈاکٹر آیا تو وہ کبھی کی جا چکی تھی۔

سب حال سن کر مسٹر ریڈکلف نے کہا "معاملہ نہایت پُراسرار ہے۔ پہلے میرا خیال تھا وہ کوئی فاترالعقل دیوانی عورت ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے میرا خیال غلط تھا۔ وہ ضرور کوئی مجرم اور خطاکار عورت ہے۔ اسی لیے بدحواسی کی حالت میں رخصت ہوگئی ہے۔ کیا اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا کہ وہ سڑک پر بیہوش کیوں تھی؟"

"کہتی تھی میں تھک کر گر گئی۔" بڑھیا نے جواب دیا "میں نے باصرار کھانا کھانے کے لئے کہا۔ مگر وہ دودھ کی ایک پیالی سے زیادہ کے لئے تیار نہ ہوئی۔ میں نے کہا۔ تھوڑا سا کھانا ساتھ ہی لیتی جاؤ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اس نے یہ بات نہیں سنی۔ وہ سخت جوش کی حالت میں تھی۔ معلوم ہوتا تھا کسی وجہ سے خوفزدہ ہے۔ اس سے میرے دل میں بھی شبہ سا پیدا ہوگیا۔۔۔"

"اچھا اور ڈاکٹر؟" ریڈکلف نے پوچھا۔

"وہ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر آیا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ مریضہ چلی گئی۔ تو منہ میں بڑبڑایا۔ میں نے یہ کہہ کر اس کا اطمینان کر دیا۔ کہ جنہوں نے آپ کو بلایا تھا وہ معقول معاوضہ دینے سے دریغ نہ کرینگے جس سے وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔ مگر معلوم نہیں وہ اب تک گاؤں سے کیوں واپس نہ آئے؟ کیوں اتنی دیر ہوگئی؟"

الفاظ ابھی اس کے منہ میں تھے کہ باہر کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی داخل ہوا۔ یہ اُسی بڑھیا کا شوہر تھا۔

"کہاں رہے؟ اتنی دیر کیوں کر دی؟" بڑھیا نے پوچھا۔ "کیا شراب خانہ میں طبیعت بہل گئی؟"

"نہیں۔ یہ بات نہ تھی۔" اس نے جواب دیا "ایک تو کہرہ اتنا کثیف ہے کہ گز بھر فاصلہ کی چیز نظر نہیں آتی۔ دوسرے سمرز جسے شاید تم جانتی ہو اپنے ساتھ گلڈ فورڈ سے کچھ اشتہارات لایا تھا۔ ان کا مضمون سنتے دیر ہوگئی۔"

کیسے اشتہار تھے ؟"

"تعجب خیز خوفناک واقعات کی نسبت جن کا حال ابھی ابھی لندن میں معلوم ہوا ہے - لکھا تھا وہاں ایک مکان دریافت ہوا ہے جس کے ایک گڑھے میں تین چار شخصوں کو قتل کر کے ان کی لاشیں چونے میں دبا دی گئی تھیں - اشتہار میں پولیس نے سو پونڈ کا انعام اس آدمی کے لئے مشتہر کیا ہے جو ان شخصوں کو پکڑوا دے - جو اس گھر میں رہتے تھے ... دیکھو کچھ بھلا سا نام ہے ... ٹھیرو میں اشتہار دیکھ کر بتاتا ہوں ... ہاں جان سمڈلے اور اس کی بی بی باربرا ... اور اگر کوئی ان میں سے ایک کو گرفتار کرائے - تو اسے پچاس پونڈ انعام ملے گا ۔"

"لاؤ ذرا میں بھی اسے دیکھوں" عورت نے کہا - اور وہ شوہر کے ہاتھ سے ایک ورق لے کر پڑھنے لگی -

مگر تھوڑا سا مضمون پڑھ کر ہی اس کے منہ سے حیرت و خوف کی آواز نکلی - اور وہ کہنے لگی "ارے ! یہ تو بالکل اسی عورت کا حلیہ ہے - جو ہمارے پاس تھی - بالکل وہی لمبی - سانولی خوبصورت آنکھیں - ہموار دانت عمر ۲۳ - ۲۴ سال کے قریب ..."

اس وقت بڈکلف بھی وہیں آ گیا - میاں بی بی کی باتیں اس برآمدہ میں ہو رہی تھیں - جہاں سے بڈکلف کے کمرہ کا دروازہ کھلتا تھا - معلوم ہوتا ہے - اس نے بھی ان کی گفتگو سن لی - باہر آ کر کہنے لگا "ذرا مجھ کو اشتہار دکھانا"

اشتہار ہاتھ میں لے کر اس نے جلد جلد دیکھا - اور اسے یقین ہو گیا - کہ وہ عورت جس کی اس نے اس تن دہی سے جان بچائی وہی قاتلہ تھی جس کی گرفتاری کے لئے انعام مشتہر کیا گیا ہے - بڈھے نے سب حال سنا - تو اس خیال سے سخت پریشان ہوا کہ ایسی خوفناک عورت میرے مکان میں ٹھیری - گو اس اطلاع سے اس کا اطمینان بھی ہو گیا - کہ وہ فوراً ہی رخصت ہو گئی تھی

تھوڑی دیر سوچ کر مسٹر بڈکلف نے کہا "پھر اتنا کہ یقینی ہے کہ موجودہ حالت میں اس کا تعاقب بے سود ہو گا - علاوہ بریں اسے رخصت ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا ہے - اور چونکہ اس کے پاس کافی روپیہ ہے - اس لئے عجب نہیں کرایہ کی گاڑی میں بیٹھ کر کسی طرف چلی گئی ہو - بہرحال تم سے میری درخواست ہے کہ اس معاملہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا - کیونکہ اس صورت میں ہر شخص کی زبان پر میرا نام آئے گا - اور میں نہیں چاہتا - میری موجودگی کا حال کسی کو معلوم ہو - رہ گیا عمل انصاف تو وہ جلد یا بدیر پورا ہو رہیگا - کیونکہ ان اشتہارات کی تقسیم کے علاوہ پولیس مجرموں

کی گرفتاری کے لئے اور انتظامات بھی کر رہی ہوگی۔ اور وہ یقیناً بہت عرصہ محفوظ نہ رہ سکیں گے۔"
میاں پی پی مسٹر ریڈ کلف کا بہت ادب کرتے تھے۔ انہوں نے اس کی ہدایات پر عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ اور اس کے دوسرے دن وہ سویرے ہی اس جھونپڑی سے رخصت ہوا۔ تو جاتی دفعہ معمول سے زیادہ انعام دے گیا۔ مگر اب سوال یہ تھا کہ اس کاغذ کی نسبت جو اجنبی عورت کے پیکٹ سے نکلا تھا کیا سمجھا جائے؟ اس میں شبہ نہ تھا کہ اس کا راقم قتل ہو چکا ہے۔ اور اُسے ہلاک کرنے والے بھی لوگ تھے۔ جن کی گرفتاری کے لئے پولیس کی طرف سے انعامی اشتہارات جاری کئے گئے ہیں۔ یہ قدرتی اگرچہ خوفناک قیاس تھا جو مسٹر ریڈ کلف کے دل میں پیدا ہوا۔ پھر بھی اس نے اس بات کا ارادہ کر لیا۔ کہ میں راقم خط کے لئے بہت جلد تحقیقات شروع کر دوں گا۔

باب۔ ۹۷

پُراسرار مہمان

ہم نے لکھا تھا کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ اپنے دوست ولسن سٹینہوپ سے جدا ہو کر اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ مگر وہاں جا کر بھی وہ آرام کرنے پلنگ پر دراز نہ ہوا۔ کیونکہ محسوس کرتا تھا۔ اس حالت اضطراب میں نیند حاصل کرنا غیر ممکن ہے۔ اس کے دل و دماغ کو ایسا صدمہ پہنچا تھا جس کا سٹینہوپ کو خواب و خیال بھی نہ ہوگا۔

کمرہ کا دروازہ بند کر کے اس نے سب سے پہلے ہر گوشہ و دیوار کو نظر غور سے دیکھا۔ پلنگ کے نیچے پردوں کے پیچھے کوٹھی کے اندر کیبنٹ کے باہر ہر جگہ نظر ڈالی۔ یہاں تک کہ پاس والے کمرہ کو بھی جو تبدیل لباس کے لئے مخصوص تھا۔ نہ چھوڑا۔ ایک ایسے امیر ذی جاہ اور رئیس با اقتدار کے لئے یہ حرکات باعث ذلت وخلاف تمکنت ضرور تھیں۔ کیونکہ ان سے بہت نہیں تو بزدلی اور پریشان حالی ضرور ظاہر ہوتی تھی۔ جو ایسے بالا دست و بلند مرتبہ نواب کے شایان شان نہیں ہو سکتی۔ مگر ڈیوک آف مارچ مونٹ اس وقت حقیقتاً بزدل ہو چکا تھا۔ وہ اپنے سایہ سے ڈرتا اور اپنی ہی آواز سے لرزہ براندام ہو رہا تھا۔ اور یہ خرابی اس کے خطاوار ضمیر کی پیدا کی ہوئی تھی۔

خوابگاہ اور کمرہ لباس کی دیکھ بھال کے بعد ڈیوک نے پستولوں کا بکس نکالا اور ان میں گولیاں بھرنی شروع کیں۔ پھر اس کام کو کرتے کرتے دفعتاً رک گیا۔ اور پیشانی کو ہاتھ سے دبا کر اپنے آپ سے کہنے لگا "لیکن اگر واقعی زندہ ہے تو کیا . . . میں ایسا کر سکتا ہوں؟"

یہ کہہ کر اس نے بکس میں رکھے ہوئے پستولوں کو دیکھا اور کانپ گیا۔

اس کے بعد حالت فکر میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ان خیالات کی رفتار جو دماغ سے گذر رہے تھے۔ چہرہ پر آہستہ آہستہ کئی طرح کے آثار پیدا کر رہی تھی۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا اسرار ہے" اس نے آخر کار اپنے دل سے کہا۔ "آخر ان باتوں کا انجام کیا ہوگا؟ نہ وہ کم بخت ہندی عورت یہاں آتی۔ نہ یہ روز بد دیکھنا پڑتا۔ سوچتا ہوں وہ یہاں کیوں آئی؟ ایک ایسے معاملہ میں جس سے اس کا کچھ تعلق نہ تھا۔ اس نے ایسی سرگرمی کیوں ظاہر کی؟ اس سے زیادہ حیرت اس بات کی ہے کہ وہ بار بار کیوں نظر آتا ہے؟ کاش میں دل کو سمجھا سکتا۔ کہ یہ سب محض خواب ہے۔ مگر دل نہیں مانتا۔ دماغ تسلیم نہیں کرتا . . . پھر بھی اگر وہ کم بخت . . . روسیاہ مشرقی عورت رستہ سے ہٹ جائے۔ اور . . . اور وہ جو ہر بار نظر آتا ہے۔ محض ایک ہیولا ثابت ہو۔ تو میرے لئے فکر مند ہونے کی کونسی وجہ باقی ہے؟ . . ."

اس نے کرسی سے اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنا شروع کیا۔ اور چلتے چلتے اس میز کے پاس ٹھیر گیا جس پر کھلے ہوئے پستولوں کا بکس رکھا تھا۔ یکایک ارادہ مضبوط کر کے اس حالت میں کہ لب بھچے ہوئے اور جبیں شکن آلود تھی۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "کچھ بھی ہو مجھے اپنا رستہ صاف کرنا چاہئے۔ جو لوگ میری راہ میں تنے کی جرأت کرتے ہیں۔ ان کو ہٹانا میرا فرض ہے۔ اور میں اس فرض کو پورا کروں گا!"

اس نے پستولوں کو بھرا۔ اور اس چھوٹی سی میز پر جو پلنگ کے ایک جانب موجود تھی رکھ دیا۔

دفعتاً اس کے چہرہ پر شیطانی سختی نمودار ہوئی۔ اور اس نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ "اب اگر ہمت ہے تو آئے۔ اور اگر جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ اس کا حقیقی جاندار وجود ہے یعنی وہ اس وقت تک زندہ ہستی کا درجہ رکھتا ہے۔ تو بجزاس میں اس کی ہستی کا خاتمہ کر دوں گا۔ اب میں کسی طرح کا درد۔ رحم یا افسوس دل میں لائے بغیر گولی مار دوں گا۔ اور اس کی لاش میرے پاؤں میں تڑپے گی۔ تساہل کا خاتمہ ہو چکا۔ ترحم کی ضرورت نہیں رہی۔ اب میں خوف و خطر کو خیر باد کہہ چکا ہوں۔

وہ کر دوں گا جس سے نابخار پھر سامنے آنے کے قابل نہ رہے گا۔ آہ! میں کتنا بیوقوف ہوں۔ کہ سٹینہوپ کے سامنے ایسی پریشانی ظاہر کی۔ مگر جو ہو چکا ہو چکا۔ ہر چند اب وہ میری تجویز سے انکار کر چکا ہے۔ بہر حال میں پھر اُسے ارتکاب پر مجبور کر دوں گا۔ مجھے اس کو مجبور کرنا پڑے گا کیونکہ اس کے بغیر میں ہر وقت اس کے رحم پہ ہوں۔ آج کے واقعہ نے اُسے میری کمزوریوں سے آگاہ کر دیا ہے۔۔۔"

اس نے بڑی کوشش سے اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اب میرے دل کو سکون ہو گیا۔ اور جو کچھ مجھے کرنا تھا وہ بھی طے ہو چکا۔ لیکن ان ظاہری تسلیوں کے باوجود اس حقیقت کو چشم انداز نہ کر سکتا تھا کہ دل کو جو بھاری صدمہ پہنچا ہے اس کے اثر کو بآسانی رفع نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا سب سے زبردست احساس اس وقت ہوا۔ جب وہ کپڑے اتار پلنگ پر لیٹنے کی تیاری کر رہا تھا۔ دفعتاً کھلی کھڑکی کے واقعہ نے طبیعت میں ہیجان کیا۔ دماغ گھومنے لگا اور آنکھوں کے سامنے ستارے سے اڑتے معلوم ہوئے۔ اس نے حالت جوش میں فرش زمین پر پاؤں مارا۔ کیونکہ پلنگ پر لیٹنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ تھوڑی دیر پھر ادھر ادھر ٹہلنے کے بعد وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ کتاب ہاتھ میں لی۔ مگر فوراً ہی رکھ دی۔ اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کی بے چینی صریحاً بڑھتی جا رہی تھی۔

مضطرب ہو کر کہنے لگا "حیران ہوں۔ وہ یہاں تک کیسے آیا؟ پودہ خانہ بند اور اس کے کمروں میں جانے کا رستہ مفقود۔۔۔ آہ!" اس نے چونک کر کہا "کیا عجب وہ اب تک یہیں ہو۔ کیونکہ باہر جانے کا تو کوئی رستہ ہی نہیں ہے۔"

اس خیال کے آتے ہی ڈیوک کے دماغ میں ایک نئی تجویز پیدا ہوئی۔ اور اس نے جی کڑا کر کے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دل کو سمجھایا کہ تیرے سکون و راحت کا انحصار اسی تجویز کی کامیابی پر ہے۔ یہ خیال آتے ہی چہرہ کے عضلات نے سختی اختیار کی۔ نئی تجویز پر عمل کرنے کے خیال سے اُتارے ہوئے کپڑے دوبارہ پہن لئے اور بھرے ہوئے پستولوں کو جیب میں رکھ کر شمع ہاتھ میں لئے کمرہ سے باہر نکلا۔

زینہ سے اُتر کر وہ سب سے پہلے انٹا کھیلنے کے کمرہ میں گیا۔ بائیں ہاتھ میں شمع۔ دائیں میں پستول وہ ہر لمحہ دشمن پر وار کرنے کے لئے تیار تھا۔ اس نے کمرہ کا ہر کونہ بڑی احتیاط سے

دیکھ ا مگر وہاں کون تھا؟ کتب خانہ میں گیا۔ وہاں بھی کچھ نظر نہ آیا۔ اس کے بعد بودہ خانہ میں نکلا اور ساتھ ہی دل سے کہنے لگا بڑی حماقت کی۔ کہ اسی وقت اس جگہ کو غور سے نہ دیکھا۔ وہ ضرور کسی درخت کے پیچھے یا کسی تاریک کونے میں چھپا ہوا ہوگا۔"

حالت اضطراب میں نہیں۔ بلکہ اس عزم و استقلال کے ساتھ جو شدت خوف سے پیدا ہوتا ہے۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اس جگہ کے ہر حصہ کا بغور معائنہ کیا۔ مگر کوئی آدمی کوئی متنفس نظر نہ آیا۔ باہر کے دروازہ پر محافظ رکھا۔ وہ اسی طرح بند تھا جیسے دلسن سٹیٹھو نے دیکھا تھا۔

کسی قدر دھیمی آواز میں کہنے لگا۔ "کیا اب تک مکان ہی میں ہے یا جو کچھ دیکھا وا ہمہ تھا؟ ..... یا اس سے بھی بدتر۔ وہ اس کا وجود نہیں محض اسکی روح تھی؟"

اور اب دفعتاً اس کا عزم راسخ برف کی طرح ڈھلنے لگا۔ بدن کانپ اٹھا۔ اور پیشانی پر عرق سرد کے قطرے نمودار ہوئے۔ اس نے ہیبت زدہ ہوکر اس طرح چاروں طرف نظر ڈالی۔ گویا پاس ہی کسی روح کے نظر آنے کا خوف دامنگیر تھا۔ صدہا مہیب خیالات آندھی کی طرح دماغ سے گذرے۔ چہرہ سپید ہوگیا۔ اور دل اس زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ گویا آنکھیں کوئی خوفناک خواب دیکھنے کے بعد کھلی ہیں۔

"اُف! میں کتنا بیوقوف ہوں!" اس نے حالت یاس میں پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "کبھی انتہا دلیر۔ کبھی انتہا درجے بزدل۔ میری اس وقت کی حالت نا قابل رشک ہے۔ ممکن ہے۔ وہ اب تک مکان ہی میں چھپا ہوا ہو۔ اور ہمیشہ یہیں رہتا ہو۔ ورنہ غیر ممکن تھا کہ دو بار میری نظروں کے سامنے آکر دفعتاً غائب ہوجاتا۔ اب میں اس مکان کا ہر ایک حصہ دیکھے بغیر چین نہ لوں گا۔"

اس ارادہ نے اس کے حوصلہ کو پھر بحال کر دیا۔ وہ بودہ خانہ سے لائبریری میں جاکر وہاں سے محل کے باقی حصے دیکھنے کا ارادہ کرچکا تھا۔ کہ اتفاقاً نظر اٹھی تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ شیشہ کے ساتھ لگا ہوا کسی انسان کا چہرہ اس کی طرف گھور رہا ہے!

حالت اضطراب میں جلتی ہوئی شمع ہاتھ سے گرتے گرتے بچی۔ دوبارہ ادھر دیکھا تو وہ جگہ سے ہٹ گیا تھا۔ مگر ڈیوک نے کان لگاکر سنا تو اس طرح کی آواز آئی گویا کوئی اس مقام سے پیچھے کی طرف ہٹتا جا رہا ہے۔

اس سے کم از کم اتنا اطمینان ہوا کہ جو کچھ نظر آیا وہ کوئی روحانی ہیولا نہیں۔ انسانی وجود تھا۔ یہ جان کروہ تیز چلتا پودہ خانہ سے گذر کر لائبریری میں داخل ہوا۔ اور چند منٹ کے عرصہ میں اس خفیہ دروازہ پر جا پہنچا جس کا ذکر اس داستان کے ابتدائی حصوں میں کئی بار آچکا ہے۔ اس دروازہ کی کنجی ہر وقت ڈیوک کے پاس رہتی تھی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ اور شمع کو طاق میں رکھ کر یہ کہتا ہوا باہر نکلا۔ "اگر وہ ہے۔ تو اب کی بار جیتا نہ چھوڑوں گا۔" اس وقت حقیقتاً اس کا ارادہ اتنا مضبوط اور ہمت ایسی قوی ہو چکی تھی کہ جو کہہ رہا تھا۔ اس کے عمل پر ضرور آمادہ ہو جاتا۔

وہ ٹھیر کر سننے لگا۔ پاؤں کی چاپ ایک خاص سمت سے آرہی تھی۔ وہ بھی اسی طرف روانہ ہوا۔ آسمان ابر آلود اور دھند اتنی کثیف تھی۔ کہ تھوڑی دور کی چیز بھی دکھائی نہ دیتی تھی۔ دھند لکے میں درختوں کی لرزاں پتیاں اور متحرک شاخیں کسی بدنصیب انسان کی نزعی تکلیف کا منظر پیش کرتی تھیں۔ مگر ڈیوک اس زمین کے چپہ چپہ سے واقف تھا۔ اندھیرے میں چلتا ہوا بھی سیدھی راہ سے نہیں بھٹکا۔ قدموں کی چاپ اب زیادہ صاف ہو گئی تھی۔ مارچ مونٹ نے کھڑے ہو کر سنا تو معلوم ہوا۔ کہ وہ اس قطعہ باغ سے سنائی دیتی ہے جہاں خودرو جھاڑیاں ترتیب و تدوین کے بغیر اُگی ہوئی تھیں۔ وہ پختہ روش کو چھوڑ کر نرم زمین پر چلنے لگا۔ اس سے یہ ہوا کہ اس کے اپنے پاؤں کی آواز بالکل دب گئی۔

یکایک قدموں کی چاپ جو اب تک سنائی دیتی تھی بند ہو گئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایسا معلوم ہوا گویا کوئی تیز چلتا اس کی طرف آرہا ہے۔ ڈیوک ٹھیر گیا۔ آواز قریب تر ہو کر یکایک رُک گئی۔ معلوم ہوتا تھا دوسرا آدمی بھی سننے کے لئے کھڑا ہو گیا ہے۔ مگر فوراً ہی پھر سنائی دینے لگی۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ کے دونوں ہاتھوں میں بھرے ہوئے پستول تھے۔ اور وہ اس بات کا عہد کر چکا تھا۔ کہ اگر معلوم ہو گیا۔ یہ وہی ہے جس کی مجھ کو تلاش ہے تو بے تامل فیر کر دوں گا۔ وہ اس پر اسرار ہستی سے جو مختلف اوقات میں محض عارضی طور پر نظر آتی۔ بے حد خائف تھا۔ اور اس کی ہلاکت کا تہیہ کر چکا تھا۔ قدموں کی آواز قریب تر آتی گئی۔ کوئی شخص آہستگی سے باغ کی پختہ روش پر چل رہا تھا۔ مگر بجری کے چرچرانے کی آواز ایسی تھی جو بھاری بھدے بوٹوں سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ڈیوک کو خیال ہوا شاید وہ نہ ہو۔

اس کے چند منٹ بعد تھوڑے فاصلہ پر کسی کی صورت کہر کی سیاہی میں سنگی بت

کی طرح کھڑی نظر آئی ۔ ڈیوک نے اسے اور اس نے ڈیوک کو دیکھ لیا ۔

"ایک دم ہاتھ اٹھا لو۔" اجنبی نے غرا کر کہا۔ "ورنہ اس ڈنڈے سے دماغ پاش پاش کر دوں گا۔"

"خبردار اپنی جگہ سے مت ہلنا۔" ڈیوک نے اس سے بھی درشت لہجہ میں جواب دیا۔ "ورنہ پستول کی گولی تمہارے سر کے پار ہو گی۔"

"میں ایک غریب آدمی ہوں۔" اب اجنبی نے زیادہ نرم لہجہ اختیار کر کے کہا۔ "اس طرف کمرہ میں رستہ بھول کر ادھر آ گیا۔ ورنہ کسی کو نقصان پہنچانا مقصود نہ تھا۔"

"یہ بات ہے تو میں بھی تم کو امان دیتا ہوں۔" ڈیوک نے جواب دیا۔ "مگر یہ بتاؤ۔ تم توشہ خانہ کے اندر کس لئے دیکھ رہے تھے؟"

"آہ! تو کیا آپ ہی وہاں پھر رہے تھے؟" اجنبی نے کہا۔ "اطمینان رکھئے۔ میں بری نیت سے وہاں نہیں گیا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں شمع دیکھی۔ تو اس طرف چلا آیا۔ شمع نہ ہوتی تو کمرہ کی تاریکی میں میری ٹکر سے ضرور کوئی شیشہ ٹوٹ جاتا۔"

اس عرصہ میں ڈیوک کو جس کی آنکھیں رفتہ رفتہ اندھیرے کی عادی ہو چلی تھیں۔ اجنبی کو زیادہ غور سے دیکھنے کا موقعہ مل گیا تھا۔ پہلے اس کے دل میں ایک شبہ پیدا ہوا۔ مگر پھر اس منحوس چہرہ کو بغور دیکھا۔ تو شبہ نے یقین کی صورت اختیار کر لی۔ وہ سمجھ گیا یہ آدمی کون ہے اور اس کے ساتھ ہی خیال آیا۔ کہ اس وقت ایسے شخص کا ملنا خوبی تقدیر ہے میں اس سے اپنے کام میں خوب مدد لے سکوں گا۔

بہت نرم اور مشفقانہ لہجہ اختیار کر کے ڈیوک نے کہا۔ "غریب آدمی معلوم ہوتا ہے۔ تم بے خانماں اور آوارہ ہو۔ اس اراضی میں تمہاری بے جا مداخلت کا مجھے کچھ رنج نہیں۔ بلکہ تمہاری حالت پر رحم آتا ہے۔ بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ بھوکے ہو۔ تو کھانا مہیا کیا جا سکتا ہے اور سونے کو اصطبل میں جگہ خالی ہے۔ دوست میں اس ریاست کا مالک ڈیوک آف مارچ مونٹ ہوں۔ میں نے آج تک کبھی کسی غریب پر سختی نہیں کی۔"

"میں حضور کی عنایات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔" اجنبی نے جواب دیا۔ "مدت بہت جا چکی ہے۔ اس لئے کھانا مانگتے شرم بھی آتی ہے۔ مگر کیا کروں پیٹ کا دوزخ نہیں تھما۔"

"آؤ غریب آدمی میرے ساتھ آؤ۔" ڈیوک نے عنایت آمیز لہجہ میں کہا۔ "ہم سے

جہاں تک ممکن ہے۔ تمہاری مدد کریں گے۔"

اس نے کسی لفظ یا اشارہ سے اجنبی کی شخصیت یا سیرت سے آگہی ظاہر نہ کی۔ بلکہ یہ جتلا کر کہ وہ اسے ایک دیانت دار غریب آدمی سمجھتا ہے۔ اپنے ساتھ اسی خفیہ نجی دروازہ کی طرف لے چلا۔ ادھر جاتے ہوئے اجنبی نے چند بار ڈیوک کی طرف نظر تجسس سے دیکھا۔ گویا یہ آنکنا چاہتا تھا۔ کہ ہمدردی کے پردہ میں اس کی نیت تو فاسد نہیں ہے۔ مگر شروع سے بدگمانی کا امکان نہ ہوا۔ اجنبی کی حالت نہایت زار تھی۔ کیونکہ گو روپیہ کافی تھا۔ مگر خوراک حاصل کرنے کے لئے کسی گاؤں یا جھونپڑی تک جانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس لئے دو وقت کا بھوکا تھا۔ ایسے حالات میں اس نے ڈیوک کی امداد سے فائدہ اٹھانے میں کچھ ہرج نہ دیکھا۔

ڈیوک اسے خفیہ دروازہ کی راہ سے اندر لے گیا۔ اور اسے بند کر کے وہی جلتی ہوئی شمع جسے طاق میں رکھ گیا تھا۔ اٹھالی۔ پھر اسے ساتھ لیکر مکان کے اس حصہ میں گیا۔ جہاں نوکروں کے کھانے کا سامان رکھا رہتا تھا۔ کریہ المنظر اجنبی چپ چاپ اس کے پیچھے چلتا گیا۔ ایک الماری کے پاس جاکر ڈیوک نے اس سے کہا۔ "یہاں پر کھانا موجود ہے جس چیز کی حاجت ہو نکال لو۔ میں ایسی باتوں میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتا۔"

اجنبی نے اُبلے ہوئے گوشت کی ران ایک روٹی اور تھوڑا پنیر اٹھالیا۔ تو ڈیوک نے کہا "تم ان چیزوں کو نوکروں کی ڈیوڑھی میں لے چلو۔" وہاں اس نے اجنبی کو وہ جگہ دکھائی۔ جہاں سے ایل شراب کا برتن پُر کیا جا سکتا تھا۔ سب سامان جمع ہو گیا تو ڈیوک نے اسے اطمینان سے بیٹھ کر کھانے کا حکم دیا۔ اجنبی اس نوازش سے بہت خوش ہوا۔ اور ایک میز کے پاس بیٹھ کر بڑے بڑے نوالے منہ میں ڈالنے لگا۔ کھانے سے پہلے اس نے چند گھونٹ پی کر شراب کا ذائقہ دیکھا۔ اس عرصہ میں ڈیوک تھوڑے فاصلہ پر بیٹھا اس کی طرف بغور دیکھتا رہا۔ گو صورت سے بالکل ظاہر نہ ہونے دیا۔ کہ اس کی نظر اجنبی پر لگی ہوئی ہے۔

"حضور والا کا اقبال دو نا ہو" بدصورت مہمان نے جلد جلد کھانا کھاتے ہوئے کہا۔ "ایسے فیاض امیر دنیا میں کتنے ہیں۔ جو اس غریب پر جسے ایک مہینہ سے کام نہیں ملا۔ ایسی مہربانی کرنے کو تیار ہوں۔۔"

"کھاؤ۔ غریب آدمی۔ خوب پیٹ بھر کے کھاؤ۔" مارچ مونٹ نے قطع کلام کر کے کہا۔ "تیرا شکریہ بعد میں بھی ادا ہو سکتا ہے۔ جتنا جی چاہے۔ بے دریغ کھاؤ۔ کیونکہ الماری میں کھانا

بہت ہے۔ اور پیپہ بھی شراب سے خالی نہیں۔"

اجنبی نے حوصلہ پاکر اور زیادہ سرگرمی سے کھانا شروع کیا۔ ساتھ ساتھ ایل بھی پیے جاتا تھا۔ اس کی حالت ظاہر کرتی تھی۔ کہ کئی گھنٹوں سے اس کے منہ میں دانہ تک نہیں گیا۔ آخر کار شکم سیر ہونے کے بعد اس نے چھری کانٹا ایک طرف رکھ دیا۔ اور صراحی میں جتنی شراب باقی تھی وہ بھی ختم کر دی۔

یہ دیکھ کر ڈیوک نے کہا "صراحی اور بھر لو۔ کیونکہ میں تم سے کچھ باتیں کیا چاہتا ہوں میں کہہ چکا ہوں۔ غریبوں سے میرا سلوک ہمیشہ مشفقانہ رہا ہے۔ اور میں اس کا ثبوت دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بے دریغ مجھ سے حاصل کر سکتے ہو۔"

اجنبی نے اشارہ پاکر پیپہ سے اور شراب نکالی۔ اس کے بعد میز پر بیٹھ کر ڈیوک کو واقفانہ انداز سے سلام کر کے بولا۔ "میں ایک غریب گدا یا نادار عیسائی۔ سب سے پہلے حضور کی خوشحالی صحت اور درازی عمر کا جام پیتا ہوں۔"

ڈیوک نے کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ڈیوڑھی کا دروازہ بند کر لیا۔ پھر دوبارہ کرسی پر بیٹھ کر کہنے لگا۔ "سنو۔ میں تم سے ایک اہم معاملہ پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

اب اس کی صورت اور لہجہ میں کچھ ایسی تبدیلی ہو گئی تھی جسے اجنبی مہمان ناپسند کرتا تھا اس نے مضطرب ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ کرسی پر بیٹھے بیٹھے بے چینی سے حرکت کی۔ اور ایک بار اس مضبوط ڈنڈے کو اٹھانے کے لئے بھی جو اس کی شکستہ ٹوپی کے پاس فرش زمین پر پڑا تھا ہاتھ بڑھایا۔ اس کے بعد دزدیدہ نظروں سے ڈیوک کی طرف دیکھتے ہوئے پھر شراب کی صراحی کو منہ لگا لیا۔ گویا اس ذریعے سے حوصلہ اور طاقت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جب برتن کو دوبارہ میز پر رکھا۔ تو ڈیوک اس کی طرف نظر غور سے دیکھ رہا تھا۔

اجنبی کی بے چینی دیکھ کر اس نے کہا "دوست تمہارے لئے مضطرب ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ میں تمہیں کسی طرح کا نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔ گو یہ کہنا شاید بے جا نہ ہوگا۔ کہ میں جانتا ہوں۔ تم کون ہو۔"

ڈیوک کے الفاظ نرم تھے مگر اس کے باوجود اجنبی آخری فقرہ سن کر کرسی سے اچھلا۔ اور ڈنڈہ اٹھانے کے لئے فرش کی طرف جھکا۔ ڈیوک نے فوراً پستول دکھایا اور کہنے لگا۔ "تم میرے رحم پر ہو۔ مگر میں پھر کہتا ہوں۔ دوست میں تمہیں نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔ اس کے برعکس

تم سے کچھ مدد لینا چاہتا ہوں۔"

"آہ! تب دوسری بات ہے" اجنبی نے مطمئن ہو کر کہا۔" اور مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ کہ آپ ایسے لوگ میری خدمات کی قدر کرتے ہیں۔"

"میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں" ڈیوک نے جواب دیا۔" اور تمہاری صورت دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔ کہ کون ہو۔ اس سے اندازہ کر لو۔ کہ میری نیت تمہیں نقصان پہنچانے کی نہیں ہے۔ ورنہ اس مہمان نوازی کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ اچھا بتاؤ کیا تمہارا اصلی نام بارنہ ہے اور عرف عام میں تم برکر کے نام سے مشہور ہو؟"

"مائی لارڈ مجھے اس سے انکار نہیں کہ یہی میرا نام اور لقب ہے۔" اجنبی نے جواب دیا اور گو یہ ایسا بلند اور پرشکوہ نہیں جیسے حضور کا اسم و القاب ہیں پھر بھی اپنے طور پر وہ کچھ کم اہمیت نہیں رکھتے حضور والا۔ میں بھی ایک نہایت معزز خاندان کا رکن ہوں میرے بزرگوں نے بھی اپنے وقت میں بڑی شہرت پائی۔ اور جب کبھی موقعہ ہوا۔ لوگوں سے خراج تحسین حاصل کیا۔ مجھے ان کی ذات پر اتنا ہی فخر ہے ..."

"خیر، اس تقریر کو ختم کرو۔" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اُکتا کر کہا۔" اور جو میں کہتا ہوں۔ اُسے بغور سنو..."

"مگر کیوں سرکار۔" برکر نے قطع کلام کر کے کہا۔" یہ تو فرمائیے حضور نے مجھے پہچانا کس طرح؟ یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ اور بعض طبقہ کے لوگ بے وجہ میرے در پے آزار رہتے ہیں۔ مگر آپ کو کس طرح ...؟"

"پھر دیں بتاتا ہوں۔" ڈیوک نے برکر کی بے معنی تقریر کو جس نے نشۂ شراب سے بے تکلفی اور طوالت حاصل کر لی تھی۔ قطع کر کے کہا۔" تمہارا حلیہ مکمل طور پر اخباروں اور اشتہاروں میں چھپ چکا ہے ..."

"آہ مائی لارڈ۔ دیکھئے۔ میں نے کیسا نام پایا ہے۔" برکر نے خوش ہو کر کہا۔ اس کے ساتھ ہی پھر شراب کا برتن منہ سے لگا لیا۔

برکر سے ڈیوک آف مارچ مونٹ کی واقفیت کا حال یہ ہے کہ جس زمانہ میں لیٹس رادٹے کے خلاف لورپول میں مقدمہ چل رہا تھا۔ تو ڈیوک بعض وجوہ سے اس میں غیر معمولی دلچسپی لیا کرتا تھا۔ ان دنوں وہ بڑے غور سے اخبارات دیکھتا تھا۔ کیونکہ اندیشہ تھا کہ کوئی

ناخوشگوار بات میڈم ہینچلیک کے مشتہر کردہ یالیٹس راڈنے سے اپنے تعلق کے بارہ میں شائع نہ ہوجائے۔ اسی سلسلہ میں برکر کا حلیہ کئی بار اس کی نظروں سے گذرا۔ اور وہ ان حالات سے بھی واقف تھا۔ جن میں ملزم کی بات کے بعد یہ فیصلہ صادر ہوا۔ کہ نوریول کے کنجوس وکیل کے اصلی قاتل مسٹر دیبرا اور ایک اور آدمی ہیں۔ اس کے بعد کئی بار اسے خیال آیا۔ کہ ایسے آدمی سے اپنے کاموں میں بہت کچھ مدد لی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا حلیہ پوری طرح اس کے ذہن نشین ہو گیا۔ اور اسی سے اس نے اسے پہچانا تھا۔ اس وقت برکر شراب پی کر جس بے تکلفی سے کام لے رہا تھا۔ وہ نامدار ڈیوک کو بہت شاق گذرتی تھی۔ کیونکہ نیکی کی طرح سیاہ کاری کی دنیا میں بھی تہذیب و اخلاق کے مدارج پائے جاتے ہیں۔ اور ایک شستہ خیال بدکردار شخص کسی جاہل بدمعاش کو اسی نفرت سے دیکھتا ہے۔ جس سے کوئی دولت مند امیر ایک غریب آدمی کو دیکھا کرتا ہے۔ حالانکہ فی الاصل ان کے جرم میں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا۔ اور بسا اوقات انہیں مل کر کام کرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی موجودہ حالت میں ڈیوک آف مارچ مونٹ نے برکر کی طرف سے آزردہ ہونا مناسب نہ سمجھا۔ اور اس لئے گو دل میں اس کی باتوں کا برا مانا۔ تاہم ظاہر میں نفرت کا اظہار نہ ہونے دیا۔

کہنے لگا "میں سمجھ گیا۔ تم کس لئے خانماں برباد اور آوارہ پھر رہے ہو۔ دراصل تمہاری گرفتاری کا انعام مشتہر ہو چکا ہے۔ اور لندن کے حصہ جنوب میں تم نے پولیس والوں سے جو سلوک کیا تھا۔ اس سے تمہاری حالت زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔ بالفرض اس وقت میں تمہیں بھیس بدلوا کر اور بہت سا روپیہ دے کر کسی دور افتادہ ملک مثلاً امریکہ یا آسٹریلیا یا فرانس بھیج دوں۔ تو کیا اس کے عوض تم ۔۔۔؟"

برکر کے مکروہ چہرہ پر مسرت کے آثار نمودار ہوئے۔ خوش ہو کر کہنے لگا "اگر حضور مجھ پر ایسی عنایت کر سکیں تو دنیا کا کوئی کام ایسا نہ ہو گا۔ جو میں اس کے عوض کرنے کو تیار نہیں۔"

"شاباش اور آفرین!" ڈیوک نے حوصلہ افزائی کے لہجہ میں کہا۔ "واقعی میں تم سے ایک خاص خدمت لینا چاہتا ہوں۔ میرا کام کر دو۔ تو جو کچھ کہہ چکا ہوں۔ اس کے ایفا میں ذرا توقف نہ کروں گا۔"

اس کے بعد دونوں میں جو گفتگو ہوئی۔ اس کی تفصیل لاحاصل ہے۔ مختصر یہ کہ ڈیوک نے وہ کام جو برکر سے کرانا تھا۔ اسے پوری تفصیل کے ساتھ سمجھا دیا۔ اور اس نے بھی اسے کرنا منظور

کر لیا۔ اس کے بعد ڈیوک اپنے کمرہ میں جا کر ایک چھوٹی سی شیشی جس میں رنگت دینے کا مصالحہ تھا۔ کھوئے ہوئے سیاہ بالوں کی ایک ٹوپی اور نقلی مونچھیں جیسی ایکٹر استعمال کیا کرتے ہیں لے آیا۔ یہ چیزیں اس نے کئی سال پیشتر ایک فینسی ڈریس ناچ کے موقعہ پر منگائی تھیں۔ جس کے بعد وہ اب تک بے کار پڑی رہیں۔ پھر اس نے ایک الماری سے کپڑوں کا سوٹ نکالا۔ جو عرصہ دراز سے متروک الاستعمال تھا۔ ان چیزوں کو لے کر وہ دوبارہ برکر کے پاس گیا۔ جو اب تک نوکروں کی ڈیوڑھی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس بدمعاش نے ڈیوک کی ہدایت کے مطابق شیشی کے عرق سے اپنے بدن کی رنگت کو بدلا۔ اور اس سلسلہ میں ڈیوک نے اسے وہ نسخہ بھی بتا دیا جس سے چند پیسوں کی لاگت میں یہی عرق آئندہ استعمال کے لئے تیار کیا جا سکتا تھا۔ پھر جب برکر نے بناوٹی مونچھیں لگائیں۔ تو بالائی ہونٹ کی وہ بدنما ساخت جس کی مدد سے وہ ہر حال میں پہچانا جا سکتا تھا۔ چھپ گئی۔ اس کے بعد بالوں کی ٹوپی اوڑھنے اور ڈیوک کے دیئے ہوئے کپڑے پہننے سے اس کی ہیئت بالکل ہی بدل گئی۔ نوکروں کے بوٹ ایک کونے میں پڑے تھے۔ مارچ مونٹ نے حکم دیا کہ ان میں سے جو تمہارے پاؤں میں ٹھیک آئے۔ پہن لو۔ اور یہی عمل ٹوپی کی تبدیلی کے متعلق کیا گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ڈیوک نے کچھ نقدی دی۔ اور اس کے اگلے کپڑوں کی گٹھڑی بندھوا دی کہ رستہ میں کوئی تالاب یا ندی ملے۔ تو اس میں بہا دے۔

سب کام ہو چکا۔ تو برکر نے بدلی ہوئی صورت میں رخصت طلب کی۔ اس کے جانے پر ڈیوک آف مارچ مونٹ اپنے کمرہ میں چلا گیا۔

وہاں جا کر اپنے دل سے کہنے لگا "شیطان ہی تھا جس نے اس شخص کو میری راہ میں لا ڈالا۔ اب مجھے سٹینہوپ کی امداد کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس آدمی میں ایک فائدہ اور بھی ہے کہ جو کام سٹینہوپ سو بار رک رک کر کرتا۔ یہ اسے بے تامل کرنے کو تیار ہے۔ وہ آفت تھا۔ یہ قیامت ہے۔ وہ اس فن کا پکا تھا۔ یہ اپنے کام میں یکا ہے۔ خیر اس روسیاہ عورت کا قصہ اب بہت جلد پاک ہوگا۔ رہ گیا مرد۔ اس کی نسبت میں یہ جاننے کی کوشش کرتا ہوں۔ کہ کیا جو کچھ نظر آیا۔ وہ اس کا مادی وجود تھا۔ یا محض روحانی سایہ۔ کیونکہ اگر وہ اب تک عالم ہستی میں ہے۔ تو اسے بھی بہت جلد زندگی کو خیر باد کہنا ہوگا۔"

باب ۹۸

پاکھنڈی پارسا

نظارہ شہر لندن میں بدلتا ہے۔ جہاں ایک خوشنما آراستہ کوٹھی میں ہمارے مسٹر وائٹ جوکر حسین و جمیل لنڈا کو بغل میں لئے۔ جسے میڈم اینجلیک نے صد مکر و فریب سے ان کے گلے باندھا تھا۔ جملہ عشاق کی طرح ہوا میں بھرے بیٹھے تھے۔ وہ نازنین جامہ تن زیب میں ملبوس باہزاراں ناز و ادا ان کے پہلو میں جلوہ افروز تھی۔ ملائم سنہری بال۔ برق پاش چہرہ کے گرد ہالہ بنے ہوئے گدی پر خوشنما جوڑے کی صورت میں بندھے ہوئے تھے۔ چونکہ ابھی دوپہر تھی۔ اس لئے بناؤ سنوار کا وقت نہ آیا تھا۔ مگر حسن دلفریب اور جمال جہاں آرا چاہے جس حالت میں ہو۔ چاہنے والوں کے سینہ میں یکساں آتش افروزی کر سکتا ہے۔

مسٹر وائٹ جوکر اس محبوب خوش گفتار پر سو ہزار جان سے فریفتہ ہو چکے تھے۔ مگر طبیعت اب تک سیر نہ ہوئی تھی۔ شوق پورا ہو چکا۔ مگر ہوس باقی تھی۔ بے خبری میں حضرت سمجھے ہوئے تھے۔ کہ یہ نازنین ہمارے پاس آنے تک نیکی اور پاکبازی کا مجسمہ تھی۔ اور اس کا تو انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ وہ عنقریب بچہ کی ماں بننے والی ہے۔ جس وقت کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ انہیں اس مکان پر آئے تھوڑی دیر گذری تھی۔ شب گذشتہ اس محبوب دلنواز کے پہلو میں بسر کرنے کا موقعہ یوں نہ مل سکا۔ کہ مسٹر وائٹ جوکر سے ہر بار یہ عذر لنگ پیش کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کہ "ہمارے کلیسا کے ایک عابد و پارسا بھائی بستر مرگ پر دراز ہیں۔ میں ان کی آخری خدمت کے لئے یہ رات وہیں بسر کرنا چاہتا ہوں"۔

مسٹر وائٹ جوکر نے اب بھی ویسا لباس پہنا ہوا تھا جیسا اس وقت جب ان کا بار اول ہمارے ناظر سے تعارف ہوا یعنی کالے رنگ کا سوٹ اس پر سپید گلوبند اس طرح بندھا ہوا کہ کالر دکھائی نہ دے۔ پاؤں میں لمبی جرابیں اور ران پر کرمزی گرگابی جو جوڑے فیتہ کی بوسے آراستہ تھی۔ سر پر چوڑے حاشیہ کی ٹوپی پہنا کرتے تھے جسے اس وقت فرش زمین پر رکھا ہوا تھا۔ اور ایک چوڑی سی چھتری ہر وقت ان کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ نا معلوم اس میں کیا راز ہے۔ کہ یہ پابند مذہب پارسا لوگ ہمیشہ سوتی کپڑے کی چھتریاں ہی استعمال کرتے ہیں۔ فی الحقیقت چھتری کا وجود ان کے لئے داخلہ لازمات سے ہے رشاید اس کے بغیر ان کی پارسائی ہی مکمل نہیں ہوتی

بہرحال ایسا آدمی امیر ہو یا غریب۔ اس کی چھتری ہمیشہ سوتی کپڑے کی ہوگی۔ ریشمی کبھی نہ ہوگی خدا معلوم ریشم کو انہوں نے کیوں تلانجلی دے رکھی ہے۔ موقعہ ہو تو کسی سے پوچھ دیکھیے۔
کبھی کسی شخص کو اکسیٹر ہال میں جانے کا اتفاق ہو۔ تو دیکھے گا کہ لکچرار کی تقریر کے پرجوش حصوں پر جتنی چھتریوں کی ڈنڈیاں زور زور سے فرش زمین پر ماری جاتی ہیں۔ وہ سب سوتی کپڑے کی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ ریشم کی ایک نہیں ہوتی۔ فی الحقیقت کسی مرد پارسا سے سوتی کپڑے کی چھتری کا وجود اسی قدر لازم و وابستہ ہے۔ جیسے زن پارسا کے لئے برانڈی کی بوتل۔ اور ایسے جلسوں میں جہاں ان پاکھنڈی پارساؤں کا ہجوم ہو۔ سوتی کپڑے کی چھتریاں اور برانڈی کی بوتلیں کم و بیش مساوی مقدار میں دیکھی جا سکتی ہے۔
مگر ذکر کچھ اور تھا۔ ہم بیان کر رہے تھے۔ کہ مسٹر وائٹ چوکر اپنے محبوب دلنواز کو پہلو میں لئے ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ خوش فعلیاں اور خوش گپیاں ہو رہی تھیں۔ جنگ جگت۔ پھبتی اور حاضر جوابی کا بازار گرم تھا کہ دفعتاً ہمارے دوست نے معلوم کیا۔ لنڈا کا چہرہ غیر معمولی طور پر اداس ہو گیا ہے۔
اس دردناک گنگناتی ہوئی آواز میں جس کے یہ لوگ کثرت استعمال سے عادی ہو جاتے ہیں۔ آپ نے اس روئے برق پاش کو اپنی طرف اٹھا کر پیار سے کہا "دلنواز حسینہ کیا ہوا؟ کیوں یکایک رخ انور پر غم کے بادل چھا گئے؟ اگر اس دل نازک میں کوئی خفیہ رنج باقی ہو۔ تو اپنے ادنیٰ خادم چوکر کو اس کا حصہ دار بنانے میں دریغ نہ کرو۔ کیونکہ پیاری لنڈا تم ہنسو گی۔ تو چوکر بھی ہنسیگا۔ تمہیں کلفت ہوگی تو چوکر بھی رونے لگیگا۔"
اس وقت دو آنسو موتیوں کی طرح شفاف اور قطرات شبنم کی طرح چمکدار لنڈا کے گلفام رخساروں پر بہ نکلے۔ مسٹر وائٹ چوکر نے انہیں دیکھا تو پہلے انہیں چومنے کی کوشش کی پھر حسب وعدہ خود آنسو بہانے پر مجبور ہوئے۔ مگر چونکہ بے وجہ رونا مشکل ہے۔ اور ان کے لئے رونا لازم تھا۔ اس لئے ناچار آنکھیں دبانے کو جیب سے رومال نکال لیا۔ ایسا کرتے ہوئے مذہبی ٹریکٹوں کا ایک پلندہ جیب سے نکل کر فرش زمین پر گر گیا۔ یہ ٹریکٹ زیادہ تر وحشی مردم خوروں کی تہذیب حبشیوں میں عیسائیت کی تبلیغ اور ننگے وحشیوں کی ستر پوشی کی تحریک کے متعلق انجمن کے ممبروں کی بکواس سے پر تھے۔ اور مسٹر وائٹ چوکر گھر میں بی بی سے یہ بہانہ کر کے آئے تھے۔ کہ میں انہیں ان لوگوں میں تقسیم کرنے جا رہا ہوں۔ جو آج تک

نورِ حقیقت کے فیض سے محروم ہیں۔ مگر دوسروں کو نورِ مذہب سے بہرہ اندوز کرنے کی سچی حضرت خود نورِ عشق سے مستفید ہونے کے لئے اس مکان پر چلے آئے۔ جو انہوں نے صرف زرِ کثیر سے اس نئی داشتہ کے لئے کرایہ پر حاصل کیا تھا۔

تھوڑی دیر سرد آہیں بھرنے۔ اوپر کی طرف آنکھیں اُٹھانے اور ہونٹوں کو بار بار رومال سے دبانے کے بعد۔ یہ سمجھ کر کہ تقلیب کا عمل پورا ہوگیا مسٹر وائٹ چوکر نے کہا "پیاری لنڈا بتاؤ تو سہی۔ آج تم اتنی اداس کیوں ہو؟ اگر اس طریق زندگی پر کسی طرح کا ملال ہو۔ تو اسے دل سے دور کردو۔ کیونکہ جو لوگ اپنی زندگی خلق خدا کو مذہب کی راہ صراط پر چلانے اور ان میں عیسائیت کا سچا نور پھیلانے کی عظیم الشان خدمات کیلئے وقف کرچکے ہوں۔ ان کے لئے اس محنت شاقہ کے بعد تھوڑی سی خوش وقتی اور خوش گذاری قابل معافی ہے۔ اگر نورِ حقیقی کی تلاش داخل ثواب ہے تو نورِ مجازی کی جستجو بھی باعث گناہ نہیں ہوسکتی اور ہو بھی تو میرے اعمال کا روشن پہلو سیاہی کے اس ذرا سے دھبے کو بآسانی دھو سکتا ہے۔ اور چونکہ میری عبادت و ریاضت کا جامہ میرے علاوہ تمہیں بھی جو از روئے مذہب میری عزیز بہن ہو۔۔۔ ارر! توبہ کیا بک گیا۔۔۔ میری عبادت کا جامہ ہم دونو کے لئے کافی کھلا ہے۔ اس لئے میری جان تمہارے لئے فکرمند یا اداس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ بتاؤ پیاری لنڈا اپنے وفادار چوکر کو بتاؤ۔ تمہیں کس بات کا رنج ہے؟ جہاں تک ممکن ہے وہ تمہارا رنج والم دور کرنے کی کوشش کرے گا۔۔۔"

"میں حیران ہوں" لنڈا نے روتے اور سسکیاں لیتے ہوئے کہا "آپ کو جو مجھ پر اتنے مہربان اور ایسے فیاض ہیں۔ اصل حقیقت سے کیونکر آگاہ کروں؟"

"جان چوکر۔ تم کچھ اس طرح کی باتیں کر رہی ہو۔ گویا تم نے کسی معاملہ میں اپنے خادم کو دھوکا دیا ہے۔" ہمارے پارسا دوست نے انداز فکر سے کہا۔ اور ان کا چہرہ غیر معمولی طور پر لمبوترا ہوگیا "خیر جو بات ہو صاف صاف کہہ دو۔ کیونکہ میں بری سے بری خبر سننے کو تیار ہوں۔"

"افسوس یہ سچ ہے۔ کہ ایک طرح سے میں نے آپ کو دھوکا ہی دیا" لنڈا نے افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "یعنی اس طرح کہ میں نے آپ کو اس بات سے خبردار نہیں کیا۔۔۔"

"کس بات سے؟ کس بات سے؟" مسٹر وائٹ چوکر نے کرسی پر بے چینی سے ہلتے ہوئے پوچھا۔ "میڈم اینجلیک نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ تم اپنی عمر میں صرف ایک بار گنہگار رہو گی

تھیں ..."

"افسوس۔ افسوس! معاملہ اسی قدر نہیں" لنڈا نے زار زار روتے ہوئے کہا۔ جو کچھ میڈم ایجلیک نے آپ سے کہا، وہ تو صحیح تھا، مگر ... ہائے! اب کس منہ سے کہوں ..."

"کہہ دو۔ پیاری جو بات ہو۔ کہہ دو۔" مسٹر وائٹ جوکر نے بہ بضد ہو کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ کیا معاملہ ہوگا جس کے لئے تم ایسی فکرمند۔ اور اسے ظاہر کرنے سے اتنا گھبراتی ہو۔ جو بات ہو کہہ دو۔ کیونکہ کشمکش و پیچ کی حالت میرے لئے سخت تکلیف دہ ہے۔ بدن کانپ رہا ہے۔ دل ڈوبا جاتا ہے۔ اور۔ اور ... کہیں یہ تو خیال نہیں کہ سنفل لوز کو شبہ ہو گیا ہے ..."

"نہیں یہ بھی نہیں۔" لنڈا نے جواب دیا۔ "وہ بات تمہارے دوستوں یا رشتہ داروں سے تعلق نہیں رکھتی ..."

"تو کیا تمہارے رشتہ داروں سے تعلق رکھتی ہے؟" مسٹر وائٹ جوکر نے گھبرا کر پوچھا۔ "مگر جانِ من ایسی ناعاقبت اندیشی تم نے کیسے کی؟ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ میں اپنی پارسائی اور عبادت گذاری کے لئے ملک بھر میں مشہور رہوں۔ اگر میری نسبت بدگمانی کی ہوا بھی نکل گئی۔ تو ... ہائے ہائے اکسیٹر ہال والے کیا خیال کریں گے۔"

"میں سخت پریشان ہوں۔" لنڈا نے اس طرح سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ گویا۔ اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ "کاش آپ کے ہاں نہ آتی ... میں ڈرتی ہوں ..."

"تم ڈرتی ہو! کسی سے؟" مرد پارسا نے مضطرب لہجہ میں پوچھا۔

"اس بات سے کہ اگر میرے شوہر کو معلوم ہو گیا ..."

"اررر! تمہارے شوہر کو!" اور یہ کہتے ہوئے مسٹر وائٹ جوکر کے چہرہ پر حزن و ملال کے ایسے آثار نمودار ہوئے جن سے صورت مضحکہ خیز بن گئی۔

اس اضطراب و پریشانی میں صدہا خیالات برق کی تیزی رفتار سے ان کے دماغ سے گذرے۔ سوچا اگر اس عورت کے شوہر نے اس کا میرے ہاں رہنا معلوم کر لیا۔ تو خدا جانے معاملہ کہاں پہنچے گا۔ اجرائے استغاثہ۔ عدالت کی کارروائی۔ بدنامی۔ رسوائی ان سب باتوں کے خیال نے مسٹر وائٹ جوکر کے دل پر ایسا اثر کیا کہ غریب پہلے نمایاں طور پر کانپا پھر افسردگی سے آگے کی طرف جھکا۔ اس کے بعد چھتری کے سہارے ٹیک کر اپنی چوڑی باڑ کی ٹوپی پر اوندھے منہ جا گرا۔ وہاں گر کر اس نے پارساؤں کی اصطلاح میں "روحانی آہ

و زاری" شروع کی۔ اس نے اس وقت کو یاد کرکے بہت افسوس کیا۔ جب اس عورت کو پاس رکھنا منظور کیا تھا۔ اس نے سوچا۔ کہ ایک شادی شدہ عورت سے تعلق رکھنے سے ہزار درجہ بہتر ہوتا۔ کہ میں شہر لندن میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ قدرت مجھے قطبین میں کہیں اس جگہ پیدا کرتی جہاں اسکیمو لوگ بستے یا سفید قطبی ریچھ پائے جاتے ہیں۔ یا ان جاہل لوگوں میں پیدا کرتی جہاں بحر الکاہل کے جنوبی جزیروں میں مردم خوار لوگ ایک دوسرے کو کھا جاتے ہیں۔ لنڈا نے مسٹر وائٹ چوکر کی حالت زار دیکھی۔ تو رونا بند کرکے ان سے اٹھنے کے لئے کہا۔ مگر جب دیکھا۔ کہ حضرت اپنی جگہ سے نہیں ہلتے۔ بلکہ وہیں فرش زمین پر پڑے ہوئے عجز و انکسار کے ساتھ زمین پر ناک رگڑے جاتے ہیں۔ تو خود ان کو سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کی بارے لنڈا کے دستِ نازک کا سہارا پاکر آپ فرش زمین سے اُٹھے۔ اور پھر وحشت جو سوار ہوئی۔ تو لنڈا کو دونو بازوؤں میں لے کر متواتر پانچ منٹ تک بوسے دیتے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی ذلت و رسوائی کے خیال سے ہائے ہائے کرتے گئے۔

اس عمل کے بعد آپ نے اس روندی آواز میں جس سے وہ طالب علم جو کسی سوال کو حل کرنے سے عاجز ہو گفتگو کیا کرتا ہے۔ فرمایا۔ "آپ میری جان سارا قصہ بیان کرو۔ یعنی کس طرح تمہاری شادی ہوئی؟ کون تمہارا شوہر ہے؟ وہ کیسا آدمی ہے؟ کیا مرد خدا رسیدہ ہے یا اس کے دل میں خداوند خدا کا خوف نہیں۔۔ مگر وہ کوئی ہو۔ خدا کی لعنت ہمیشہ اس پر نازل رہے!" یہ آخری فقرہ مسٹر وائٹ چوکر نے خلاف عادت مبتذل لفظوں میں کہا۔ مگر حقیقت میں وہ ان کے دلی خیالات کا مظہر تھا۔

لنڈا اس عرصہ میں برابر روتی اور سسکیاں لیتی رہی تھی۔ اسی حالت میں کہنے لگی "اگر آپ سننا منظور کریں۔ تو میں سب حال بیان کرتی ہوں۔ آپ جانتے ہیں۔ میرا وطن ملک جرمنی میں ہے۔ میں شہر بانہیم میں پیدا ہوئی تھی۔ جہاں میرے والدین شریفانہ زندگی بسر کرتے تھے قریباً تین سال گذرے۔ ایک انگریز اس ہوٹل میں آکر ٹھیرا۔ جو ہمارے مکان کے عین سامنے واقع تھا۔ پہلے ربط وضبط ہوا جس سے بے تکلفی بڑھی۔ وہ بہت مالدار اور سوار فوج میں کپتان تھا۔۔"

اس وقت مسٹر وائٹ چوکر کے منہ سے کراہنے کی ایسی دردناک اور کھوکھلی آواز نکلی گویا کسی مردہ کے منہ سے نکلی ہو۔ اس آواز کو سن کر لنڈا چونک گئی۔ اور اس کا فقرہ ناتمام ہی

رہا۔ سوار فوج کا کپتان! اُف خدا جانے تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ کہ ایسے خوفناک آدمی سے واسطہ پڑ گیا۔ کہاں مسٹر وائٹ چوکر کا حلم و بار سائی۔ اور کہاں ایک فوجی افسر کا جوش اور غصہ۔ اس کے عوض دنیا بھر کے سفلی لونڈوں سے مقابلہ ہوتا۔ تو بلا سے۔ کچھ ایسا مشکل کام نہ تھا۔ جس سوسائٹی سے ان کا تعلق تھا۔ وہ ان کے چال چلن کی تفتیش کے لیے تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرتی اور اس کے سارے ممبر مسٹر چوکر کے جانی دشمن ہوتے۔ تو ان سے عہدہ برآ ہونا بھی سہل تھا مگر ایک فوجی افسر کا مقابلہ! اس کے بدلے تو کوئی ان کا منہ کالا کر کے تین بار ہائڈ پارک کا چکر لگواتا۔ یا عصر قدیم کے مجرموں کی طرح سنگی ستون سے باندھ کر ان پر گندے انڈے پھکواتا۔ تو ان سزاؤں کو وہ مقابلتاً حقیر سمجھ کر خوشی سے برداشت کر لیتے۔ مگر... اس فوجی افسر کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

یہ خیالات جو مسٹر وائٹ چوکر کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ ان کی صورت پر اتنے اثر انداز ہوئے کہ چہرہ بگڑ گیا۔ آنکھیں اوپر کو اٹھ گئیں۔ ہاتھ پیر ٹیڑھے ہو گئے۔ اور بدن ہلنے لگا۔ لنڈا نے یہ حالت دیکھی۔ تو غم کا آسیب دور کرنے کے خیال سے پیار و محبت کا سحر پھونکنے لگی۔ ساتھ ساتھ اس نے کہا "پیارے ایسا نہ گھبراؤ۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ کو خوش کرنے کی بجائے آزردہ کرنے کا باعث ہوئی۔ مگر کیا کروں۔ آپ ہی نے سب حال کہنے پر مجبور کیا۔ کاش میں سارا واقعہ پیشتر آپ سے بیان کر دیتی۔ مگر نہ کر سکی۔ آپ کو دیکھ کر طبیعت اتنی بے چین ہوئی۔ اور محبت نے وہ زور پکڑا۔ کہ مجبوراً چپ رہی۔ ڈرتی تھی۔ کہیں اصل حقیقت سے واقف ہو کر آپ میری صحبت نامنظور کریں..."

"خیر جو ہونا تھا ہو گیا۔" مسٹر وائٹ چوکر نے گری ہوئی آواز سے کہا "میری حالت میں تمہارا عشق ثمر ممنوع ثابت ہوا ہے۔ تمہیں نے اس بدنصیب آدم کو حوا بن کر" یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی چھاتی پر زور سے دو ہتڑ مارا۔ اور اس عمل کو آخر کے ہر لفظ پر جاری رکھا۔ "گناہ کی غار میں گرایا! گرایا! گرایا!"

"پیارے میں اپنی خطا کے لیے معافی چاہتی ہوں"۔ لنڈا نے ان کی گردن میں بازو ڈال کر کہا۔ "دراصل اس کپتان... خدا کے لئے اتنا ہائے ہائے نہ کرو... اس سوار فوج کے کپتان... آہ۔ کیا پھر تم نے ہائے ہائے کی... اچھا۔ اب بس اس کا نام لینا ہی کافی سمجھو گی۔ اس شخص کارٹ رائٹ نے کو وہ عمر میں بڑا تھا۔ مجھ سے شادی کی درخواست

لی۔ میں اسے بالکل نہ چاہتی تھی۔ میرے دل میں اس کے لئے نفرت کے سوا کوئی احساس نہ تھا۔ مگر والدین برابر اس کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ اس نے اپنی بے شمار دولت کا ذکر کیا۔ اس کی معاشرت بھی اعلیٰ تھی۔ اس لئے والدین نے سوچا۔ کہ اس آدمی سے شادی کرکے بیٹی ہمیشہ سکھی رہے گی۔ مگر مجھ پر وہی گذری جس کی کہانیاں قدیم سے مشہور چلی آتی ہیں۔ یعنی میری راحت کو دولت پر قربان کیا گیا۔ مجھے خلاف منشا اس کپتان ... نہ تو بہ کارٹ رائٹ سے بیاہ دیا گیا۔" یہ لفظی تبدیلی اس نے اس لئے کی۔ کہ کپتان کا لفظ سنتے ہی مسٹر وائٹ چوک کے منہ سے پھر وہی دردناک کھوکھلی آواز نکل گئی۔ جو کسی گہرے کنوئیں کی صدائے بازگشت سے مشابہ تھی۔

اتنا کہہ کر وہ رکی۔ اور کچھ تھوڑی دیر تک سسکیاں لیتی رہی۔ اس اثنا میں ہمارے دوست کرسی پر بیٹھے دیوانوں کی طرح جھوم رہے تھے۔ ہر بار جب پیچھے ہٹتے۔ تو کراہتے۔ اور آگے بڑھتے تو ہائے وائے کرتے تھے۔ گویا ان کے آگے پیچھے ہلنے سے مختلف آوازوں کے اتصال نے ایک عجیب بے سر تال کی موسیقی پیدا کر دی۔ جو حالات کی نوعیت اور مسٹر وائٹ چوک کی ظاہری حیثیت کے لحاظ سے نہایت درجہ مضحکہ خیز تھی۔

"میری اس مہلک شادی کو تین سال گذر گئے۔" لنڈا نے ہلکی دردناک آواز میں قصہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مگر میں صرف ایک سال اپنے شوہر کے پاس رہی۔ وہ مجھ سے بدسلوکی کرتا گالیاں دیتا۔ اور حالت مدہوشی میں اس سختی سے زدوکوب کرتا تھا ..."

اس وقت مسٹر وائٹ چوک کے منہ سے پھر وہی کراہنے کی آواز نکلی۔ چہرہ سپید ہو گیا اور اعضا مریض رعشہ کی طرح کانپنے لگے۔ کپتان کے خوفناک چابک۔ دہشت ناک پستول۔ عدالتی کارروائی۔ تاوان عظیم۔ اخباری بدنامی۔ اکیسٹر ہال کی پٹائی اور تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر کے مناظر اس طرح آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ گویا کسی نے عمرو عیار کی زنبیل ان کے سامنے رکھ کر کھول دی۔ اور اس کے اندر سے صدہا بھیانک مخلوق ٹڈی دل کی طرح ان کے ہر حصہ بدن پر جم کر بیٹھ گئی۔ ان ہیبت ناک مناظر میں سب سے ہیبت ناک ان کے مذہبی رقیب اور سب سے بڑے دشمن سنفل نوز کا خونچکاں چہرہ تھا۔ جو تخیل میں ان کی طرف از راہ حقارت سے گھورتا اور جگمگاتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ بدنصیب وائٹ چوک! غریب کو کیا خبر تھی کہ عشق کی اوکھلی میں سر دینے سے یہ دھمکیاں بھی سہنی پڑتی ہیں۔

"اس ایک سال کے بعد" لنڈا نے داستان جاری رکھ کر کہا "میں اس خوفناک آدمی کو

مجبوراً چھوڑ کر اپنے والدین کے پاس چلی گئی۔ مگر وہ وہیں پہنچا۔ اس نے ہر بات میں میری ہی خطا ثابت کی۔ اور ظاہر کیا۔ کہ وہ خود نیکی۔ فیاضی اور پارسائی کا مجسمہ ہے۔ سب حال سن کر والدین نے مجھے سسرال جانے پر مجبور کیا۔ مگر میری اس خوفناک شوہر کو دیکھ کر روح خشک ہوتی تھی۔ اس لئے ڈر کے مارے پھر بھاگ نکلی اور انگلستان پہنچی۔ یہاں کہیں ایک معزز گھرانے میں استانی بنی۔ مگر میرا شوہر وہاں بھی آ پہنچا۔ اور میں پھر فرار ہونے پر مجبور ہوئی۔ لندن سے پیرس گئی اور وہاں بھی بچوں کو پڑھانے کا کام کرنے لگی۔ انہی دنوں میڈم اینجلیک کسی کام پہ وہاں گئی ہوئی تھی۔ اتفاقاً اس سے ملاقات ہوئی۔ میرا خیال تھا وہ کوئی معزز خاتون ہے۔ مجھ سے کہنے لگی اگر کبھی لندن آنا ہو تو مجھ سے ضرور ملنا۔ میں نے اس کا وعدہ کیا۔ انہی دنوں میرا شوہر پیرس جا پہنچا۔ میں نے لوگوں کی زبانی سنا۔ کہ وہ سب مال و دولت تباہ کر چکا ہے۔ اس سے خیال ہوا۔ شاید اب مجھ بدنصیب کا پیچھا نہ کرے گا۔ مگر افسوس یہ خیال غلط نکلا۔ وہ میرے پاس گیا۔ اور مجھے ساتھ چلنے پر مجبور کرنے لگا۔ کوئی اور چارہ کار نہ دیکھ کر میں وہاں سے بھی بھاگ نکلی۔"

"اچھا اور اس کے بعد میری مظلوم لنڈ، پھر کیا ہوا؟" مسٹر وائٹ جو کرنے بدستور کراہتے ہوئے پوچھا۔

وہ کہنے لگی "میں اس خیال سے کہ قرضہ کی زیر باری میرے شوہر کو اس آئے دن کی سیر وسیاحت سے باز رکھے گی۔ پھر لندن آ گئی۔ اور استانی کا کام کرنے لگی۔ مگر ایک ہی ہفتے کے بعد وہ بلائے بے درماں کی طرح آن موجود ہوا۔ اور میں پھر بھاگ نکلی۔ میری حالت نہایت مایوسانہ تھی۔ کسی بری ساعت میں میری میڈم اینجلیک سے ملاقات ہوئی۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گئی جس کا صحیح حال جلدی ہی معلوم ہو گیا۔ وہاں اس نے میرا ایک ایسے ہی بھلے مانس سے میل کرایا۔ اور ... میں مجبوری کی حالت میں گنہگار ہوئی۔ البتہ اس کی قسم لیتی ہوں۔ کہ اس کے بعد آپ کے سوا میں نے کسی مرد کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔"

"اور وہ بھلا مانس جس کا تم ذکر کرتی ہو" مسٹر وائٹ جو کرنے سنجیدگی سے سر ہلا کر پوچھا وہ کون تھا۔ کوئی عاشق تن رسیا نوجوان ...؟

"نہیں" ایک عمر رسیدہ آدمی جس کی نسبت سنا تھا۔ کہ کلیسا سے تعلق رکھتا ہے۔"

"اوہ تب کچھ حرج نہیں" مسٹر وائٹ جو کرنے اطمینان سے کہا۔ آدمی بالطبع پارسا

ہو۔ تو ایسی کمزوریاں اس کی نیکیوں میں دب جاتی ہیں۔ مگر تمہارا یہ خوفناک شوہر۔۔ ہائے ہائے! اگر مجھے اس کم بخت کا حال معلوم ہوتا۔۔"

"اس منحوس کو یاد کر کے میرا اپنا بدن کانپ رہا ہے۔" لنڈا نے روتے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں اس کا یقین ہے کہ وہ ضرور تمہارا پتہ معلوم کرے گا؟" مسٹر وائٹ چوکر نے سر سے پاؤں تک کانپتے ہوئے پوچھا۔

"خدا نہ کرے" لنڈا نے جواب دیا۔ "لیکن اگر وہ کلموا کہیں سے آ نکلے۔ تو پیارے مجھ سے وعدہ کرو۔ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے۔۔۔ تم مجھے اس خوفناک آدمی کے حوالہ نہ کرو گے۔"

الفاظ ابھی اس کے منہ ہی میں تھے۔ کہ کسی نے صدر دروازہ پر اس زور کی دستک دی۔ جس سے سارا گھر گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ گھنٹی کی رسی کو اس زور سے کھینچا۔ گویا کوئی دیوانہ بڈلم کے پاگل خانہ سے چھوٹ کر آیا ہے۔ ان آوازوں کو سنتے ہی مسٹر وائٹ چوکر کی روح خشک ہو گئی۔ سمجھا کہ جس آفت کا کھٹکا تھا وہ سر پر آ گئی۔ مگر فوراً ہی دل میں ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ قدرت نے نہایت بزدل انسان میں بھی ذاتی حفاظت کا مادہ پیدا کر دیا ہے۔ بودار کتوں سے گھری ہوئی لومڑی بھی وار کرنے سے دریغ نہیں کرتی۔

کہنے لگے "جان سے پیاری لنڈا! میں جو کہتا ہوں۔ اس پر عمل کرو۔ یعنی اس طرح کی بھولی اور متین صورت بنا لو۔ گویا ایک عابد و پارسا عورت اپنے گناہوں پر تہ دل سے اظہار افسوس کر رہی ہے۔ میرے خیال میں اس مردود سے بچنے کے لئے جو ہمیں نگلنے کو شیر ببر کی طرح غراتا آ رہا ہے۔ ریاکاری ہی بہترین زرہ بکتر ہے۔۔۔ آہ! مجھے اس کے پاؤں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔۔۔ تیرا ستیاناس ہو!۔۔۔ پر نہیں۔ اس وقت تو مجھے ایسے لفظ بالکل نہ کہنے چاہئیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس طرح دوڑتے ہوئے دروازہ تک گئے۔ گویا باؤلے کتے سے ڈر کر بھاگے ہیں۔ اور دروازہ کو ذرا سا کھول کر پھر بے تحاشا دوڑتے اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد لنڈا کو مخاطب کر کے انہوں نے کچھ اس پیرایہ میں تقریر شروع کی۔ کہ تھوڑی دیر کے لئے وہ متنفی عورت بھی ان کی ریاکاری سے متعجب ہو گئی۔

"میری نیک۔ عابدہ و پارسا بہن" مسٹر وائٹ چوکر نے عجیب طرح منہ بنا کر اور اس منہ سے کئی قسم کی آوازیں جن میں کراہٹ اور بھنبھناہٹ کے بھی رنگ شامل تھے کہا "سچ پوچھو تو ہم سب خداوند خدا کے گنہگار بندے ہیں۔ ہم وہ بھیڑیں ہیں جو اپنے گلہ سے جدا ہو چکی ہیں۔ پس

اسماعیلی خدا رسیدہ بہن ایک ایسے شخص کی حیثیت میں جس کی پارسائی اور عبادت گذاری مسلمہ ہے اور جس کی نیک سیرتی اور خوش خصالی پر کبھی حرف نہیں آیا۔ میرا یہ فرض ہے کہ گاہ بگاہ تم سے برادرانہ ملتا رہوں۔ اے بہن ہمیں شب و روز اس خداوند خدا کی حمد کے گیت گانے چاہئیں۔ جو ہم سب کا خالق اور ہمارے عیب و ثواب کا شاہد ہے عنقریب میں تم کو انجیل مقدس کا وہ حصہ پوری تشریح کے ساتھ سناؤں گا جس میں خداوند خدا نے نیکی کی تلقین کی ہے۔ مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ کہ تم جو بھٹکی ہوئی بھیڑوں میں شامل تھیں اب پھر گلہ میں آگئی ہو۔ یقین ہے میرے نصیحت آمیز وعظ کو سن کر تمہیں کامل سکون اور اطمینان قلب حاصل ہوگا اے بہن ہمارا فرض ہے کہ دنیا کی مکروہ زیب اور گمراہیوں سے بچنے کے لیے صداقت کا زرہ بکتر پہنیں . . . "

"ہاں بہن لو۔ پر وہ کوئی بڑا ہی مضبوط زرہ بکتر ہوگا۔ جو تم کو میرے اس چابک سے محفوظ رکھے۔ جسے مار مار کر میں تمہارا کچومر نکال دوں گا۔ اور وہ حال بناؤں گا کہ تمہاری ماں بھی اپنے بچہ کو نہ پہچانے گی۔"

یہ الفاظ کہتے ہوئے مسٹر کارٹ رائٹ بپھرے ہوئے شیر ببر کی طرح اس حالت جوش میں کہ آنکھوں سے خون ٹپکتا اور غصہ سے مٹھیاں کسی ہوئی تھیں۔ تیز چلتے کمرہ میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی مسٹر وائٹ چوک کا فقرہ وہیں کا وہیں نامکمل رہ گیا۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ ان کی نگاہ آتشی کے مقابلہ میں برف کے تودہ کی طرح پگھلا جا رہا ہوں۔ کپتان صاحب نے اس وقت بالکل سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔ البتہ مونچھیں۔ اگر ممکن ہو سکتا ہے۔ تو اس وقت سے بھی زیادہ اینٹھی ہوئی تھیں۔ جب آپ مسٹر سوفٹی یا لارڈ وینہم کے مکان پر تشریف لے گئے تھے مینڈا نے ان کو دیکھتے ہی دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھک لیا۔ اور زور کی چیخ ماری۔ مسٹر وائٹ چوک نے جتنی باتیں سوچی تھیں سب بھول گئیں۔ حالت اضطراب میں ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ چہرہ زرد ہو گیا اور خداوند خدا سے دعا مانگنے لگے۔ کہ اس وقت زمین پھٹ جائے تو میں بلکہ فوراً اس میں سما جاؤں۔ لیکن ہرچند بڑے عابد و پارسا بلکہ اس سے بھی زیادہ مرد خدا رسیدہ تھے۔ تاہم شق الارض کا معجزہ جس کی آرزو تھی۔ ظہور میں نہ آیا۔

اتنے میں کپتان کارٹ رائٹ مینڈا کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اب اسے مخاطب کر کے انہوں نے بڑے پرجوش لفظوں میں کہا۔ "بدکردار عورت آخر تو مجھ سے نہ بچی۔ اور میں نے

تجھے ڈھونڈ لیا۔ مگر افسوس کس حالت میں! پہلے تو کم سن بچپن کی معلم بن کر دنیا میں نیکی اور پاکیزگی کی تلقین کرتی تھی۔ یا اب ایک پاجی ریاکار بدمعاش مجسم معلم الملکوت کی داشتہ بن کر خود گناہ کی ناپاک زندگی بسر کرتی ہے۔ اس بدکرداری کی سزا میں عنقریب تجھے دوں گا۔ مگر سب سے پہلے میں اس کفر مجسم۔ راندۂ درگاہ بڈھے سے پوچھتا ہوں کہ تجھ کو اپنے گلے میں پارسائی کے سپید رومال باندھ کر عبادت و ریاضت کے دعوے کرتے ہوئے دوسروں کی بہو بیٹیوں کو ورغلانے کا کیا حق حاصل ہے؟

ان الفاظ کو سن کر مسٹر وائٹ چوکر کی گھگی بندھ گئی۔ بہت دیر تک ان کے منہ سے جواب کا ایک لفظ تک نہ نکلا۔ آخر بڑی مشکل سے رک رک کر کہنے لگے "م م م میرے نیک دل دوست ... م م م میرے قابل قدر عالیجناب .. یعنی بہادر کپتان صاحب۔ دراصل یہ معزز خاتون خداوند خدا کے نہایت برگزیدہ بندوں میں سے ہے ..."

"چپ بے حیا" کپتان کارٹ رائٹ نے گرج کر کہا۔ "ورنہ یاد رکھ میں ابھی تیرا گندا سر پھوڑ کر دس ٹکڑے کر دوں گا۔"

"مگر ج ج جناب عالی" بدنصیب پارسا نے اپنی پریشان حالی کو ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نہیں جانتے میں ایک عزت دار صاحب ایمان آدمی ہوں۔ معزز صحبتوں میں ہر شخص مجھے قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتا ہے ..."

"یعنی ایسی صحبتوں میں جیسی میڈم انجلیک کے کوٹھی خانہ میں ہوا کرتی تھیں" کپتان کارٹ رائٹ نے جوش سے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ چند دن پہلے تک تمہاری وہاں آمد و رفت تھی۔ اور وہیں میری حیا باختہ بی بی سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی ... انکار نہ کرو۔ میرے پاس اس کے مکمل ثبوت موجود ہیں۔ جنہیں میں وکلا کی اس معزز جماعت مسرز کیچ فلنٹ شارپلی رمرگ۔ ڈودنی اینڈ کمپنی سکنہ لنکنز ان فیلڈس کے پاس جمع کر چکا ہوں۔ آج ہی تمہیں ان کی طرف سے پانچ ہزار پونڈ تاوان کا نوٹس موصول نہ ہوا۔ تو میرے قابل فخر نام ہینیبال سیزر ہوپین کارٹ رائٹ پر لعنت ہے۔"

بدنصیب وائٹ چوکر جو حالت اضطراب میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ خوفناک ناموں کی یہ دوگونہ تفصیل سن کر ضعف جانی سے پھر وہیں بیٹھ گیا۔ اف! اگر واقعی معاملہ وکیلوں تک چلا گیا۔ تو بس عزت و آبرو کا خدا حافظ۔ اور اگر اس کے علاوہ کپتان نے جس

کے نام ایک سے ایک زیادہ خوفناک تھے۔ قانونی کارروائی کے ساتھ ساتھ کوئی عملی کارروائی بھی ضروری تھی تو پیٹھ کی کھال ادھڑتی ہوئی چند یا کا بھی خدا حافظ۔ الہی کس مخمصے میں جان پھنس گئی۔ یہ معلوم نہ تھا کہ عشق کے ساتھ جوتوں کی کسک بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔

لنڈا تھی کہ اب تک دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھکے ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا۔ اتنی خوف زدہ ہے کہ اپنے ہیبت ناک شوہر کی طرف وزدیدہ نظروں سے دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کرتی۔ نہ زبان میں التجائے رحم کی جرأت تھی۔ نہ اعضا میں اظہارِ عجز کی طاقت۔

لیکن دفعتاً مسٹر وائٹ چرچ کے دل میں ایک خیال اور پیدا ہوا۔ انہوں نے سوچا اس موقعہ پر نرمی کی بجائے سختی سے کام لینا زیادہ موزوں ہوگا۔ اپنی ڈھلتی ہوئی ہمت کو جمع کر کے انہوں نے اس نئی تجویز کو عمل میں لانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ اس میں شک نہیں۔ اس کے لئے انہیں انتہائی کوشش اور جسارت سے کام لینا پڑا۔ مگر حالت ہی ایسی تھی جس میں بزدل سے بزدل شخص بھی اظہارِ جرأت پر مجبور ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ تندخو کپتان کی طرف بمشکل دو قدم بڑھے۔ مگر ایسا کرتے ہوئے بھی احتیاطاً چھتری ہاتھ میں لے لی کہ اگر کپتان حالت جوش میں حملہ کر دے۔ تو چھتری آلۂ حفاظت کا کام دے۔ اس کے بعد شہدائے قدیم کی طرح انتہائی مظلومیت کا انداز اختیار کر کے انہوں نے بڑی سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "دیکھئے صاحب آپ کو کسی شریف و نیکنام آدمی کے خلاف برے الفاظ کہنے اور اس کی عزت پر حرف لانے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ مان لیجئے میں اس عورت کے مکان پر گیا تھا۔ جسے آپ میڈم اینجلیک کہتے ہیں۔ مگر ایسا کرنے سے میرے منشا کی برائی یا نیت کا فساد بالکل ثابت نہیں ہوتا۔ میں تو فقط ان بھیڑوں کو جمع کرنے گیا تھا۔ جو گلہ سے بھٹک گئی تھیں۔ ۔ ۔"

"اور وہیں سے ایک بھیڑ اپنے لئے بھی اٹھا لائے۔ کیوں؟" کپتان نے طنز سے کہا۔ "اور اسے لا کر ایک آراستہ باڑہ میں رکھ لیا۔ ۔ ۔"

"محض اس کی اصلاح کے لئے" مسٹر وائٹ چرچ نے اس انداز اطمینان سے جو خود اس کے لئے باعث حیرت تھا۔ جواب دیا۔ "میں جب کبھی اس مکان پر گیا محض اس نیت سے گیا جو لوگ گمراہ ہو چکے ہیں۔ ان کی بھلائی عمل میں لا سکوں۔ میں اس عورت کو گناہ کی خرابیوں سے آگاہ کرتا اس کے سامنے نیکی کا وعظ کہتا۔ اور اس کی روح کو نیکی کی طرف لانا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ ۔ ۔"

"تو کیا اس دعنا دنلقین کے لئے ہی ساری ساری رات اس کے ہاں بسر کیا کرتے تھے؟"
کپتان نے انداز نفرت سے پوچھا۔

"ثابت کیجئے" مسز وائٹ چوکر نے شدت یاس سے اور حوصلہ پاکر بزور کہا۔ اُسے اطمینان تھا۔ کہ میرے سب نوکر وفادار ہیں۔ کوئی میرے خلاف کچھ کہنے کی جرأت نہ کرے گا۔

کپتان کارٹ رائٹ تھوڑی دیر اس کے چہرہ کی طرف گھور گھور کر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا "سُن او مردار بلا یا جو کچھ بھی تو ہے۔ اس پاکھنڈ اور ملمع کاری سے تیری برائیاں چھپ نہیں سکتیں۔ تو نہیں جانتا میں کیسے کیسے حالات سے واقف ہوں۔ اس وقت خوب تڑاتی ہے۔ مگر جب معاملہ عدالت انصاف میں پہنچا پھر جواب دہی مشکل ہو جائے گی۔ اس وقت مسز وائٹ چوکر اور چھوٹے چھوٹے تمام جو کر تجھ بدکردار شوہر اور گنہگار باپ کی طرف نفرت وحقارت سے انگلی اُٹھائیں گے . . ."

"خیر دیکھا جائے گا" مسز وائٹ چوکر نے لاپروائی سے کہا "خود آپ کو شرم آنی چاہیئے کہ اپنی نیک بی بی کے سامنے اس طرح کی باتیں کہتے اور اس پر کچھ کچھ الزامات لگاتے ہیں۔ اسی سے پوچھیئے وہ بتائے گی۔ ہمارے تعلقات کتنے نیک و پاک تھے۔ یہاں تک کہ ہم کبھی امن وآشتی کے پاک بوسہ کے روادار نہیں ہوئے۔"

"لنڈا!" کپتان کارٹ رائٹ نے اس نازنین سے مخاطب ہو کر انداز ملامت سے کہا "تو سمجھتی ہے۔ میں نے تجھ پر سختی کی۔ میں نے تیرے لئے شکائت کا موقعہ پیدا ہونے دیا۔ مگر انصاف سے دیکھ۔ میرا قصور اس سے زیادہ نہ تھا۔ کہ میں نے تجھ سے انتہا درجے محبت کی . . ."

"پیارے شوہر میں واقعی ہر ملامت کی سزاوار ہوں۔ خدا کے لئے مجھے اور زیادہ شرمندہ نہ کرو۔" لنڈا نے بدستور روتے ہوئے کہا "میں جانتی ہوں میں نے تم سے برا سلوک کیا۔ میں نے تمہاری ذرا سی سختی کو غیر معمولی سمجھا . . ."

"خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا" کپتان نے ذرا نرم ہو کر کہا "مان لو۔ کہ تم نے میرے قابل عزت نام کو خاک میں ملایا۔ میرے سامنے دوزانو ہو کر سب حال کہہ دو کہ اس سے تمہارے گناہ کی قدرے تلافی ہو جائے گی . . ."

"لنڈا پیاری . . . اسے تو یہ مسز کارٹ رائٹ . . . میری قابل قدر با مذہب بہن" مسز وائٹ چوکر نے حالت اضطراب میں یہ نہ جانتے ہوئے کہ منہ سے کیا نکل رہا ہے۔ جلدی سے کہا

"تم یقیناً مجھ سے دغا نہ کرو گی... یعنی... میرے خلاف کوئی بات نہ کہو گی... یعنی کسی طرح کا جھوٹ نہ بولو گی..."

"لنڈا" کپتان کارٹ رائٹ نے پرجوش لہجہ میں قطع کلام کر کے کہا "میں حکم دیتا ہوں - کہ سارے حالات پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرو۔ بتاؤ اس شخص سے تمہارے صحیح تعلقات کیا تھے؟ کیا تم اس کی داشتہ بن کر نہیں رہتی ہو؟..."

"ہائے! اب سارا حال کہنا ہی پڑے گا۔" لنڈا نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا "مگر آہ! اس رسوائی کی کس کو خبر تھی۔ بہرحال میں آپ کا حکم ماننے پر مجبور ہوں۔ میں اپنے شوہر سے جھوٹ نہیں کہہ سکتی۔" پھر کپتان کارٹ رائٹ کے قدموں میں دو زانو ہو کر جو کچھ آپ نے کہا مجھے اس سے انکار نہیں۔ مگر دیکھئے میں منت عرض کرتی ہوں۔ اس آدمی سے نرمی کا سلوک کیجئے۔ اس نے ہمیشہ مجھ سے اچھا برتاؤ کیا ہے..."

"بس اس سے زیادہ کی حاجت نہیں۔" کپتان نے مونچھوں کو تاؤ دے کر کہا۔ "لنڈا اٹھ اور اپنی طبیعت کو سکون دے۔ تو نے اپنے گناہ کا اقرار کر کے ایک حد تک اس کی تلافی کر دی اور گو آئندہ کے لئے ہمارے تعلقات کا خاتمہ ہو چکا ہے..."

وہ رک گیا۔ اور دوسری طرف منہ پھیر کر ململ کے خوشبودار رومال کو اس طرح آنکھوں پر رکھا۔ گویا فرط الم سے رو رہا ہے۔ لنڈا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور مسٹر وائٹ جوکر کی طرف منہ پھیرنے کی جرأت نہ کر کے غم سے نڈھال ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس اثنا میں ہمارے پارسا دوست بدبختی اور سیاہ نصیبی کی مجسم تصویر بنے ایک طرف کھڑے تھے۔ ان کے غم آلود چہرہ پر مصیبت اور کلفت کے آثار نمودار تھے جس سے صورت غایت درجہ مضحکہ خیز بن گئی تھی۔

"اچھا اب بتاؤ۔" کپتان کارٹ رائٹ نے دو قدم آگے بڑھ کر ان کے پاس جاتے ہوئے کہا "اس فرشتہ کو میرے پہلو سے جدا کرنے میں تم نے جو گناہ اور جرم کیا۔ اس کی تلافی کس طرح کر سکتے ہو؟"

"میرے نیک دوست... میرے اچھے جناب" مسٹر وائٹ جوکر نے ہنگیں صورت بنا کر ذرا ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "جس صورت میں یہ... یہ فرشتہ مدت ہوئی آپ سے جدا ہو چکا۔ تو... تو یقیناً اس کی موجودہ علیحدگی آپ کو بہت شاق نہ گذرتی ہوگی..."

"بکواس نہ کرو" کپتان کارٹ رائٹ نے کڑک کر کہا "تم اس کو گنہگار نہ کرتے۔ تو یہ عورت

یقیناً میرے پاس واپس آ جاتی - اور میں پھر اسے اپنے آغوش میں لینے کو تیار ہوتا۔ لیکن خیر" اس نے نفرت سے منہ پھیر کر کہا۔" اب ان باتوں پر بحث کرنا بے سود ہے۔ مختصر طور پر اس سوال کا جواب دو۔ کیا یہ عورت میری منکوحہ بی بی تمہاری داشتہ بن کر رہی یا نہیں؟ خبردار سچ کہنا۔ ورنہ خدا جانتا ہے ..."

"دیکھئے - دیکھئے، جوش میں نہ آئیے" مسٹر وائٹ چوکر نے التجائی لہجہ میں کہا۔ "میں مانتا ہوں کہ حالات میرے خلاف ہیں۔ لیکن ... میرے بال بچوں کی خاطر جنہیں میں نے ہمیشہ نیکی اور پارسائی کی تعلیم دی ہے ..."

"سنو۔ ہم دو نوعیسائی ہیں۔ اور ہمارے مذہب میں کینہ حرام ہے۔" کپتان کارٹ رائٹ نے قطع کلام کر کے کہا۔ "اس لئے جہاں تک معافی کا تعلق ہے، میں تمہیں معاف کر سکتا ہوں۔ مگر سب سے پہلے تمہیں اس کا اقرار کرنا ہو گا ..."

"اچھا۔ اچھا، میں اقرار کرتا ہوں" بد نصیب پارسا نے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر جواب دیا۔ "اور ... اور اگر آپ پانسو یا ہزار پونڈ لے کر ... معاملہ کو کسی طرح رفع دفع کر سکیں۔ کہ بات اس سے زیادہ طول نہ کھینچے ..."

اس وقت کمرہ کے باہر کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی۔ اور ایک آدمی جس نے وکیلوں کی طرز کا لباس پہنا ہوا تھا۔ تمکنت و وقار سے چلتا اس دروازہ میں جو کپتان کارٹ رائٹ کی آمد کے وقت سے اب تک کھلا ہوا تھا۔ آکر کھڑا ہو گیا۔ اسے دیکھتے ہی مسٹر وائٹ چوکر کا رنگ فق ہو گیا۔ خیال آیا۔ اس شخص نے چھپ کر سب حالات سن لئے۔ اب اس کی ضعف جانی کا یہ عالم تھا کہ کوئی چاہتا تو ایک تنکے کی مدد سے گرا سکتا تھا۔

نووارد کو دیکھ کر کپتان کارٹ رائٹ نے اپنے رقیب سے کہا۔ "آپ کا نام مسٹر ڈوفی ہے۔ آپ وکلا کی اس کمپنی سے تعلق رکھتے ہیں جس کا میں نے پیشتر ذکر کیا تھا ..."

مسٹر ڈوفی نے بڑے اطمینان سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر انداز تفخر سے میز کے پاس بیٹھ کر کاغذات کا ایک بنڈل جو سرخ فیتہ میں بندھا ہوا اور بظاہر قانونی دستاویزات کا انبار معلوم ہوتا تھا۔ کھولنا شروع کیا۔

ساتھ ہی ساتھ اس نے کہا۔ "مسٹر چوکر معاملہ بہت رنج دہ ہے۔ اور مجھے اس بات کا تہ دل سے افسوس ہے کہ کیا ایسے عابد و پارسا آدمی کے خلاف جیسے آپ نظر آتے ہیں کارروائی

کرنی پڑے گی۔ مگر قانون آخر قانون ہے اور اگر پارسا لوگ گنہگار بننا منظور کریں۔ تو انہیں بھی اپنے افعال کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑتا ہے۔ ہا! ہا! ہا! پھر دوسرے کاغذات کو میز پر سیدھا کرتے ہوئے اس نے کہا "دیکھئے یہ اصلی نوٹس اور یہ اس کی نقل ہے۔ میرے موکل آپ سے پانچہزار پونڈ تاوان طلب کرتے ہیں۔ کیوں جناب کپتان صاحب؟"

"پورا پانچہزار۔ اس سے کوڑی کم نہیں" کپتان کارٹ رائٹ نے سخت لہجہ میں جواب دیا۔ ان کے نزدیک فرشتہ خصال لنڈا کے چند دن مسٹر جوکر کے ہاں رہنے کی قیمت اتنی ہی ہو سکتی تھی

"بس تو پانچ ہزار" مسٹر ڈوڈنی نے اطمینان سے کہا۔ "اور اب مسٹر جوکر میں اس اصل کو اپنے پاس رکھ کر نقل آپ کو دیتا ہوں۔ یا اگر آپ کو اسے لینے سے انکار ہو تو ڈاک میں بھجوا دوں گا یا آپ چاہیں تو مکان کے دروازہ پر چسپاں کرا دوں گا۔ اس سے آپ کو کسی طرح کی دقت نہ ہوگی۔ بلکہ میرے خیال میں تو یہ دستاویز مسز رائٹ جوکر کو پہنچا دی جائے۔ تو سب سے اچھا ہے۔ کیونکہ پھر نوکروں کو اس کا حال بالکل معلوم نہ ہوگا۔ مقدمہ کی سماعت غالباً نومبر کے اجلاس میں ہوگی۔ اور واقعی بڑے معرکہ کا مقدمہ ہوگا۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ کہ اگر میرا نام ایماندار آئیک۔۔۔ نہ تو یہ ڈوڈنی ہے۔۔۔"

قانونی کارروائی کے ذکر و عمل سے مسٹر رائٹ جوکر کو جو اضطراب ہوا۔ اس کا حال بیان سے باہر ہے۔ پانچہزار پونڈ کا تاوان۔ اور اس کے لئے سب کاغذات تیار۔ ساتھ ہی بدنامی و رسوائی کا کھٹکا تھا ہی تو ہو گیا۔ بدنصیب شخص نے مسٹر ڈوڈنی کے چہرہ کو التجائی نظروں سے دیکھا۔ مگر وہاں تضحیک و استہزا کے سوا ہمدردی کا شائبہ تک نہ تھا۔ کپتان پر نظر ڈالی وہ بڑے عزم و استقلال کے ساتھ مونچھوں پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔ لنڈا کی طرف منہ پھیرا۔ وہ گنہگار فرشتہ جس کی نیکی کی قیمت پانچہزار پونڈ اٹھی تھی۔ اب تک دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپے سسکیاں لے کر رو رہا تھا۔ کسی طرف حوصلہ افزائی اور دمسازی کے آثار نہ دیکھ کر مسٹر رائٹ جوکر نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ مگر وہ بھی چھت تک جا کر رک گئی۔ نادیار اس کے منہ سے وہی کراہنے کی آواز جو ایسی حالتوں کے لئے مخصوص تھی نکلی۔ ادھر مسٹر ڈوڈنی خوفناک دستاویز ہاتھ میں لئے ان کے پاس پہنچ گئے اور پھر دفعتاً اس طرح گویا کوئی بھولا ہوا معاملہ یاد آگیا۔ کہنے لگے "مگر ہاں اس موقعہ پر ایک گواہ کی ضرورت ہوگی۔ غالباً آپ کو اس گواہ کا جو ہمیں درکار ہے پتہ بتانے سے انکار نہ ہوگا۔ میرا اشارہ آپ کے دوست مسٹر سنقل فورژ کی طرف ہے۔"

ان الفاظ نے مسٹر رائٹ جوکر کی مصیبت کے لبریز پیمانہ میں آخری قطرہ کا کام دیا۔

گواہ بھی کون؟ سنفل نوز۔ جس کا کھٹکا غریب کو یوم اول سے لگا ہوا تھا۔ جو اس کا جانی دشمن، پختہ کار رقیب اور مسلمہ حریف تھا۔ اب حالت انتہا درجے نازک ہو گئی۔ مسٹر ڈوڈنی کا گریبان اندازِ وحشت سے پکڑ کر وہ اُسے ایک طرف لے گیا۔ اور گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا۔ "صاحب۔ خدا کے لئے جس طرح ممکن ہو۔ اس جھگڑے کو طے کرائیے۔ مجھ سے یہ رسوائی برداشت نہ ہوگی جیتا ہی مر جاؤں گا خیال کیجیے۔ مجھ ایسے آدمی کا عدالت میں کھڑے ہونا آہ! اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی جس طرح ممکن ہو۔ کپتان صاحب کو سمجھائیے۔ میں کچھ نہ کچھ پیش کر سکتا ہوں۔ مگر پہلے ان سے کہئے۔ اپنے مطالبہ کو واجب بنائیں . . ."

مسٹر ڈوڈنی بہ لطیب چکر کو ایک کھڑکی کی طرف لے گیا۔ اور کہنے لگا۔ "دیکھئے جناب میں طبعاً نرم دل ہوں سختی کرنا میری طبیعت کے خلاف ہے۔ ہماری کمپنی اپنے فائدہ کے لئے کسی کا نقصان کرانا پسند نہیں کرتی۔ اس لئے اگر آپ اس جھگڑے کو طے کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں قطعاً انکار نہیں۔ میری پوچھئے تو اس قضیے کو نپٹانا ہی اچھا ہے۔ کیونکہ مقدمہ چلا تو بڑے معرکہ کا ہوگا۔ ہگنسز بنام وگنسز اس کے سامنے کچھ چیز ہی نہیں۔ اور ہگنسز بنام سنگنز تو بالکل بے حقیقت ہے۔ خدا کے فضل سے آپ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ ہا! ہا! ہا! بلکہ آپ تو دو گونہ دولت رکھتے ہیں۔ عشق کی بھی اور زر کی بھی۔ کہئے تو تین ہزار میں جھگڑا چکوا دوں؟"

"تین ہزار!" مسٹر وائٹ چوکر نے لمبی سرد آہ بھر کر کہا۔ اور اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد ہو گیا۔ "بہت بڑی رقم ہے . . ."

"مگر آپ نے جو ضرر پہنچایا ہے۔ وہ بھی تو کچھ کم نہیں۔" مسٹر ڈوڈنی نے جواب دیا۔ "میرا کہا مانیے تو اس جھگڑے کا فیصلہ کرنا ہی اچھا ہے۔ اب تو مدعی کو روپیہ میں دس ہی آنے ملتے ہیں" اور یہ کہتے ہوئے مسٹر ڈوڈنی نے پھر قہقہہ لگایا۔ "چند پونڈ کا خیال نہ کیجیے۔ تین ہزار ان کے اور صرف بچاس پونڈ میرے محنتانہ کے۔ بالکل ذرا سی رقم میں بات طے ہوتی ہے۔ آپ سے پردہ نہیں" مسٹر ڈوڈنی نے آواز دبا کر پُراسرار لہجہ میں کہا۔ "یہ شخص کپتان نرا احمق ہے۔ کوئی اور ہوتا تو بخدا آپ دس ہزار بھی دیتے۔ تو نہ مانتا۔ کیونکہ مقدمہ بڑے ہی معرکہ کا ہے۔ اس کے مقابلہ میں تو مرغوں کی پالی بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔"

مسٹر ڈوڈنی بظاہر اس آخری دلیل کو بہت زبردست سمجھتے تھے۔ حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو مرغوں کی لڑائی کا ایسے مقدمہ سے کیا تعلق ہو سکتا تھا بہرحال اس وقت مسٹر وائٹ چوکر

بھی اپنی پریشانی میں اس تمثیل کی ناموزونیت پہ غور نہ کر سکے۔ انھوں نے مسٹر ڈونی سے التجا کی کہ جس طرح ممکن ہو رقم تاوان کو دو ہزار تک لے آیئے۔ مگر وہ اسے ماننے کو تیار نہ ہوا۔ آخر کار اس نے کہا۔ اچھا میں سوچتا ہوں۔ اس معاملہ میں کیا ہو سکتا ہے۔ میرے دل میں آپ ایسی مقدس ہستیوں کے لئے بہت احترام ہے۔ اور میں نہیں چاہتا۔ لوگوں کو ان کے خلاف دھول اڑانے کا موقعہ ملے یا غریب مسٹر وائٹ چوکر چھوٹے چھوٹے چوکروں کو مصیبت میں چھوڑ کر انعاره میں ڈوب مرے نہیں۔ نہیں۔ ایسا کام ایماندار آنیبل شیڈ... نہ تو یہ ڈونی متعلقہ فرم میچ فلیٹ شارپلی برگ اینڈ کمپنی کی طینت کے خلاف ہے۔"

اتنا کہہ کر فرضی وکیل صاحب جن کی نسبت ہمارے ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا۔ کہ ان کے پرانے دوست مسٹر آیزک شیڈ بوٹ تھے۔ کپتان کارٹ رائٹ کے پاس گئے۔ اور انھیں علیحدہ لے جا کر بظاہر کچھ سمجھانے لگے۔ اس اثنا میں مسٹر وائٹ چوکر ذہنی تکلیف کی شدت سے برابر ہائے وائے کرتے اور کراہتے گئے۔ مسٹر ڈونی کے اشاروں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ مسٹر وائٹ چوکر کی حمایت میں بڑی سرگرمی کرتے۔ اور کپتان صاحب کو نرمی پہ مجبور کر رہے ہیں۔ مگر کپتان کارٹ رائٹ تھے۔ کہ ان کے چہرہ کی سختی میں ذرا کمی واقع نہ ہوتی تھی۔ آخر کار بظاہر اس طویل بحث سے اکتا کر کپتان صاحب نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔"بس اب آپ اصرار نہ کیجئے۔ اور قانونی کارروائی عمل میں لایئے۔"

"رحم کرو بابا۔ مجھ غریب پر رحم کرو۔" بدنصیب وائٹ چوکر نے بات بگڑتی دیکھ کر منت کہا "میں جس طرح ممکن ہو یہ جھگڑا طے کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"اور آپ کی سلامتی بھی اسی میں ہے۔" مسٹر ڈونی نے دوبارہ ان کے پاس جا کر کہا "چلیے تین ہزار پچاس گنی کا چیک لکھ ڈالیے۔ میں جس طرح بن پڑے گا کپتان صاحب کو منا لوں گا۔"

"مگر صاحب ابھی تو آپ پونڈ[1] کہہ رہے تھے۔" بدنصیب شخص نے چونک کر کہا۔

"نہیں۔ نہیں گنی ہی لکھیے۔" مسٹر ڈونی نے اصرار کیا۔ "کپتان صاحب تو اس پر بھی نہیں مانتے ایسا نہ ہو۔ پھر انکار کر دیں۔"

مسٹر وائٹ چوکر نے لمبی سرد آہ کھینچی۔ اس یادگار دن کو شاید چھ سویں مرتبہ ان کے منہ سے یہ دردناک کھوکھلی آواز نکلی۔ مگر کیا کرتے۔ ناچار شاکر بتقدیر ہو کر ایک میز پر بیٹھ گئے

---

[1] گنی کی قیمت پونڈ سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ ۱۲

اور تین ہزار پچاس گنی کا چیک لکھ ڈالا۔

"چلیئے وہ ختم ہوا۔" مسٹر ڈوبی نے کہا۔ "اب میں بھی ان چیزوں کو آگ کے حوالہ کرتا ہوں" اور یہ کہہ کر اس نے پہلے ان جعلی کاغذات کو پھاڑ کر ریزہ ریزہ کیا۔ پھر جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ یہ اس لئے کہ ایسا نہ ہو کل کو ان کاغذات کی بنا پر دھوکے سے روپیہ وصول کرنے کا مقدمہ چل جائے۔

چیک لکھنے کے بعد مسٹر وائٹ چرک کے دل کا بوجھ بڑی حد تک ہلکا ہو گیا۔ مگر اب جو انہوں نے اس کرسی کی طرف دیکھا جہاں پہلے لنڈا بیٹھی ہوئی تھی۔ تو معلوم ہوا خالی ہے۔ سوچا کیا ابھی سے پری کو دیو لے اُڑا۔

"دیکھیئے میں ایک آخری نصیحت کرتا ہوں" کپتان کارٹ رائٹ نے چلتے چلتے کہا "بہتری چاہتے ہو تو اس معاملہ کو کسی پر ظاہر نہ کرنا"

"آداب عرض میاں گگڑوں کوں" مسٹر ڈوبی نے وائٹ چرک کو نظر استہزا سے دیکھتے ہوئے کہا "پھر بھی اچھے بچ گئے۔ یاد رکھنا یہ سب ایماندار آنیک شیڈ بولٹ کی مہربانی ہے"

اس کے بعد کپتان اور اس کا دوست ایک ساتھ کمرہ سے رخصت ہوتے۔ اور جاتے ہوئے دروازہ بند کر گئے۔ مسٹر وائٹ چرک تھوڑی دیر اپنی جگہ پر جو اس بیٹھے رہے۔ مگر دفعتاً ان کے دل میں ایک شبہ پیدا ہوا۔ جس نے یکایک ترقی کی۔ ذرا سی دیر میں ان کو یقین ہو گیا۔ کہ دونو چالئے بدمعاش تھے۔ جو مجھے ٹھگ گئے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ اُٹھے۔ اور ایک ثانیہ کے لئے کچھ سوچ کر دروازہ کی طرف دوڑے۔ اسے کھولا تو زینہ پر قہقہہ کی زنانہ آواز سنائی دی۔ آہ! یہ تو لنڈا کی نقرئی آواز تھی! تو کیا وہ خوشی سے ان کے ساتھ رخصت ہو رہی ہے؟ ایک لمحہ میں سارا قصہ سمجھ کر وہ چور چور کی آوازوں سے ان بدمعاشوں کو روکنے کی کوشش کیا چاہتے تھے۔ کہ خیال آیا اس سے تو وہی انکشاف اور بدنامی پیش آئے گی۔ جس کا اتنا خطرہ تھا۔ بدنصیب آدمی نے یہ سوچ کر اپنا ہاتھ بڑے زور سے پیشانی پر مارا۔ اور اپنے مقدر کو اتنی غلیظ گالیاں دیں۔ کہ اگر ان میں سے کوئی ایک اتفاقاً اکسیٹر ہال کے جلسہ میں کسی شخص کے منہ سے نکل جاتی۔ تو دس ہزار آدمیوں کو غش آ جاتا۔ حالت اضطراب میں وہ کھڑکی کی طرف دوڑے اور کیا دیکھتے ہیں کہ کپتان کارٹ رائٹ صحیح عاشقانہ انداز سے لنڈا کو سہارا دے کر گاڑی میں سوار کر رہے ہیں۔ دونو کی صورت سے پایا جاتا تھا کہ بہت خوش ہیں۔ اور ان کے تیسرے ساتھی

مسٹر ڈونی با ایماندار آئیک شیڈ ہولٹ جو وہ حقیقت میں تھا۔ اس کی تو یہ حالت تھی۔ کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑے جاتے تھے۔ کھڑکی کی طرف دیکھ کر اس نے مسٹر وائٹ جوکر کو بے تکلفانہ سلام کیا۔ گاڑی تیز چلنے لگی۔ اور سب سے اول اس بنک میں جا کر ٹھہری۔ جہاں کا چک بدنصیب وائٹ جوکر نے ان کو دیا تھا۔

گاڑی چلی گئی۔ تو ہمارے پارسا دوست حالت اضطراب میں دوڑتے ہوئے اس کمرہ میں گئے۔ جہاں لنڈا رہا کرتی تھی۔ مگر ایک ہی نظر میں معلوم ہو گیا۔ کہ وہ سب زر و جواہر جو انہوں نے اس کو پیش کئے تھے۔ ساتھ ہی لے گئی ہے! بدنصیب آدمی نے ایک صوفے پر اوندھے منہ گر کر گدے میں منہ چھپا لیا۔ اور بہت دیر تک روتا سسکیاں لیتا اور تقدیر کو کوستا رہا۔ اس کے منہ سے بار بار ایسے گندے الفاظ نکل رہے تھے۔ جنہیں مہذب کان کسی حالت میں سننا گوارا نہیں کر سکتے۔

مگر اس کی مصیبتوں اور پریشانیوں کا پیمانہ گو لبریز ہو گیا۔ تاہم ابھی اسکو چھلکنا باقی تھا لنڈا کی خاطر اس نے ایک مرد اور تین عورتوں کو اس گھر میں نوکر رکھا تھا۔ یہ لوگ جیسا ان نوکروں کا قاعدہ ہے۔ دروازہ کے ساتھ لگ کر سب حال سنتے رہے۔ اور آخر کار جب خوفناک کپتان اپنے ساتھیوں کو لے کر رخصت ہو گیا تو وہ چاروں جن کی ذات پر غریب وائٹ جوکر کو اتنا اعتماد اور بھروسہ تھا۔ ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے "فرمائیے ہمارے لئے کیا حکم ہے؟" مسٹر وائٹ جوکر نے ان کی طرف متوحش نظروں سے دیکھا۔ اور کہا "میرا ارادہ تم لوگوں کو واجب الادا تنخواہ دے کر رخصت کر دینے کا ہے۔" مرد نے اس جماعت کی قائمقامی کرتے ہوئے جواب دیا "چونکہ آپ نے حسب قاعدہ ہمیں پہلے مطلع نہ کیا تھا۔ اس لئے تنخواہ کے علاوہ پندرہ دن زائد بطور تاوان اور کچھ ہدیہ ہمیں خاموش رکھنے کے لئے اور دیجئے۔" مسٹر جوکر کو طوعاً و کرہاً یہ مطالبات بھی منظور کرنے پڑے۔ اور جیسا ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ ان لوگوں کی رشوت پر بھی کافی رقم صرف ہوئی۔ مکان اسی دن خالی کر دیا گیا۔ جس کے بعد مسٹر جوکر اپنے کنبہ میں واپس گئے۔ تو بہتر نہ سہی سمجھدار آدمی ضرور بن چکے تھے۔ اس کے بعد جس روز غیرملکی مردم خوروں کو مہذب بنانے حبشیوں میں عیسائیت پھیلانے اور ننگی وحشی قوموں کو کپڑے پہنانے والی انجمن کا اجلاس ہوا۔ اور مسٹر وائٹ جوکر اس میں شریک ہوئے۔ تو ہر لمحہ اس خیال سے کانپ رہے تھے۔ مبادا میرے کرتوت مجھ سے پہلے یہاں پہنچ چکے ہوں۔ مگر جب دیکھا مسٹر سعفل نوز خاموش ہیں۔ تو رفتہ رفتہ

جان میں جان آئی۔ پھر بھی اس کے بعد بہت دن یہ حالت رہی کہ چلتے پھرتے بیٹھتے اٹھتے ہر وقت درد سے کراہتے۔ اور سرد آہیں بھرا کرتے تھے۔ ان کی نیک بی بی جوان خفیہ کارناموں سے بے خبر تھی راتوں کو انہیں خواب میں بے چین ہوتے اور بڑبڑاتے دیکھتی۔ تو یہ سمجھتی کہ انہیں کثرت کار سے سوئے ہضم کا عارضہ ہو گیا ہے۔ اسے کیا خبر کہ یہ ٹیس گرانی معدہ سے نہیں۔ بلکہ دل کے گھاؤ سے تعلق رکھتی ہے۔

باب ۹۹

ویران مکان

نظارہ ملک فرانس کے جنوب میں تبدیل ہوتا ہے۔

ان خوشنما دیہات کے پاس جو کوہستان پرینیز کی پرفضا وادیوں کی رونق ہیں۔ ایک وسیع کہنہ عمارت سیاہ اینٹوں کی بنی ہوئی بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اہل فرانس اپنی زبان میں اس کو شاٹو کہتے تھے۔ جس کا مترادف اردو میں کوئی لفظ نہیں ہے۔ البتہ گذارہ کے لئے اس کا ترجمہ گڑھی یا کوٹ کے نام سے کیا جا سکتا ہے۔ کسی زمانہ میں یہ عمارت ایک قدیم و شریف خاندان کے قبضہ میں تھی۔ مگر انقلاب اول میں جب امرا کو طرح طرح کی سختیوں کا سامنا ہوا تو یہ لوگ ترک وطن کر کے دیار غیر میں چلے گئے۔ اور وہاں ایسے بسے کہ پھر ادھر کا رخ نہ کیا۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ اب وہ خاندان صفحہ ہستی سے مٹ گیا ہے۔ اور کوئی اس کا نام لیوا باقی نہیں۔ کسی زمانہ میں یہ جگہ ایک وسیع اور خوشحال ریاست کا مرکز تھی۔ مگر اس خاندان کی رخصت پر مزارعین نے اس کے چھوٹے چھوٹے حصے کر لئے۔ چنانچہ جس وقت کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ اراضی جو کبھی ایک ہی خاندان کی ملکیت تھی۔ اب کم و بیش ۳۰ آدمیوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔

انقلاب کے بعد یہ عمارت جس کا نام شاٹو بیان کیا گیا ہے۔ اور جس کے ملحقات میں اب فقط ایک شاداب باغ رہ گیا تھا۔ عرصہ دراز تک بند رہی۔ اور اس کے بعد پاس والے گاؤں کے ایک وکیل کے قبضہ میں چلی گئی۔ کئی سال بند رہنے سے عمارت کا بیشتر حصہ شکست و ریخت ہو چکا تھا۔ اور نئے مالک نے بھی یہ دیکھ کر کہ اس سے کرایہ کی معقول آمدنی غیر ممکن ہے۔ اس کی مرمت پر روپیہ ضائع کرنا بے ضرورت سمجھا۔ عمارت کچھ اس وضع کی تھی کہ اس میں صرف

ایک گھر جس کے نوکر بے شمار ہوں۔ آباد ہو سکتا تھا۔ لیکن ایسے کرایہ دار ہی لوگ ہو سکتے تھے۔ جو بہت مالدار ہوں۔ اور مالدار لوگ یہاں اس خیال سے آباد ہونا منظور نہ کرتے تھے۔ کہ اول تو ملحقہ اراضی محدود۔ دوسرے اردگرد جتنے لوگ آباد تھے۔ سب کم حیثیت اور غریب۔ علاوہ بریں اتنی وسیع عمارت کی آرائش پر ہزاروں پونڈ صرف ہوتے۔ اور چونکہ مالدار کنبے اس ویران مکان کی دائمی سکونت منظور نہ کر سکتے تھے۔ بلکہ یہ جگہ محض ایک ایسے دیہاتی مکان کا کام دے سکتی تھی جہاں اس کے مکین شہری زندگی سے اکتا کر عارضی طور پر آباد ہونا پسند کریں۔ اس لئے ایسے شخصوں کو بھی کیا پڑی تھی کہ ایک ایسے مکان کی زیبائش پر جہاں ان کو سال کا ایک نہایت قلیل حصہ بسر کرنا ہو۔ بے شمار روپیہ صرف کریں۔ ان مشکلات پر طرہ یہ کہ جگہ بدنام تھی۔ اور لوگوں میں اس کی نسبت طرح طرح کی روایات مشہور تھیں۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عمارت سالہا سال تک خالی اور غیر آباد پڑی رہی۔

آخر اس زمانہ سے قریباً پانچ سال پہلے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں ایک معمر فرانسیسی جس کے ساتھ اس کی جوان بیٹی اور فقط ایک نوکرانی تھی۔ پاس کے گاؤں میں مقیم ہوا۔ ان لوگوں کا مفصل ذکر آگے چل کر کیا جائے گا۔ سر دست اتنا ہی بیان کرنا کافی ہے کہ اس شخص نے جس کا نام ایم واسلنے تھا۔ آتے ہی اس مکان یعنی شاٹو کے بارہ میں گفت و شنید شروع کی۔ اور جلدی ہی اس وکیل سے جو اس کا مالک تھا معاملہ کر کے اسے کرایہ پر لے لیا۔ ایل دیہہ میں اس واقعہ پر بہت چرچا ہوا۔ ہر شخص حیران تھا کہ جب پاس پاس کئی چھوٹے پر فضا مکانات ایسے موجود ہیں جہاں اس چھوٹے سے کنبہ کا باآسانی گذارہ ہو سکتا ہے تو یہ پرانی بدنما۔ فراخ عمارت کرایہ پر لینے کی کیا حاجت تھی۔ مگر چونکہ مالک مکان اس جگہ کا کم سے کم کرایہ لینے پر آمادہ تھا۔ اس لئے یہی سمجھا گیا کہ ایم واسلنے نے کفائت کی خاطر یہ انتظام کیا ہے۔ سات سال کے طے شدہ عرصہ کے لئے اس کا کرایہ محض برائے نام مقرر کیا گیا تھا۔ چونکہ لوگوں میں اس عمارت کی نسبت طرح طرح کے توہمات پھیلے ہوئے تھے۔ اس لئے مالک مکان نے یہ سوچا کہ اگر کوئی عزت دار گھر برائے نام کرایہ پر بھی کچھ عرصہ اس میں رہ جائے گا۔ تو آئندہ کے لئے لوگوں کے اعتراضات مٹ جائینگے نئے کرایہ داروں میں کسی طرح کا وہم یا اندیشہ تو باقی نہ رہیگا۔ اس کے علاوہ ایم واسلنے نے وعدہ کیا تھا کہ عمارت کی مرمت اور باغ کی درستی کا خرچ میرے ذمہ ہوگا۔ پس ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مالک نے جو بے حقیقت کرایہ غنیمت سمجھا تو یہ امر باعث حیرت نہیں ہو سکتا

لیکن معلوم ہوتا ہے۔ ایم والینے یہ جگہ کفایت کے علاوہ اس خیال سے بھی کرایہ پر لی تھی۔ کہ وہ مکان اس کے میلان طبیعت کے مطابق تھا۔ جس کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ اس شخص کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔ قامت متوسط سے قدرے اونچی۔ بدن لاغر اور گو ہر طرح چست و چالاک تھا۔ مگر چلتے وقت بڑی آہستگی سے قدم اٹھاتا۔ گویا رفتار کو خیالات کی افسردگی کے مطابق رکھنا چاہتا تھا۔ چہرہ زرد اور اس پر رنج وغم کے آثار نمودار تھے۔ نگاہ سرد اور متجسس جن سے پہلی ملاقات میں اسکی نسبت اچھی رائے قائم نہ ہو سکتی تھی۔ نگاہ کی طرح طریق و اطوار میں بھی سرد مہری گویا مجموعی طور پر نہ اسے کسی سے دوستی کی خواہش تھی۔ نہ بے تکلفی کی تمنا۔ نہایت کم گو۔ یہاں تک کہ بے ضرورت ایک لفظ بھی منہ سے نہیں کہتا تھا۔ اور جب گفتگو بھی کرتا تو زیادہ تر یک لفظی جملوں میں جواب دیتا۔ مگر نگاہ سرد طبعی بے مہری اور لوگوں سے عام بے تعلقی کے باوجود چہرہ کے آثار نجیب الطرفین ہونے پر دلالت کرتے تھے۔ اور سلیقہ مجلس کا وہ اثر خاص جو ایک بار فطرت انسانی میں داخل ہو جائے۔ تو ٹھیک اسی طرح مٹ نہیں سکتا۔ جیسے کوئی آدمی تعلیم پانے کے بعد جاہل نہیں بن سکتا۔ اسکی سرشت کا حصہ بن چکا تھا۔

یہ شخص عام طور پر بہت دور تنہا سیر کرنے نکل جاتا۔ گو اس کی وجہ صرف خیال انگیز محویت یا منظر کی دلفریب کیفیت نہیں سمجھی جا سکتی۔ کیونکہ ان باتوں کی طرف سے ایم والنے کی طبیعت ہمیشہ کے لئے مردہ ہو چکی تھی۔ جب کبھی کسی نے اس کو سیر کرتے دیکھا۔ تو اس حالت میں پایا کہ آنکھیں فرش زمین پر جھکی ہوئی۔ دماغ اپنے خیالات میں محو اور رفتار انتہا درجے سست ہوتی تھی۔ دیہات کے لوگ سلام کرتے۔ تو ایم والنے اخلاق آمیز سرد مہری سے جواب دیتا اور اس کے رویہ سے کسی غرور و تکبر کا قطعاً اظہار نہ ہوتا تھا۔ مگر اس کے باوجود کبھی کسی سے گفتگو کرنے کے لئے نہ ٹھیرتا۔ یہاں تک کہ مزاج پرسی کی بھی ضرورت نہ سمجھتا تھا۔ مکان کے اندر اس کا وقت زیادہ تر ایک چھوٹے کمرہ میں جو کتب خانہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ گذرتا اور گو اس کمرہ کی الماریوں میں کتابوں کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی۔ تاہم جتنی بھی تھیں سب ٹھوس اور عمدہ تھیں یعنی۔ ڈرامے۔ علمی تصانیف یا چند نامور فرانسیسی شعرا کے دیوان۔ ایم والنے گھنٹوں اس کمرہ میں بیٹھا رہتا۔ گو اس کا صحیح حال کہ وہ اس جگہ بیٹھ کر کوئی کتاب پڑھتا یا محض اپنے ہی خیالات پر غور کیا کرتا ہے۔ اوروں کو تو کیا خود اس کی بیٹی کو بھی معلوم نہ تھا۔

اس کی بیٹی کلیرین کی عمر بائیس سال کے قریب تھی۔ قامت متوسط بدن گداز اور اعضا

نہایت موزوں اور متناسب تھے۔ صحیح معنوں میں حسین نہ سہی مقبول صورت ضرور تھی۔ گیہواں سیاہی مائل سنہری بال ابرو کمان مولی بھوری آنکھیں۔ ہونٹ پر اور آگے کو نکلے ہوئے۔ مگر موٹے اور بھدے نہیں اور دانت نہایت خوشنما سپید اور مکمل تھے۔ ناک سیدھی نہ تھی۔ بلکہ اس میں نیچے کی طرف ایک ہلکا خم پایا جاتا تھا۔ مگر نہ ایسا جس سے نقص پیدا ہو۔ چہرہ گول اور منہ اور ٹھوڑی کی ساخت جذبات افروز تھی۔ مگر آنکھوں کی معصومیت اور انداز و اطوار میں حلم و حیا کا اثر نیز اس کا خرام و رفتار اور لہجہ غیرہ یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ کوئی شخص کلیرین والیے کی صورت دیکھ کر اس کی نسبت برے خیالات کو دل میں جگہ نہ دے سکتا تھا۔

خادمہ جو ان کے ساتھ آئی۔ ادھیڑ عمر کی شریف عورت تھی۔ اور پاس ہی کسی گاؤں کی رہنے والی تھی۔ معلوم ہوتا ہے اسے اس کنبہ میں ملازمت کرتے بہت مدت ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ کلیرین سے ویسا ہی محبت آمیز سلوک کرتی تھی۔ جیسا دیرینہ خادم ان بچوں سے عموماً کیا کرتے ہیں جن کو انہوں نے اپنی گودیوں میں پالا ہو۔ مارگرٹ یعنی وہ خادمہ جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ ایم والیے کے سامنے کلیرین کو ادب سے میڈموازل کہکر بلاتی۔ مگر تنہائی میں ہمیشہ اس کا نام لیا کرتی تھی۔ خود کلیرین سے اس کی گہری محبت تھی۔ اور وہ کبھی کسی حال میں اس سے ویسا سلوک نہ کرتی تھی۔ جیسا مالک نوکروں سے کیا کرتے ہیں۔ اس عمارت میں آباد ہونے کے بعد ایم۔ والیے نے ایک اور خادمہ اور ایک مالی نوکر رکھ لیا تھا۔ گویا اب مارگرٹ سمیت اس گھر میں تین نوکر تھے۔

عمارت کے وسطی حصہ میں چند کمرے آراستہ کر لیے گئے تھے۔ اور انہی میں اس کنبہ کی بود و باش تھی۔ ایم والیے قریبی قصبہ سے ضروری اسباب خرید لائے۔ اور گو موجودہ صورت میں یہ کمرے کوئی خاص شان نفاست نہ رکھتے تھے۔ تاہم ان کے اندر راحت و آرام کا ہر ممکن سامان موجود تھا۔ جیسا ایم والیے کی طبیعت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ نہ کسی کو اپنے ہاں بلاتے۔ نہ خود کسی کے گھر جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہمسایہ میں جو چند شریف خاندان آباد تھے۔ ان میں سے کسی کو بے تکلفی کی جرات نہ ہوتی تھی۔ البتہ اس کلیہ میں ایک استثنےٰ گاؤں کے پادری کی صورت میں تھا۔ یہ کہن سال بزرگ جو طبعاً فیاض اور عادات کے اعتبار سے نہایت پاک تھا گاہ بگاہ ان سے ملنے کے لئے آجاتا تھا۔ ناظرین حیران ہوتے ہوں گے کہ جنوبی فرانس کے اس غیر آباد مکان اور ایم والیے کے خاندان کا ہماری داستان سے واسطہ؟ مگر ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ ناظرین آکٹیوین میرڈیتھ کی شریف و حسین بی بی زد کو نہیں بھولے اور آپ کو اس کے

صاحبت سے کچھ دلچسپی ہے تو مہربانی سے ان حالات کو صبر و سکون کے ساتھ پڑھتے جائیے ۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ قبیلہ والینے کے لوگوں کو اس مکان یا اس کا ایک حصہ آباد کئے اس وقت تک جب ان کا ذکر آتا ہے ۔ قریباً پانچ سال گذر چکے تھے ۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ایم والینے نہایت شفیق باپ تھا ۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ سرد مہری جو اس کی فطرت کا جزو ثانی بن چکی تھی ۔ بیٹی کے سامنے قائم نہ رہتی تھی ۔ مگر حقیقت میں ایسا نہ تھا ۔ زیادہ سے زیادہ اس کا سلوک عنائت آمیز سمجھا جا سکتا ہے ۔ اور بس ۔ کلیرین کا دستور تھا کہ صبح ناشتہ پر اور رات کو خواب گاہ میں جانے سے پہلے باپ کی پیشانی کو بوسہ دیتی ۔ اور وہ اس اظہار محبت کو خاموشی سے قبول کرتا ۔ مگر اس کے جواب میں نہ کبھی اسے پیار دیتا ۔ نہ کوئی کلمہ محبت زبان سے کہتا تھا ۔ اس کا سلوک ہمیشہ یکساں عنائت آمیز رہتا تھا ۔ اس میں کبھی کسی طرح کی تبدیلی نہ ہوتی تھی ۔ کلیرین چونکہ باپ کی عادات سے واقف تھی ۔ اس لئے اس کو تخفیف محبت کی شکائت پیدا نہ ہو سکتی تھی ۔ خصوصاً اس لئے کہ اس سے زیادہ مکمل اور ہمہ گیر محبت کبھی اس کے دیکھنے میں آئی ہی نہ تھی ۔ ماں کا بچپن ہی کی عمر میں انتقال ہو گیا ۔ اور باپ کا سلوک ہمیشہ یکساں رہا تھا ۔ ان حالات میں یہ خیال ایک لمحہ کے لئے بھی کلیرین کے دل میں پیدا نہ ہوا ۔ کہ والد کی محبت میں کوئی کمی یا کوتاہی پائی جاتی ہے

اسے اس ویرانہ میں باپ کے ساتھ رہتے ۔ پانچ سال گذر گئے ۔ اور اس عرصہ میں اس کو کسی خاتون کسی سہیلی سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا ۔ یوں کہنا چاہیئے کہ اس پادری کے سوا جو کبھی کبھی ان سے ملنے آتا تھا ۔ کبھی کسی شخص سے ملاقات ہی نہیں ہوئی ۔ اس اثنا میں باپ کے دل میں بھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا ۔ کہ میں بیٹی کو اس مجلسی زندگی سے علیحدہ رہنے پر مجبور کر رہا ہوں جس کی اس عہد شباب میں یقیناً اسے خواہش ہوگی ۔ مگر ایک روز دفعتاً اس نے پوچھا "تمہیں اس زندگی کی تنہائی گراں تو معلوم نہیں ہوتی ؟" جس کا جواب کلیرین نے بصورت انکار دیا ۔ اور واقعہ میں اس کا جواب صحیح تھا ۔ کیونکہ وہ اس زندگی کی خوگر ہو چکی تھی ۔ پھر بھی باپ نے رائے دی کہ میں چاہتا ہوں ۔ کوئی معزز عورت تمہارے پاس رہے ۔ بلکہ یہ بھی کہا ۔ کہ افسوس ہے میں نے پیشتر اس کا خیال نہیں کیا ۔ ایم والینے کی طرف سے اس توجہ کا اظہار غیر معمولی تھا ۔ بے چاری کلیرین نے جو اس کے غیر معمولی سکوت و سکون کی عادی تھی ۔ ان چند الفاظ کو بھی غیر معمولی محبت اور عنائت پر محمول کیا ۔

اس واقعہ کے بعد کئی ہفتے گذر گئے ۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ مضمون ایم ۔ والینے کے ذہن

سے بالکل ہی اُتر گیا وہ حسبِ معمول تنہا سیر کرنے جاتا یا بہت دیر تک اپنے کمرہ میں اکیلا بیٹھا رہتا تھا بیٹی سے حسبِ معمول اس کی بہت کم گفتگو ہوتی تھی۔ کلیرین بھی باپ کے وعدہ کو بھول گئی۔ وہ موجودہ زندگی کی یکسانیت اور ہم آہنگی کی اس درجہ عادی ہو چکی تھی۔ کہ اس سے اداس ہونے کی بجائے ہر طرح مطمئن تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اس کے ڈیڑھ دو مہینے بعد جب باپ نے یکایک اس سے کہا۔ عنقریب ایک شریف عورت سہیلی بننے کے لئے تمہارے پاس آئے گی۔ تو کلیرین کو سخت حیرت ہوئی اور اس خبر سے دل کو وہ بشاشت جو شاید بیشتر ہوتی بالکل نہ ہوئی۔ مگر جیسا بیان کیا گیا ہے وہ بڑی فرمانبردار لڑکی تھی۔ اور ہر معاملہ میں باپ کی مرضی کے تابع رہنا پسند کرتی تھی۔ اس لئے اس نے سرمو اعتراض نہ کیا۔ نہ باپ کو ہی یہ خیال آیا کہ اس نے اس واقعہ پر ویسی مسرت ظاہر نہیں کی جیسی کرنی چاہئے تھی۔

کلیرین کو یہ اطلاع دینے سے پہلے ایم والنے کی اس دیہاتی پادری سے جو ان کا سب سے گہرا دوست تھا۔ ایک ملاقات ہوئی تھی جس کے دوران میں پادری کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک نوجوان اور حسین انگریز خاتون دو خادماؤں سمیت گاؤں میں ٹھیری ہوئی ہے۔ وہ بغرض سکونت کوہستان پیرنیز کے ایک اور حصہ کی طرف جا رہی ہے۔ ناسازیِ طبع کی وجہ سے وہ چند دن گاؤں میں ٹھیر گئی تھی۔ اور چونکہ اس حصہ کا منظر سہانا اور خوشگوار تھا۔ اس لئے عارضی قیام نے اور زیادہ طوالت کھینچی۔ گاؤں کے گرجا میں اس کی اسی پادری سے ملاقات ہوئی۔ اور اس موقعہ پر اس نے خیال ظاہر کیا کہ آس پاس کوئی معزز گھر آباد ہو۔ اور اس میں میرے رہنے کو تھوڑی سی جگہ مل سکے۔ تو ارادہ ہے یہیں ٹھیر جاؤں۔ پادری کو معلوم تھا کہ ایم والنے اپنی بیٹی کے لئے کسی شریف عورت کی صحبت کے آرزومند ہیں۔ پس اس نے لیڈی آکٹیوین میریڈتھ کی اس خواہش کا اظہار ان سے کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے دوسرے دن نو وہ اپنی دونو خادماؤں سمیت شاتو کی قدیم عمارت میں ایم والنے اور ان کی دختر کے پاس رہنے لگی۔

اس سے پہلے پادری نے اس کو بتا دیا تھا۔ کہ ایم والنے چونکہ اپنی زندگی میں بہت سے مصائب و آلام دیکھ چکے ہیں۔ اس لئے ان کے مزاج میں کچھ ایسی افسردگی پائی جاتی ہے جس سے کوئی ان کی صحبت پسند نہیں کرتا۔ البتہ ان کی دختر کلیرین بڑی خوش طبع اور خلیق لڑکی ہے۔ واقعہ میں اسی طرح ثابت ہوا۔ ایم والنے حسبِ معمول یا تو اکیلے سیر کرنے چلے جاتے۔

یا اپنے مطالعہ کے کمرہ میں بیٹھے رہتے تھے ۔ مگر زد اور کلیرین ہمیشہ مل کر رہتی تھیں ۔ ان میں بہنوں کی طرح گہرا تعلق ہو گیا جس نے رفتہ رفتہ پختہ محبت کی صورت اختیار کی ۔ اور یہ اس محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ اس ویران اور سنسان مکان میں رہتے ہوئے لیڈی آکٹیوین میرڈیتھ کو کسی طرح کی افسردگی محسوس نہ ہوتی تھی ۔

لیڈی آکٹیوین کی صحت خراب تھی ۔ اور کلیرین کی رائے میں یہی وجہ تھی کہ اس میں وہ انبساط شباب یعنی وہ بشاشت اور خوش طبعی جو اس عمر سے مخصوص ہوتی ہے ۔ موجود نہ تھی ۔ مگر اس افسردگی کا اثر اس کے حسن دلنواز میں تخفیف کی بجا اور زیادہ اضافہ کا موجب تھا ۔ زد کے دلکش چہرہ پر تسلیم و رضا کی وہ علامات خاص پائی جاتی تھیں ۔ جو شہدائے ملت سے مخصوص سمجھی جاتی ہیں ۔ ایک عرصہ تک کلیرین کو یہ خیال رہا ۔ کہ زد کو کسی عزیز کی مرگ بے ہنگام سے بھاری صدمہ ہوا ہے ۔ اور یہ سب اسی کا اثر ہے ۔ مگر رفتہ رفتہ جب ان کے تعلقات زیادہ مضبوط ہو گئے ۔ اور لیڈی آکٹیوین نے اپنا سارا حال بیان کیا تو کلیرین نے جانا کہ زد محض جسمانی عارضات کی وجہ سے پژمردہ نہیں بلکہ یہ کسی گہرے رنج و غم کا نتیجہ ہے ۔ کہ اس کا چہرہ انبساط و مسرت کے آثار سے محروم ہے ۔

سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مکان کی اندرونی تقسیم کا بھی کچھ حال بیان کر دیا جائے ۔ ہم بیشتر لکھ چکے ہیں کہ عمارت بہت وسیع اور دور تک پھیلی ہوئی تھی ۔ مگر اس کے مختلف حصے کسی نہ کسی طریق پر ایک دوسرے سے ملے ہوئے ضرور تھے عمارت خاص کے پہلوؤں میں جس قدر حصے بنے ہوئے تھے ۔ وہ سب غلام گردشوں کے ذریعہ اس سے ملحق تھے ۔ پرے کچھ اور عمارات تھیں ۔ مگر ان تک جانے کے لئے بھی کھلے یا مسقف رستے موجود تھے ۔ مختصر یہ کہ عمارت کسی بہت بڑے خاندان کی سکونت کے لئے جس کے ساتھ چالیس پچاس نوکروں نہایت موزوں تھی ۔ اتنی بڑی عمارت میں تین چار آدمیوں کی موجودگی بھلا کیا حقیقت رکھتی ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ مکینوں نے چند کمرے جو پاس پاس واقع تھے اپنی سکونت کے لئے رکھ کر باقیوں کو بند کر چھوڑا تھا ۔

عمارت خاص کی تعمیر سہ منزلہ تھی ۔ کھانا کھانے کے کمرے اور ایم والنے کی نشستگاہ فرش پر عام نشستگاہ اور سونے کے کمرے پہلی منزل پر ۔ نوکروں کی کوٹھریاں دوسری پر اور تیسری یا سب سے بالائی منزل بالکل خالی تھی ۔ عمارت کے مختلف حصوں میں آنے جانے کے

بے شمار رستے بنے ہوئے تھے۔ اور وہ خاص زینہ جس سے یہ لوگ کام لیتے تھے حصہ وسطی میں تھا اس کے علاوہ ہر سرے پر چھوٹے چھوٹے زینے اور بھی تھے۔ اور ان کے اور متعلقہ غلام گردش کے درمیان دروازے بھی موجود تھے۔ کلیرنس والنے اور لیڈی آکٹیوین میریڈتھ کے سونے کے کمرے پہلی منزل پر تھے۔ اور ان کی کھڑکیاں پچھواڑے کے باغ کی طرف کھلتی تھیں۔ ان کمروں کے درمیان ایک چھوٹا سا کمرا بھی تھا۔ جو عرصہ دراز تک بند رہنے اور مرمت نہ ہونے کی وجہ سے خراب و خستہ ہو چکا تھا۔ اس جگہ ایک ارغنوں باجہ رکھا ہوا تھا۔ جس کے متعلق کلیرنس نے زو سے بیان کیا۔ کہ گو میں نے اس کو بجانے کی بہت کوشش کی مگر نہ بجا سکی۔ کمرہ نشست میں ایک پیانو اور ایک سارنگی موجود تھی۔ کیونکہ کلیرنس کو ہمیشہ سے موسیقی کا شوق تھا۔ اس لئے ایم والنے نے باقی سامان کے ساتھ ان چیزوں کو بھی خرید لیا تھا۔ چنانچہ جب سے زو آئی۔ دونو سہیلیاں ملکر گایا بجایا کرتی تھیں۔

لیڈی آکٹیوین میریڈتھ کو اس مکان میں رہتے کئی ہفتے گذر گئے تھے۔ کہ اس نے بار اول سنا اس گھر میں بھوت رہتے ہیں۔ یہ خبر جن حالات میں اسے پہنچی۔ ان کا ذکر باب آئندہ میں کیا جاتا ہے۔

باب ۔ ۱۰۰

بھوت کا نظارہ

ستمبر کے ابتدائی ایام میں ایک دن کا ذکر ہے کہ دونو سہیلیاں رات کے ۱۰ بجے تک گاتی بجاتی رہیں۔ آخر اس وقت کلیرنس دردِ سر کی شکایت کر کے کہنے لگی کہ میں اب آرام کرنے جاتی ہوں۔ اور اپنی سہیلی کو شب بخیر کہہ کر رخصت ہوئی۔ باپ کے کمرہ میں جا کر اس نے حسب معمول اسکی پیشانی کو چوما۔ مگر ایم والنے نے جیسا اسکی عادت تھی اس کے عوض نہ تو بوسہ دیا نہ پیار کیا۔ اس کے بعد وہ اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ زو ابھی تک کمرہ نشست میں بیٹھی تھی۔ اور چونکہ نیند کی رغبت نہ تھی۔ اس لئے اپنے والد اور شوہر کے نام خط لکھنے بیٹھ گئی۔

بعض وجوہ سے اس خط کا انداز تحریر جو اس نے شوہر کے نام لکھا اس سے مختلف تھا۔ جو میاں بی بی کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ طرز انشا۔ اس قسم کی تھی۔ گویا ایک دوست دوسرے دوست

کو لکھ رہا ہو۔ اس میں دعائے خیر بھی تھی اور آرزوئے خوشحالی بھی۔ مگر عشق و محبت کا ایک لفظ تک نہ تھا۔ خط کا مضمون غیر معمولی طور پر لمبا تھا۔ گویا زو اس ذریعے سے اپنے شوہر کو اطمینان دلانا چاہتی تھی کہ مجھے اس خط و کتابت سے دلی خوشی ہوتی ہے۔ اور عدم اظہار محبت کا باعث فقدان محبت نہ سمجھنا چاہیے۔ اپنے خط میں اس نے ان پر فضا مناظر کا جن میں وہ رہتی تھی۔ مفصل ذکر کیا۔ مگر اپنی صحت کا حال نہایت مختصر لکھا۔ مثلاً لے تحریر یہ تھا کہ میری صحت میں کسی طرح کی اصلاح نہیں ہوئی۔ مگر اس بات کو اس نے عجیب پیرایہ میں گول مول کر کے بیان کیا۔ خط میں یہ بھی مذکور تھا کہ میں کچھ عرصہ کے لئے یہیں رہوں گی۔ کیونکہ مریض عورت کو اپنے شوہر کے آرام و آسائش پر بار نہ ہونا چاہئے۔ آخر میں اس نے لکھا کہ گو کوہستان پرینز کا منظر فرحت افزا ہے تاہم وہ راحت و خوش عیشی۔ وہ مسرت و اہتزاز جن کا حصول برطانیہ کے صدر مقام میں ممکن ہے۔ وہ اس ویرانہ میں معدوم ہیں۔

باپ اور شوہر کے نام اس طرح کے خط لکھنے میں اسے امید سے زیادہ دیر ہو گئی۔ حتیٰ کہ جب اس نے قلم ہاتھ سے رکھا۔ تو گیارہ بجے تھے۔ اور اس وقت ہی اپنے کمرہ میں جانے سے پہلے وہ ذرا دم لینے کو کرسی کی پشت پر جھک کر لیٹ گئی۔ وہ اسی حالت میں تھی کہ پرانی ساخت کا برنجی لیمپ جو میز پر رکھا ہوا تھا مدھم ہونے لگا۔ اور ہوتے ہوتے ذرا سی دیر میں بالکل بجھ گیا۔ زو کو معلوم تھا کہ نوکر لوگ سویرے ہی سو جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں جگانا غیر ضروری سمجھا۔ اس کے علاوہ اس کی خوابگاہ میں دوسرا لمپ موجود تھا۔ اپنی خادمہ خاص کو جس کا نام آنر تھا۔ اس نے خط لکھنے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں چند ایک ضروری خط لکھ کر آرام کروں گی۔ تم جا کر سو جاؤ۔ میری خاطر بیدار رہنے کی حاجت نہیں۔

ان حالات میں وہ اندھیرے میں ہی اپنے کمرہ کی طرف روانہ ہوئی۔ مگر جس وقت مسقف رستہ سے گذر رہی تھی تو نکھری ہوئی چاندنی میں جو کھڑکی کے رستہ داخل ہوتی تھی۔ کیا دیکھتی ہے کہ ایک انسانی صورت اس رستہ کے اگلے حصہ میں چل رہی ہے۔ پہلے سوچا شاید ایم والنے میں یا باغ کا مالی کسی کام کے لئے آیا ہے۔ کیونکہ صورت جو نظر آئی مردانہ تھی۔ اور گھر میں ان دو کے سوا کوئی تیسرا مرد نہ تھا نہیں۔ مگر فوراً ہی خیال آیا کہ یہ ان دونوں میں سے کوئی نہیں کیونکہ صورت جو نظر آئی وہ نسبتاً دراز قامت تھی۔ اسے تیز چلتے دیکھ کر زو وہیں کی وہیں رک گئی اور اور اس کے ساتھ ہی جب معلوم ہوا کہ چلنے والے کے قدموں کی آواز بالکل سنائی نہیں دیتی تو

مبہم اور نا قابل بیاں خوف کی لہر بدن کے ایک سرے سے چلکر دوسرے میں نکل گئی۔ شدت خوف سے آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر دوبارہ اسی سمت میں دیکھا۔ مگر اس مصفا روشنی میں جو کھڑکی کی راہ سے داخل ہو رہی تھی۔ اب کوئی شخص ساکن یا متحرک نظر نہ آتا تھا۔

اپنے دل کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہ شاید یہ ہمیراد اہمہ تھا وہ اپنے کمرہ میں چلی گئی اور وہاں جاکر اپنے آپ کو اس کمزوری کے اظہار پر ملامت بھی کی۔ بہرحال اس واقعہ نے دل پر ایک عجیب بوجھ ڈال دیا تھا جو ہٹائے نہ ہٹ سکا۔ طبیعت مضطرب اور خیالات پریشان ہونے لگے۔ حیران تھی کہ وہ کون تھا جو اس طرح رات کے سناٹے میں پہلے نظر آیا۔ اور پھر گم ہو گیا۔ زو فطرتاً بڑی مستقل مزاج اور قوی ہمت عورت تھی۔ اور ان باطل اعتقادات کو جو عورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس کی ذات میں قطعاً دخل نہ تھا۔ مگر اس گھر میں آنے کے بعد آج اسے پہلی بار اس جگہ کی تنہائی اور ویرانی افسردہ کن محسوس ہونے لگی۔ بڑی کوشش سے اپنے احساس کو دبا کر وہ سونے کے لئے پلنگ پر لیٹ گئی۔ مگر اس کے باوجود بہت دیر تک آنکھ نہ لگ سکی۔

دوسرے دن سویرے اس کی خادمہ آنز کمرہ میں داخل ہوئی۔ تو پہلے اس نے اس واقعہ کا اس سے ذکر کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر پھر یہ سمجھکر رک گئی کہ اس سے میری کمزوری ظاہر ہوگی۔ اتفاق سے یہی مضمون ایک اور طریقہ پر زیر بحث آگیا۔ کیونکہ خادمہ نے حسین مالک کے خوشنما لمبے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے کہا۔ "بانو کیا آپ کو معلوم ہے لوگوں میں اس جگہ کی نسبت کئی طرح کی روائتیں مشہور ہیں۔"

زو ان لفظوں کو سن کر چونک گئی۔ مگر سنبھل کہنے لگی۔ "اچھا"

"ہاں سرکار" آنز نے سلسلہ بیان جاری رکھ کر کہا "کل میں نے اور نیشل نے" یہ ردلی دوسری خادمہ کا نام تھا۔ "بار اول یہ ذکر سنا۔ تو بہت ڈر گئیں۔ اور رات بھر اسی فکر میں بے چین رہیں"

"بیشک بعض پرانی عمارتوں کی نسبت عجیب روائتیں مشہور ہوتی ہیں۔" زو نے سرسری طور پر کہا۔ "مگر ان سے ڈرنا بے وقوفی ہے۔"

"بانو اس وقت دن کی روشنی میں کسی طرح کا ڈر معلوم نہیں ہوتا۔" خادمہ نے کہا۔ "مگر رات کو جب تاریکی اور سناٹا ہو۔ یا چاند کی زرد روشنی پھیلی ہوئی ہو۔ اس وقت حالت مختلف ہوتی ہے کل رات مالی نے سب حال بیان کیا۔ وہ چونکہ دو سال شہر لائسنز کے ایک انگریز گھرانے میں رہ چکا ہے۔ اس لئے خاصی اچھی انگریزی بول سکتا ہے۔۔۔"

"اچھا اور اس نے کیا کہا؟" لیڈی آکٹیوین ہیرٹیکھ نے اس خوف کو جو کل رات خود اس کو محسوس ہوا تھا دبانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں سارا حال آپ سے عرض کرتی ہوں۔" آپ نے جواب دیا۔ "کل رات سے پہلے اس بارہ میں کوئی بات ہمارے سننے میں نہ آئی تھی۔ جس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ مارگرٹ کے سامنے ایسی باتوں کی جرأت نہیں کرتا۔ کل مارگرٹ بیمار تھی۔ اس نے جلدی سو گئی۔ مالی کو موقعہ مل گیا۔ اور اس نے عجیب عجیب داستانیں سنائیں"۔

"آخر معلوم تو ہو۔ اس نے کیا کہا؟" روز نے بظاہر لاپروائی سے پوچھا۔ حالانکہ وہ تہ دل سے اس واقعہ کی تفصیل جاننے کی خواہشمند تھی۔ جس سے کل رات خود اس کو خوف ہوا تھا۔

"تو قصہ یوں ہے" خادمہ نے بیان کیا۔ "کہ جب پہلا انقلاب شروع ہوا تو وہ خاندان جو اس گھر میں آباد تھا۔ انگلستان کو فرار ہو گیا۔ اور یہ عمارت کئی سال بند رہی۔ باقی جائدادوں کی طرح اس پر بھی جمہوری حکومت نے قبضہ کر لیا۔ اور بعد ازاں یہ جگہ ایک شخص لیناٹر کے حوالہ کر دی۔ جس نے زمانہ انقلاب میں کچھ اس قسم کی خط و کتابت جس سے شاہ پسندوں کی ایک خوفناک سازش کا حال معلوم ہوا۔ حامیان جمہوریت کے حوالہ کر دی تھی۔ یہ شخص ایم لیناٹر عمر میں ۲۳-۲۴ سال سے زیادہ نہ تھا۔ اس کے خیالات جمہوریت کے حق میں تھے جس وقت حکومت نے یہ جگہ صلہ خدمات میں اس کے حوالہ کی۔ تو وہ اپنے چچا کے ساتھ یہیں آکر رہنے لگا۔ اس کے والدین چھوٹی عمر میں انتقال کر گئے تھے۔ اس لئے اب اس چچا کے سوا اور کوئی اس کا رشتہ دار نہ تھا۔ ان حالات میں اگر ایم لیناٹر کا اپنے چچا سے پہلے انتقال ہو جاتا تو وہ چونکہ لاولد تھا۔ اسلئے جائداد کا وارث اس چچا کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ قریباً ایک سال گذر گیا۔ جس کے بعد ایک روز یہ دہشت ناک خبر مشہور ہوئی کہ ایم لیناٹر صبح اپنے پلنگ پر مردہ پایا گیا۔ چونکہ اس نے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور بظاہر زخم کا کوئی نشان موجود نہ تھا۔ اس لئے پہلے خیال ہوا۔ شاید کسی مرض کا دورہ ہوا ہے۔ لیکن بعد ازاں تحقیق ہوا کہ واردات قتل کی ہے۔ پولیس کو اس کے چچا پر شبہ ہوا۔ اور جب لاش کی چیر پھاڑ کی گئی۔ تو معلوم ہوا کہ مقتول کو زہر دیا گیا تھا۔ اس کا چچا گرفتار ہوا۔ اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور سزائے موت کا حکم صادر ہوا۔ جب اس کا سر قلم کرنے لگے۔ تو اس نے اقبال کیا کہ لیناٹر رات کو سوتے وقت پانی پیا کرتا تھا۔ میں نے اس میں زہر ملا دیا۔ اس وقت کے بعد کوئی شخص اس گھر میں آباد نہ ہوا حتّٰی کہ قریباً پانچ سال ہوئے مسٹر ایم۔ والے

نے اس میں سکونت اختیار کی۔ اور اب بیگم صاحب اس کہانی کا سب سے پُراسرار حصہ آتا ہے۔ سنتے ہیں کہ مقتول لینا پیر کی روح مکان کے مختلف حصوں میں پھرتی دیکھی گئی ہے۔ اور بعض اوقات ایک غیر معمولی خلاف فطرت کراہٹ کی آواز بھی سنی گئی ہے۔ کچھ عرصہ تک ایک بڈھے میاں بی بی نے اس گھر کی چوکیداری کا فرض اپنے ذمہ لیا تھا۔ مگر وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ڈر کر ملازمت چھوڑ گئے۔ ان کے بعد اور لوگ آئے۔ مگر ان بھیانک نظاروں کو دیکھ کر وہ بھی چلے گئے۔ یہی وجہ تھی کہ مکان عرصہ دراز تک خالی اور ویران پڑا رہا۔ ہاں میں یہ کہنا بھول گئی کہ لینا پیر کی روح زیادہ تر اس رستہ میں دیکھی گئی ہے۔ جو اس کی خوابگاہ سے ملحق تھا۔ اور وہ کمرہ جس میں اس کے چچا نے اس کو زہر دیا تھا۔ میڈیبا ازل والے کے کمرہ کے قریب ہی واقع ہے۔''

نو نے بظاہر کچھ رائے زنی نہ کی۔ مگر قصہ کا اس کے دل پر بھی گہرا اثر ہوا۔ اپنے آپ سے کہنے لگی۔ "کاش میں کل رات وہ پُراسرار صورت نہ دیکھتی۔ یا یہ داستان ہی سننے میں نہ آتی"

اتنے میں خادمہ نے سلسلہ داستان جاری رکھ کر کہا۔ "مالی یہ بھی کہتا تھا کہ جن لوگوں نے اس روح کو دیکھا ہے۔ وہ سب اس کا حلیہ یکساں بیان کرتے ہیں۔ ایم لینا پیر لطیف الجثہ۔ دراز قامت اور سیدھا نوجوان تھا۔ جب وہ اپنے پلنگ پر مردہ پایا گیا تو حسب معمول سب کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ البتہ پاؤں میں بوٹ یا سلیپر کی قسم سے کوئی چیز نہ تھی۔ چنانچہ اب بھی جن لوگوں نے اس کی روح کو پھرتے دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے بدن پر کپڑے سب ہوتے ہیں۔ مگر پاؤں میں کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اور چہرہ انتہا درجہ زرد ہوتا ہے۔ وہ صحیح طور پر چلتا نہیں۔ بلکہ ہوا سے گذرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال اس کے پاؤں سے کسی طرح کی آواز پیدا نہیں ہوتی۔ بعض موقعوں پر جب کسی نے اسے اس کمرہ میں داخل ہوتے دیکھا۔ جس میں اُسے قتل کیا گیا تھا۔ تو وہ اپنا بھیانک چہرہ آہستگی سے گھما کر اس شخص کی طرف دیکھنے لگا۔ اور میں سچ عرض کرتی ہوں۔۔۔"

"خیر یہ سب بچوں کی سی باتیں ہیں!" نو نے سرسری طور پر کہا۔ "اور میں امید کرتی ہوں کہ تم یا ریشل ان واہیات کہانیوں کو سن کر کسی طرح کے باطل توہمات کو دل میں جگہ نہ دوگی" مگر یہ الفاظ کہتے ہوئے وہ خود نمایاں طور پر کانپ گئی۔ کیونکہ قصہ جو خادمہ نے بیان کیا۔ وہ اس واقعہ کے عین مطابق تھا جسے کل رات وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔ حتٰے کہ جس صورت کو اس نے چلتے دیکھا تھا۔ اسکی حرکات بھی بالکل بے آواز تھیں۔

ناشتہ کی میز پر لیڈی آکٹیوین سیرڈیتھ نے جہاں تک ممکن تھا۔ خوش طبعی برقرار

رکھنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اس ناگوار مضمون کو کسی نہ کسی طرح نظر انداز کرنا چاہتی تھی۔ ایم والنے نے حسب معمول جلد جلد کھانا ختم کیا۔ اور دونو سہیلیوں کو ایک دوسرے کے پاس چھوڑ کر سیر کرنے کے لئے چلا گیا۔ مطلع صاف اور دن نہایت خوشگوار تھا۔ زو اور کلیرن بھی سیر کے ارادہ سے اٹھیں۔ مگر زو کی صحت چونکہ خراب تھی۔ اس لئے وہ تھوڑی دور چل کر درختوں کے ایک کنج میں زمین پر بیٹھ گئی۔ ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود اسکے خیالات گاہ بگاہ اس خوفناک داستان کی طرف پلٹ جاتے تھے۔ جو اس نے خادمہ کی زبانی سنی تھی۔ کلیرن نے اسے خاموش اور افسردہ دیکھا۔ تو اس کی وجہ کچھ اور سمجھ کر تشفی آمیز کلمات کہنے لگی۔

"پیاری زو" اس نے کہا "معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے خیالات اپنے گھر کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ دیکھو بہن افسردہ خیالات کو دل میں جگہ نہ دو۔ بلکہ اس ہمت و استقلال سے کام لو جس کا تم نے آجتک ثبوت دیا ہے۔ اگر میری دمسازی کچھ فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ تو میں ہر ایک خدمت کے لئے تیار ہوں۔"

"بہن کلیرن میں تمہاری ہمدردی کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔" لیڈی آکسٹین نے جواب دیا۔ "تمہاری محبت نے مجھے اپنی داستان زندگی بیان کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب تک تم نے میرے حالات صرف جستہ جستہ سنے تھے۔ مگر میں چاہتی ہوں اب انہیں مسلسل داستان کی صورت میں بیان کروں۔ امید ہے تم انہیں پورے غور سے سنوگی۔"

"لیکن اگر وہ حالات کسی طرح رنجیدہ ہیں تو میں التجا کرتی ہوں کہ تم ان کے بیان کی زحمت نہ کرو۔" کلیرن نے بنت کہا۔

"اس کے برعکس میرا خیال ہے کہ ان کے بیان سے میرے دل کو تسکین ہوگی۔" لیڈی آکسٹین نے جواب دیا۔ "یہ تمہیں معلوم ہی ہے کہ مجھے لارڈ آکسٹین سے گہری محبت تھی۔ اس محبت میں اب بھی فرق نہیں آیا۔ پیشتر میں نے ان حالات کا ذکر کیا تھا جن میں ایک حسین و خلیق لڑکی کرسٹینا ایشٹن میرے پاس رہنے لگی۔ اس وقت تک میں سمجھتی تھی کہ میرے شوہر کو بھی مجھ سے اتنی ہی محبت ہے جیسی مجھے اس سے ہے۔ اس کا خیال تک نہیں آسکتا تھا کہ اس کے دل میں کسی اور کی محبت جاگزین ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ حقیقت اس کے برعکس ثابت ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ کہہ دینا چاہتی ہوں کہ کرسٹینا جتنی خوبصورت ہے اتنی ہی نیک اور پاکباز بھی ہے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ میرا شوہر کرسٹینا سے محض اس طرح کی مشفقانہ ہمدردی رکھتا ہے جس کی وہ ایک مصیبت زدہ

لڑکی کی حیثیت میں مستحق تھی۔ یہی وجہ تھی کہ گاہ بگاہ جب اسکی طرف سے زیادہ توجہ کا اظہار ہوا تو میں نے کبھی بدگمانی کو دل میں جگہ نہیں دی۔ مگر یہ ایک خواب تھا جس سے ایک دن مجھے بری طرح بیدار ہونا پڑا۔ میری آنکھیں اس وقت کھلیں جب معاملہ نے انتہائی صورت اختیار کرلی یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ایک دن لارڈ آکٹیوین مجھے اور کرسٹینا کو سیر کرانے لے گئے۔ ہم ایک کھلی گاڑی میں سوار تھیں۔ اور چونکہ گاڑیبان بیمار تھا۔ اس لئے لارڈ آکٹیوین خود اس کو چلاتے تھے۔ دفعتاً گھوڑا بھڑکا اور بے تحاشا بھاگ نکلا۔ گاڑی الٹ گئی۔ مجھے ہلکی سی چوٹ آئی جس سے نہ تو بیہوش ہوئی۔ نہ میرے حواس میں فرق آیا۔ مگر لارڈ آکٹیوین نے سب سے پہلے میری طرف توجہ دینے کی بجائے کرسٹینا کو فرش سے اٹھایا۔ اور ساتھ ہی اس کے منہ سے میرے لئے نہیں بلکہ کرسٹینا کے لئے خوف و یاس کے پرجوش کلمات نکلے۔ میں گھبرا گئی۔ خون میری رگوں میں منجمد ہوگیا اور اعضا کام دینے سے رہ گئے۔ اس ایک لمحہ کے عرصہ میں میں نے وہ بات صاف طور پر سمجھ لی جسے آجتک نہ سمجھی تھی۔ یعنی یہ کہ میرے شوہر کو کرسٹینا سے عشق ہے۔ اس کے باوجود میں نے ارادہ کرلیا کہ اپنے کسی لفظ یا حرکت سے یہ ظاہر نہ کروں گی کہ میں نے لارڈ آکٹیوین کے الفاظ محبت کو جو اس نے کرسٹینا کے لئے استعمال کئے تھے۔ سن لیا ہے۔ یہ ارادہ میں نے اس لئے کیا کہ ہم تینوں کی راحت کا دارومدار اسی احتیاط پر تھا۔ پس میں نے بے ہوشی کا بہانہ کیا۔ اور قوت ارادی نے دل کو ایسی طاقت دی کہ میں اس تمثیل میں ہر طرح کامیاب ہوئی۔ نہ کرسٹینا اور نہ آکٹیوین کے دل میں اس کا خفیف ترین شبہ پیدا ہوا۔ کہ میں نے ان الفاظ کو جو حالت جوش میں میرے شوہر کے منہ سے نکلے تھے۔ سن لیا ہے۔ اس مصنوعی بے ہوشی میں جو کچھ میں نے سنا اس سے کامل یقین ہوگیا کہ میرے شوہر کو کرسٹینا سے ناقابل بیان محبت ہے۔ میں نے اپنے دل کو مضبوط کرنے کی بہت کوشش کی۔ پھر بھی اس واقعہ سے کچھ ایسا ذہنی صدمہ ہوا کہ سخت بیمار ہوگئی۔ کئی روز بیہوش پڑی رہی۔ اور اس عرصہ میں کرسٹینا بہنوں کی طرح میری خدمت کرتی تھی۔ بعد ازاں ڈاکٹر نے اس بات کی تصدیق کی کہ یہ کرسٹینا کی خدمت گذاری کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کی جان بچی۔ اس کے بعد جب میں قدرے تندرست ہوئی تو کرسٹینا نے رخصت ہونے کی اجازت طلب کی۔ میں اس فیاض اور نیک دل لڑکی کا منشا اچھی طرح سمجھتی تھی۔ اس لئے جان گئی کہ دل میں وہ بھی میرے شوہر آکٹیوین سے محبت کرتی ہے۔ مگر اپنی نیک دلی اور نیک سیرتی کی وجہ سے نیز اس محبت کے باعث جو اسے مجھ سے تھی اپنے جذبات کو دبانا۔ اور اس گھر سے رخصت ہونا ہی بہتر سمجھتی ہے

جہاں اسکی موجودگی رنج و نفاق پیدا کرنے کا موجب ہو رہی تھی۔"

اتنا کہہ کر زو تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئی۔ اپنی زندگی کی رنجیدہ داستان بیان کرتے ہوئے اسکی آنکھیں بے اختیار اشک آلود ہو گئیں۔ مگر اس نے آنسوؤں کو ضبط کر کے اس طرح بیان جاری رکھا۔

"کرسٹینا کے جانے کے بعد چند ہفتے گذر گئے۔ تو ایک دن خیال آیا کہ ہمارا اس طرح ایک دوسرے سے الگ رہنا ٹھیک نہیں۔ اول تو مجھے اس سے بہنوں کی طرح محبت تھی۔ اور وہ خود بھی مجھ سے کم محبت نہ کرتی تھی۔ دوسرے گذشتہ خطرناک بیماری میں اس نے جس کاوش و جانکاہی سے میری تیمارداری کی اس کا احسان اتنا بھاری تھا کہ میں اسے مدت العمر فراموش نہ کر سکتی تھی۔ ان باتوں کے علاوہ میں یہ ظاہر کرنا نہ چاہتی تھی کہ مجھے اس کی علیحدگی کی وجہ معلوم ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے جذبات دل کو پوری کوشش سے چھپا رکھا تھا۔ پس میں نے اس سے دوبارہ ملنے کا ارادہ کیا۔ اور ایک روز جب لارڈ آکیٹوین اپنے والد سے ملنے گئے ہوئے تھے۔ کرسٹینا کو رقعہ لکھ کر بلوایا۔ وہ آئی اور میری بگڑی ہوئی صحت دیکھ کر اس کے دل نازک کو سخت صدمہ پہنچا۔ ادہر آکیٹوین کسی وجہ سے اپنے والد کے ہاں نہ جا سکا اور قبل از وقت ہی واپس آ گیا۔ بے خبری میں کمرہ کے اندر داخل ہوا تو کرسٹینا میرے پاس تھی۔ کیرین اس وقت آکیٹوین اور کرسٹینا کے دلوں کی جو حالت تھی اس کو میں نے اسی وضاحت اور آسانی سے معلوم کر لیا جس طرح تم کسی کتاب کا مضمون پڑھ سکتی ہو۔ سب سے زیادہ رنج مجھے اس خلیق و نیک کردار لڑکی کی وجہ سے ہوا۔ اور میرے دل کو تو جو صدمہ پہنچا وہ محتاج اظہار نہیں۔ اس وقت کے بعد یہ سوچکر کئی بار حیرت ہوتی ہے کہ میں نے کیونکر اتنا سکون و استقلال قائم رکھا۔ کہ اس آزمائش میں ثابت قدم رہی۔ کرسٹینا کسی نہ کسی بہانہ رخصت ہونا چاہتی تھی۔ مگر اس خیال سے جرأت نہ کر سکتی تھی کہ میرے دل میں شبہ پیدا نہ ہو۔ میں خود اس کے لئے رخصت کا موقعہ پیدا کرنے کی آرزومند تھی مگر بجائے خود ڈرتی تھی کہ اسے اور آکیٹوین کو شک نہ ہو جائے کہ میں ان کے دلی حالات سے واقف ہوں۔ آخر کار وہ رخصت ہونے لگی تو میں پھر کسی وقت آنے کی درخواست کی جرأت نہ کر سکی۔ مجھے اس بات کا سخت رنج تھا کہ میں نے آج بھی کیوں اسے بلایا اور اس طرح ناحق سب کے دلوں کو رنج پہنچانے کا موجب بنی۔"

وہ پھر چپ ہو گئی اور چند منٹ کے توقف کے بعد کہنے لگی:۔

"اس کے بعد کئی ہفتے گذر گئے۔ میں اس عرصہ میں جہاں تک ممکن ہوا اپنے جذبات کو دبائے

کی کوشش کرتی رہی۔ مگر اس کے باوجود اپنے شوہر کی ہر نگاہ۔ ہر لفظ اور ہر فعل کے مشاہدہ پر مجبور رہتی ہیں اس ذریعہ سے جاننا چاہتی تھی کہ اس کے دل میں کرسٹینا کے لئے کس درجہ محبت ہے۔ میں نے معلوم کیا کہ اسکی حالت سخت ناگوار تھی۔ ایک طرف پاس وفا تھا اور دوسری جانب پاس محبت۔ میں نے دیکھا کہ وہ میری طرف نظر ترحم سے دیکھتا۔ اور اپنے جذبہ محبت کو اس خیال سے دبانے کی کوشش کرتا تھا۔ کہ میں اپنی بی بی کا احسان مند ہوں۔ واضح ہو کہ اس نے مجھ سے شادی کر کے ہی دولت و آسودگی حاصل کی تھی۔ میں اس کی حالت زار دیکھ کر دل ہی دل میں دکھی ہوتی تھی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ معاملہ حد ضبط سے باہر ہو گیا۔ میری بجا کوئی اور ہوتی تو اپنے شوہر کو اس بنا پر ملامت کرتی کہ تم شادی شدہ ہو کر غیر عورت سے محبت کرتے ہو۔ مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ میں سمجھتی تھی۔ آکٹیوین جذبات دل سے مجبور رہے۔ وہ اس شعلہ عشق کو دبا نہیں سکتا۔ ایسے موقعوں پر عورتیں انتہائی رنج والم ظاہر کرتی اور اپنے شوہر کو طرح طرح کے طعنے دیا کرتی ہیں۔ میں نے یہ بھی نہیں کیا کیونکہ میں جانتی تھی محبت ایک خودرو پودہ ہے۔ وہ منت والتجا سے نشو ونما نہیں پا سکتا غرض میں نے اپنے شوہر کی حالت دیکھتے اور اس کے خیالات کو سمجھتے ہوئے کبھی نہ اسے ملامت کی نہ طعنے دیے اور نہ رد کر التجا کرنا ضروری سمجھا۔ میرے لئے آکٹیوین کو کرسٹینا سے محبت کرنے پر ملامت کرنا کم وبیش ایسا ہی تھا جیسے کوئی مجھے خود اس سے محبت کرنے پر ملامت کرتا۔ نہیں۔ میں نے ان میں سے کوئی بات نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اس کی کوشش کرتی رہی۔ کہ آکٹیوین کو معلوم نہ ہو۔ میں اس کی محبت کے راز سے واقف ہوں۔ مگر اس طرح کی بناوٹی زندگی آخر کب تک بسر کی جاتی؟ ایک طرف میں اس خفیہ رنج والم میں گھلی جاتی تھی۔ دوسری طرف آکٹیوین زہر عشق سے ہلکان ہو رہا تھا۔ دونو کے دل آلات خودکشی کا کام دیتے تھے۔ دونو اپنے ہی جذبات کے زہر سے بتدریج ہلاک ہوتے جا رہے تھے۔ اس کے ساتھ میں دیکھتی تھی کہ آکٹیوین حتے الامکان اپنے جذبات چھپانے کی کوشش کرتا۔ اور مجھے اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہے کہ مجھ سے اسکی محبت ویسی ہی ہے جو پہلے اور اتنی ہی لامحدود ہے جیسے کبھی تھی۔ میں بھی اس کی محبت برداشت کرنے پر مجبور رہتی۔ کہ یہ گمان اس کے دل میں پیدا نہ ہو کہ میں اسکی محبت پر شک کرتی اور اس کا صرف مصنوعی طریق پر جواب دیتی ہوں۔"

"بہن سچ کہتی ہو۔" کلیرن نے تسلیم کیا۔ "تمہاری حالت واقعی سخت مشکل تھی۔"

"ان حالات میں مجبوراً میں نے انگلستان کو خیرباد کہنے کا ارادہ کر لیا۔" زمن نے کہا۔ "خرابی

صحت کا بہانہ موجود تھا۔ ڈاکٹروں نے بھی یہی مشورہ دیا کہ اُسی جنوبی ملکوں کی گرم آب و ہوا میں رہنا چاہیئے۔ جس روز میں رخصت ہونے لگی۔ تو کرسٹینا کو الوداع کہنے کے لئے بلایا۔ نیک دل لڑکی خبر پاتے ہی فوراً آئی۔ اور دم رخصت میں نے دیکھا کہ اس کے دل کو میری جدائی کا صدمہ اتنا ہی شاق تھا۔ جیسے ایک بہن کو دوسری سے جدا ہونے کا ہو سکتا ہے۔ ہم دونو کمرہ نشست میں بیٹھی تھیں۔ اور لارڈ آکٹیوین میڈریڈ کے جلد واپس آنے کا خیال نہ تھا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں کرسٹینا کو ایک چھوٹا سا تحفہ پیش کرنا چاہتی تھی۔ اور اُسے لانے اپنے کمرہ میں گئی۔ مگر واپس آئی تو نشستگاہ میں دو شخصوں کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ کان لگا کر سُنا تو معلوم ہوا۔ میرے شوہر اور کرسٹینا میں باتیں ہو رہی ہیں۔ بڑی کوشش کے باوجود میں اپنی جگہ سے پیچھے نہ ہٹ سکی۔ معلوم ہوا اس کمرہ میں ایک پُرجوش نظارہ پیش آ رہا تھا۔ آکٹیوین کی حالت دیوانوں کی طرح تھی۔ بظاہر اس نے جان لیا تھا کہ میں اس کے راز سے واقف ہو چکی ہوں۔ اور اسی لئے انگلستان سے باہر جا رہی ہوں۔ اس نے میرے ایثار کا ذکر بڑے پُرجوش لفظوں میں کیا۔ مگر میں نے دیکھا۔ کہ کرسٹینا کا طرز عمل ہر لحاظ سے قابل تعریف تھا۔ اس نے وقار و دوشیزگی کو قطعاً ہاتھ سے نہیں دیا۔ اس کی ہر بات سے ظاہر ہوتا تھا کہ میرے لئے فیاضی اور اپنے لئے نیکی اور راست شعاری کا اصول رکھتی ہے۔ چنانچہ جس وقت آکٹیوین نے اس سے محبت ظاہر کی۔ تو کرسٹینا نے اس کو ملامت کر کے کہا۔ تمہیں اس فرض کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ جو اپنی بی بی کے متعلق تم پر عائد ہوتا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ تمہیں اس سفر میں اس کے ساتھ جانا چاہیئے۔ لیکن میرے خیال میں اس رنجیدہ نظارہ کو مفصل بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ ان واقعات کو یاد کر کے رقت طاری ہوتی ہے۔ آخر جب میں نے دیکھا۔ کہ گفتگو قریب الختم ہے تو تیز چلتی اپنے کمرہ میں چلی گئی اور گو دل کو سخت اضطراب تھا۔ تاہم اس غیبی قوت سے کام لے کر جو قدرت ہی ایسے موقعوں پر عطا کرتی ہے۔ میں نے اس وقت جب کرسٹینا میرے کمرہ میں داخل ہوئی۔ انتہائی سکون اختیار کر لیا تھا۔ پھر بھی میرا خیال ہے کہ میری اس وقت کی حالت سے کرسٹینا نے معلوم کر لیا۔ کہ میں نے ان دونو کی باتیں سن لی ہیں۔ کم از کم یہ تو وہ ضرور جان گئی کہ لارڈ آکٹیوین کو اس سے جو گہری محبت ہے میں اس سے خبردار ہو چکی ہوں۔ اس کی آنکھیں کہ رہی تھیں کہ میں بے وجہ آپ لوگوں کی راحت میں خلل انداز ہوتی ہوں۔ حالانکہ خدا جانتا ہے۔ میرا اس میں کچھ قصور نہیں۔ بہرحال یہ خیالات میں نے اس کی نگاہ سے معلوم کئے۔ ورنہ ہماری زبان سے اس بارہ میں ایک لفظ

تک نہیں نکلا۔ دونو آنسو بہاتی۔ رنج وحسرت کے ساتھ جدا ہوئیں۔ وہ رخصت ہو گئی۔ اور میں یہاں چلی آئی۔"

اتنا کہہ کر زو چپ ہو گئی۔ اور کلیرین نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر انداز محبت سے دبایا اس نے دیکھا کہ دو آنسو قطرات شبنم کی طرح چمکدار زو کے زرد فام رخساروں پر بہ نکلے۔ فرانسیسی خاتون اپنی انگریز سہیلی کی طرف ہمدردانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ بالآخر زو نے دفعتاً آنسو پونچھ دئے۔ اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہنے لگی۔" آؤ کلیرین اب واپس چلیں۔"

دونو تھوڑی دیر چپ چاپ چلتی رہیں۔ بظاہر اپنے اپنے خیالات میں غرق تھیں۔ آخرکار کلیرین نے اس محویت سے چونک کر کہا "پیاری زو۔ آج تم نے اپنی دردناک سرگذشت پوری تفصیل سے بیان کی ہے۔ مگر یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ آئندہ کی نسبت تمہارا کیا ارادہ ہے۔ تمہاری صحت اب بحال ہوتی جارہی ہے۔ رخساروں کی رنگت بدل رہی ہے۔ اور میں امید کرتی ہوں تم بہت جلد پوری طرح تندرست ہو جاؤ گی۔ مگر یہ غیر ممکن ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے اپنے آبائی گھر سے باہر اور اپنے وطن سے دور رہ کر اس پرانے مکان میں زندگی بسر کرو۔"

"پیاری سہیلی"! زو نے فرشتگانہ تسلیم و رضا کے ساتھ پُر درد لفظوں میں کہا "میرے چہرہ کی رنگت شائد تمہارے دل میں غلط فہمی پیدا کرے۔ مگر میرے دل میں نہیں کر سکتی۔ میں جانتی ہوں میری تندرستی اس درجہ خراب ہو چکی ہے۔ کہ اب اس کی اصلاح غیر ممکن ہے۔ میری صحت حقیقت میں رو بہ زوال ہے۔ تپ دق کے مہلک مرض نے میری جان پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور یہ سرخی جسے تم صحت کی نشانی سمجھتی ہو درحقیقت اسی کی علامت ہے۔"

"خدا کے لئے پیاری بہن اس رنجدہ پیرایہ میں باتیں نہ کرو" کلیرین نے جس کی اپنی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ کہا "تمہارے ایسی خوبصورت اور جوان عورت کو قبل از وقت موت کا ذکر کرتے سُن کر دل کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔"

"مگر میں کچھ جھوٹ نہیں کہتی" زو نے اپنے لبوں پر دردناک تبسم پیدا کرکے جواب دیا "کلیرین میں اپنے آپ کو غلط فہمی میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ جن دنوں میں سفر کر رہی تھی۔ تو آرزو یہ تھی۔ کہ کوئی تنہا مقام ایسا مل جائے۔ جہاں میں اپنی زندگی کے آخری ایام کسی سہیلی کی ہمدردی اور دلداری کے سایہ میں بسر کروں۔ شکر ہے کہ میری یہ آرزو پوری ہوئی۔ میرے لئے اب زندگی کی دلچسپیاں ختم ہو چکی ہیں۔ اس لئے موت کا ہراس بھی نہیں رہا۔ کچھ عرصہ میں ایک طرف میری ذہنی تکلیفوں کا

خاتمہ ہو جائے گا۔ اور دوسری جانب وہ رکاوٹ بھی ہٹ جائے گی۔ جو آکٹیوین اور کرسٹینا کی شادی میں حائل ہے۔ اس لئے میری موت ہر لحاظ سے مبارک ہوگی۔ تمہیں شاید اس بات پر حیرت ہو کہ جس صورت میں مجھے اپنی زندگی بار ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ دست فنا میری ہستی کی جڑیں کاٹ رہا ہے۔ تو میں نے کس لئے جنوب فرانس کی معتدل آب و ہوا میں آکر اپنی بے فیض زندگی کو طول دینے کی کوشش کی۔ وجہ ایسی عورت کو تو خود موت کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہونا چاہئے۔ اس لئے بہتر ہوتا کہ میں کسی سرد ملک میں جا کر اپنی زندگی کے دن پورے کرتی۔ مگر میں جانتی ہوں کہ ایسا کرنا خودکشی میں داخل ہوتا۔ اور خودکشی وہ قابل نفرت فعل ہے۔ جسے قانون جرم اور مذہب گناہ قرار دیتا ہے اس لئے میں کسی ایسے فعل کے لئے آمادہ نہ ہو سکتی تھی۔ جو بجائے خود میرے رشتہ زندگی کو منقطع کرنے کا موجب ہوتا۔ نہیں ایسا کرنا اتنا ہی معیوب ہوتا جیسے کسی بلند چٹان سے کود کر جان دینا۔ بیشک میں جانتی ہوں کہ موت جس قدر جلد آ سکے۔ مبارک ہے۔ لیکن یہ بھی نہیں چاہتی کہ موت کے غار پر چلتی ہوئی قصداً اس میں کود جاؤں۔ اب تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہو۔ کس لئے موت کی آرزو کرتے ہوئے میں اپنے طور پر اسے قریب تر لانے کی کوشش نہیں کرتی۔ کس لئے موت کو ذریعہ نجات سمجھتے ہوئے میں رشتہ زندگی کو مضبوط پکڑنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ کس لئے یہ جانتے ہوئے کہ ہلاکت کے جراثیم اپنا کام کر رہے ہیں۔ میں نے اس معتدل مقام پر اصلاح صحت کے لئے آنا منظور کیا ہے۔"

زو نے یہ الفاظ بڑے پُر درد لہجہ میں کہے تھے جس کا کلیرن کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ مگر وہ چپ رہی۔ اور سچ پوچھئے تو کیا کہہ سکتی تھی۔

یکایک لیڈی آکٹیوین میرڈیتھ نے اپنی گرتی ہوئی طبیعت کو سنبھالا۔ اور خوشی کے لہجہ میں کہنے لگی۔ "کلیرن ہمیں گاؤں میں گئے بہت دن ہوئے ہیں۔ آؤ اس طرف ہو کر چلیں۔ سیر بھی ہو جائے گی۔ اور میں وہاں سے کچھ چیزیں بھی خرید لاؤں گی۔"

دونو گاؤں کی طرف ہولیں۔ وہاں پہنچکر سب سے پہلی چیز جو انہوں نے دیکھی وہ آلات موسیقی کی ایک نئی دوکان تھی۔ گاؤں ہر چند چھوٹا تھا۔ مگر یہ دوکان خاصی رونق دار تھی۔ جس کی وجہ شاید یہ ہو۔ کہ ہمسایہ میں چند متمول اور شریف گھر آباد تھے۔ دوکان پر کئی اچھے اچھے باجے رکھے ہوئے تھے۔ جن پر ایک کلیرن کو بہت پسند ہوا۔ اس کی قیمت باجہ کے ساتھ ہی ایک پرزہ کاغذ پر لکھی ہوئی تھی۔ اور چھپی ہوئی کیفیت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ اس ساختہ وہ ساز سے جو مکان پر

موجود تھا۔ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

کلیرین نے ایک آہ سرد کھینچی۔ اور کہنے لگی۔ "والد اگر مالدار ہوتے تو میں ضرور انہیں اس باجہ کے خریدنے پر مجبور کرتی۔ کیونکہ یہ مجھے بہت ہی پسند ہے۔"

یہ الفاظ اس نے سرسری طور پر کہے تھے۔ مگر زو نے اس بات کا ارادہ کر لیا۔ کہ میں کسی موقعہ پر تنہا آکر یہ پیانو اپنی سہیلی کے لئے خرید لے جاؤنگی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ایم وانے پاس کھڑے ہیں۔ ان کے چہرہ پر حسب معمول سکون وافسردگی کے آثار نمودار تھے۔ نہ انہیں کلیرین کی خواہش سے حیرت ہوئی۔ نہ اس کی مایوسی پر رنج۔ انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور سرسری لفظوں میں کہا۔ "کلیرین اگر تم اس پیانو کو خریدنا چاہتی ہو تو میں لئے دیتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ دوکان میں داخل ہوا۔ پیانو کے ساتھ لگے ہوئے پرچہ پر قیمت دیکھی۔ اس کے بعد دوکاندار کو حکم دیا کہ اسے کوٹھی پر بھیجدینا۔ اسی وقت قیمت ادا کر دی جائے گی۔ معاملہ نہایت مختصر طور پر طے ہوگیا۔ نہ قیمت پر تکرار ہوئی۔ نہ کمی بیشی پر بحث۔ اس نے ٹوپی اٹھا کر زو کو سلام کیا۔ اور ایک طرف کو چلا گیا۔

پندرہویں جلد ختم ہوئی

قدیم تاریخ کشمیر

راج ترنگنی

صدیاں گذریں کلہن پنڈت نامی ایک فاضل مورخ نے اس نام سے ریاست کشمیر کی قدیم تاریخ لکھی تھی جس کا ترجمہ سر آرل سٹیین نے پنڈتوں کی ایک جماعت سے ملکر انگریزی میں کیا تھا۔ اسی نایاب کتاب کا ترجمہ منشی بیرتھ رام صاحب فیروز پوری نے ٹھاکر اچھر چند صاحب سے ملکر اردو میں کیا ہے۔ نام کو تاریخ مگر دلچسپی میں کسی نہایت دلکش ناول سے کم نہیں۔ ضخامت ۱۰۰۰ صفحوں سے زیادہ۔ مجلد قیمت آٹھ روپیہ محصولڈاک علاوہ صرف چند سٹ باقی ہیں۔

لال براد رس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

عنقریب چھپکر تیار ہوگا

آرسین لوپن کا ایک اور زبردست ناول

خونی چراغ

مارس لیبلانک کے ناول "جیوش لمپ" کا ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے

اس عجیب۔ حیرت خیز اور پر اسرار ناول میں پھر ایک بار آرسین لوپن کا مقابلہ مشہور عالم جاسوس شرلک ہومز سے ہوتا ہے۔ ایک معمولی چراغ جس کی تہ میں نایاب گوہر پوشیدہ تھا۔ گم ہو جاتا ہے۔ اور آرسین لوپن اور شرلک ہومز اپنے اپنے طریق پر اسے ڈھونڈنے جاتے ہیں۔ دونو کی بڑی مزیدار ٹکر ہوتی ہے

خونی چراغ

خونی چراغ

خونی چراغ

بالکل ہی نئے طرز کا ناول جس کی دلچسپی ہر سطر کے ساتھ بڑھتی ہے

آرسین لوپن کی ذکاوت۔ فراست اور بے خوفی ملاحظہ ہو

آرسین لوپن کا احسان جو وہ خلق خدا پر بے غرضانہ کرتا ہے ملاحظہ ہو

آرسین لوپن کی زبردست تقریر جو نامی حریف شرلک ہومز کے روبرو کی ملاحظہ ہو

نامی چور اور نامی سراغرساں کا مقابلہ آپس کی جدوجہد میں دونو کی مساوی کامیابی

مگر آخری فتح کا سہرا آرسین لوپن کو

سرورق پر تین رنگ کی تصویر۔ ضخامت ۳۰۰ صفحے قیمت ۱۲؍

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

آرسین لوپن کے باقی ناولوں کی فہرست

ہمیں معلوم ہے کہ آپ کو آرسین لوپن کے ناولوں کا خاص شوق ہے۔ ان میں سے بعض آپ نے پیشتر دیکھے بھی ہیں۔ مگر بہت ایسے ہیں جو حال میں طبع ہوئے اور آپ کی نظروں سے نہیں گذرے۔ ذیل میں ان ناولوں کی فہرست درج کی جاتی ہے۔ جو آپ کے مطالعہ سے نہیں گذرے۔ طلب فرمائے۔

نقلی نواب۔ آرسین لوپن کے متعلق بالکل نیا۔ نو طبع اور نہایت دلکش ناول۔ لوپن کا سب سے پہلا اور حیرت خیز کارنامہ ناول "آرسین لوپن" کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے ۴۳۲ صفحے قیمت ۱۲

بلوری کاگ۔ "دی کرسٹل سٹاپر" کا ترجمہ جس میں آرسین لوپن کا ایک زبردست کارنامہ درج ہے دیکھئے ایک ناچیز بلوری ڈاٹ کی تہ میں کتنا عجیب راز کام کرتا ہے۔ سرورق پر رنگین تصویر ۲۳۸ صفحے قیمت ۱۲

خونی ہیرا۔ "دی اریسٹ آف آرسین لوپن" کا اردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے اس میں سر آرتھر کانن ڈائل کے شہرۂ آفاق سراغرساں شرلاک ہالمز کا مقابلہ لیبلانک کے مشہور عالم نیک نہاد چور آرسین لوپن سے ہوتا ہے کس طرح ایک کی ہشیاری دوسرے کی عیاری کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتی اور کیونکر ایک اپنے عدیم النظیر ذہن رسا کی مدد سے دوسرے کی لاجواب عاقبت بینی پر غالب آنا چاہتا ہے۔ اس جدوجہد کی داستان غائت درجہ دلچسپ ہے (دو جلدیں) ۱۶۹ صفحے قیمت ۱۲

انقلاب یورپ۔ ناول ۱۸۱۳ء کا ترجمہ عشق سیاست اور سراغرسانی ان تینوں کا مرکب۔ قصہ کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ آپ پہلا باب پڑھ لیں تو ختم کئے بغیر کھانا پینا اور سونا بھی حرام ہو جائے۔ اس کا ترجمہ بھی منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری نے کیا ہے۔ ۱۰ صفحے قیمت ۱۲

شریف بدمعاش۔ "دی کنفیشنز آف آرسین لوپن" کا ترجمہ جس میں آرسین لوپن کی بعض حیرت خیز عیاریوں کا ذکر نہایت دلکش پیرایہ میں کیا گیا ہے جس طریق پر اس شخص نے پبلک کی آنکھوں میں خاک جھونکی۔ فرانسیسی پولیس کے اعلیٰ افسروں کو الو بنایا۔ عظیم خطرات کا مقابلہ کیا۔ اور ہر بار بال بال بچتا رہا۔ اس کا ذکر خود اس کی زبان سے (دو جلدیں) ۲۷۰ صفحہ قیمت ۱۲

چلتا پرزہ۔ اسی ناول کا تتمہ جس میں آرسین لوپن کے دو نہایت زبردست کارناموں کا ذکر ہے ۵۶ صفحے قیمت

لال برادرس، پارسنز روڈ نولکھا لاہور

اسرار و سراغرسانی کے بےنظیر ناولوں کے ترجمے

گورو گھنٹال ولائت کے نامی سراغرساں مسٹر بلیک کی تحقیقات کا حیرت خیز کارنامہ جس کا بیان دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ رنگین باتصویر ٹائیٹل ۱۳۵ صفحے قیمت عہ

خونی وکیل۔ انگریزی کے زبردست ناول "ہینڈ اینڈ رنگ" کا ترجمہ از منشی محمد حمید الحق صاحب وکیل۔ ایک بے گناہ کا قتل۔ قاتل کی دلیری و عیاری۔ ناکردہ خطا پر شبہ۔ جاسوسوں کی حیرانی و پریشانی۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ ۳۹۲ صفحے۔ قیمت رعایتی عا

سندر پارسن۔ یہ جاسوسی ناول بنگالی زبان کے بھیشن پرتی بھنا نامی مشہور ناول کا ترجمہ ہے اس میں ڈاکوؤں کے ایک زبردست گروہ کی حیرت انگیز کارروائیاں۔ چلتی ہوئی ٹرین میں سے ایک مشہور پارسن کو بدمعاشوں کا اڑا لے جانا۔ بھیانک اور خوفناک واردات۔ امریکہ کے مشہور جاسوس مسٹر رڈلینڈ کا اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لینا۔ ڈاکوؤں کا تعاقب۔ ڈاکوؤں کا شہر بمبئی میں کہرام مچا دینا۔ بمبئی کے نامی جاسوس نانجی مالشری کا مسٹر رڈلینڈ کی مدد کرنا۔ غرض سراغرسانی کا نہائت دلچسپ اور بے انداز ناول ہے۔ زبان کسیقدر ہندی آمیز ہے۔ ۱۷۶ صفحے قیمت رعایتی عہ

گنڈوں کا گروہ۔ بابو پنچکوڑی دے کے بنگلہ ناول ہنیا رہسیہ کا ترجمہ۔ جن دنوں یہ واردات شہر کلکتہ میں ہوئی تو ان دنوں بڑی گڑبڑ مچی تھی۔ اس میں لال مہادیو کے پوجنے والے پنجابی گنڈوں کی عجیب و غریب کارروائی درج ہے۔ مجرم اس طرح چکمے دے کر پولیس کو تنگ کرتا ہے کہ بڑے بڑے بہادر پولیس والے چکر کھا جاتے ہیں لیکن جاسوس نے بھی عجیب و غریب طریقے سے خونی کو گرفتار کیا ہے۔ یہ ناول جب تک ختم نہ ہو جائے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خونی کون ہے۔ ناول کی زبان کسی قدر ہندی آمیز ہے۔ رعائتی قیمت عہ

بادشاہ سلامت۔ گئی بوتھبی کے مشہور ناول "لانگ لیو دی کنگ" کا اردو ترجمہ از سید وجاہت حسین صاحب نقوی جائسی۔ یہ ایک نہائت دلچسپ اور حیرت انگیز ناول ہے۔ ۲۹۲ صفحے قیمت عہ

جاسوسی جنگ انگریزی کے ایک دلچسپ جاسوسی ناول کا ترجمہ جس میں ولائت کے مشہور سراغرساں مسٹر سیکسٹن بلیک کا ایک نہائت ہی عجیب کارنامہ دکھایا گیا ہے۔ فوٹو کی تصاویر ۱۱۲ صفحے۔ قیمت ۱۲

رازعشق۔ انگریزی کے ایک نہائت دلچسپ اور پراسرار جاسوسی ناول کا ترجمہ جس میں لندن

سے ایک کروڑپتی مہاجن کی پر اسرار ہلاکت اور اسکی پیدا کردہ پیچیدگیوں کا ذکر نہائت پر لطف پیرایہ میں کیا گیا ہے ۱۷۶ صفحے قیمت عمر

طلسمی انگوٹھی۔ انگریزی کے ایک زبردست اور نہائت پر اسرار ناول کا ترجمہ منشی موہن لال صاحب فہم لکھنوی کے قلم سے۔ ایک لیڈی کی حسرت خیز داستان مصنوعی شوہر کے ہاتھوں بے حرمتی جعلسازی اور دھوکا دہی کا انجام عجیب ناول ہے۔ ۱۶۰ صفحے۔ قیمت رعائتی ۸؍

تین بلوری آنکھیں۔ ولیم لکیو کے ناول "تھری گلاس آئیز" کا اردو ترجمہ از قاضی حمت صاحب بی۔اے۔ جن لوگوں نے مصنف ہذا کا ناول منزل مقصود دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس کے ناول کتنے پر اسرار اور چکر دار ہوتے ہیں۔ تین بلوری آنکھوں کا راز پڑھنے والے کو بے اختیار بے چین کر دیتا ہے۔ ۱۰۰ صفحے۔ قیمت رعائتی ۱۰؍

تشنۂ خون۔ سر آرتھر کانن ڈائل کے نامی ناول "اے سٹڈی ان سکارلٹ" کا اردو ترجمہ لالہ امرناتھ صاحب محسن کے قلم سے۔ فن سراغرسانی میں ایک نہائت عجیب و غریب اور پر لطف ناول ہے جس میں ولائت کے نامی سراغرساں شرلاک ہالمز کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں ۲۴۴ صفحے قیمت ۱۴؍

ایکس۔ وائی۔ زیڈ۔ سراغرسانی کے ایک نہائت عجیب اور دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ از مرزا عابد حسین صاحب جس میں امریکہ کے نامی گروہ کے حیرت خیز کارناموں کا تذکرہ ہے ۸۴ صفحے قیمت ۸؍

حکایات شرلاک ہومز۔ سر آرتھر کانن ڈائل کے انگریزی ناول "ایڈونچرز آف شرلاک ہالمز" کا ترجمہ پروفیسر فیروز الدین صاحب مراد ایم۔اے۔ بی ایس سی کے قلم سے شرلاک ہالمز کے جاسوسی کارناموں کا مجموعہ ہے۔ ۳۱۲ صفحے قیمت ۱۲؍

چندر ہار۔ انگریزی کے ایک حیرت انگیز جاسوسی ناول کا ترجمہ جو پڑھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے نامی سراغرساں بلیک کے کارنامے ۱۳۲ صفحے سرورق پر رنگین تصویر قیمت عہ

الماس۔ لوئیس ٹریسی کے زبردست جاسوسی ناول کنگ آف ڈائمنڈز کا اردو ترجمہ منشی محمد غلام حسن فنا دری کے قلم سے۔ بڑا ہی دلچسپ اور پر اسرار ناول ہے جس کے مطالعہ سے بے حد لطف حاصل ہوتا ہے۔ ۲۶۴ صفحے باتصویر قیمت عہ

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

مشہور تھیٹریکل کمپنیوں کے کھیلے ہوئے مقبول اصلی صحیح اور مکمل ناٹک

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
بلوامنگل سورداس	۱۲؍	گورکھ دھندا	۸؍	زنجیر گوہر	۵؍	زہری سانپ	۵؍
شریف بدمعاش	۱۲؍	گلرو زرینہ	۵؍	سنگین بکاولی	۵؍	فریب شیطان	۵؍
چندراولی	۵؍	خون کا خون	۵؍	شہید ناز	۵؍	جام جہاں نما	۵؍
معشوقہ مصر عرف کالی ناگن	۸؍	خون ناحق عرف ہیملٹ	۵؍	علاؤالدین چراغ	۵؍	ظالم چنگیز عرف اسیر حرص	۵؍
سفید خون	۵؍	مالن کی بیٹی	۵؍	قتل نظیر	۵؍	خونی بلا عرف سنہری ناگن	۸؍
زندہ درگور	۴؍	فتح حق عرف حریص سلطان	۱۲؍	نیک پروین عرف سلور کنگ	۶؍	دست ابلیس عرف انسانی [illegible]	۱۲؍
پھول پھلیاں	۵؍	اندرسبھا	۴؍	صید ہوس	۵؍	یہودی کی لڑکی	۵؍
خدادوست	۴؍	ست ناراین	۵؍	فیروز گلنار	۵؍	سیر پرستان	۴؍
چترا بکاولی	۵؍	مہابھارت	۵؍	پورن بھگت	۵؍	ویر بالا	۸؍
خوبصورت بلا	۵؍	خود پرست	۵؍	علی بابا چالیس چور	۵؍	لیل و نہار	۵؍
نور کی پتلی	۵؍	میٹھا زہر	۵؍	ظلم وحشی	۴؍	امداد غفار	۴؍
داؤپیچ	۵؍	دلفروش	۵؍	شیریں فرہاد	۵؍	خواب ہستی	۵؍
دان ویر کرن	۱۲؍	ستیہ وان ساوتری	۱۰؍	حقیقت پرائے	۵؍	شان اسلام عرف ترکی تلوار	۸؍
پنجاب میل	۱۲؍	عاشق زار عرف جان نثار	۱۲؍	قدرت کا انصاف	۱۲؍	زندہ درگور عرف	
ڈکلوزی عرف باوفا قاتل	ع؍	ویش بندھو عرف اکسیر	۱۲؍	فخر عرب	۱۲؍	زہر کی انگوٹھی	۱۲؍
نور عرب	۱۲؍	کرشن بال لیلا عرف		مہاراجہ بکرماجیت	۱۲؍	شاہی فرمان	ع؍
کلام رحمت	۱۲؍	کنس بدھ	۱۲؍	جلاد عاشق	ع؍	درد جگر	۱۲؍
محبت کا پھول	ع؍	اتفاق عرف قومی لیڈر	ع؍	تصویر اسلام عرف		مظلوم ثریا عرف	
اسلامی جھنڈا	۱۲؍	مسلم پجاری	۱۰؍	شمشیر انتقام	۸؍	اسلامی ہیرا	۱۲؍
امرسنگھ راٹھور عرف		عالمگیر غازی	۱۲؍	لیڈی لاجونتی	۸؍	فاتح بنگال	۶؍
شاہ جہان	ع؍	ہنرمیتی منجری	۸؍	غریب ہندوستان	ع؍	راجہ بھرتری	۵؍
رام لیلا	۶؍	بھگت سدامس	۴؍	گنہگار باپ	۱۲؍	نوجوان [illegible]	۱۲؍

جگمگتی بجلی عرف خونی شیرنی	۵ر	دیش بھگت	۱۲ر	جنگ جرمن	۸ر	باپ کا قاتل	۵ر
		انتقام روح عرف سنہری خنجر	۸ر	سکنیا ساوتری	عہر	نل دمنتی	۵ر
صنم کا پجاری عرف زردار زندگی	۱۰ر			دوزخی حور	۵ر	میراں بائی	۸ر
		شکنتلا	۶ر	گوپی چند	۵ر	دشمن ایمان	۵ر
لوگ شکتی عرف رسیلا جوگی	عہر	مہاستی انسویا	۶ر	سندر مینا وتی	۵ر	وطن پرست	۷ر
		خون جگر عرف شاہ جوانی	۸ر	سریشچندر	۴ر	پہلاد بھگت	۴ر
جفائے ستمگر	۵ر	قومی فرشتہ	۹ر	سچی قربانی عرف نور اسلام	۱۰ر	قومی تلوار	۱۲ر
فتنہ خانم	۴ر	مار آستین	۴ر	نقش سلیمانی	۴ر	حیرت افزا	۴ر
مہارانی پدمنی	۱۲ر	شاہی لکڑہارا	۸ر	دھرم ادھرم یدھ	۱۲ر	بھارت ادھار	۱۲ر
نیرنگ الفت	۴ر	فریب طرار	۴ر	دیوی موہنی	۸ر	راجہ سچی کرشن اوتار	۴ر
سسندیا عرف سندھو	۵ر	خونی ستارہ	۴ر	اکھاڑ پچھاڑ	۵ر	شہزادہ ممتاز	۵ر
بزم فیروز سلطان	۴ر	ریجین یونان عرف جوشش توحید	۱۲ر	جانباز وطن	عہر	بیداری	۱۲ر
تصویر رحمت	عہر			حب وطن	۱۲ر	نورجہاں	۱۲ر
چندر گپت	عہر	سلمان کی گائے	۶ر	بن دیوی	۱۰ر	گنگا ورتن	۱۰ر
کامیاب عاشق	۶ر	بھیدی جلاد	۸ر	پھولوں کی ہتھکڑی	۸ر	دھوپ چھاؤں	۶ر
مہرحبیا	۶ر	سیرپرستان	۶ر	فریبی عورت	۶ر	کنک تارا	۶ر
انتقام	۶ر	رکمنی منگل	۴ر	حور جنت	۱۲ر	حشر محشر	۸ر
دیو سنگرام	۱۲ر	نوین بھارت	عہر	بزم فانی	۴ر	دیش دیپک	۹ر

بمبئی پارسی ناٹک کمپنی کا نیا کھیل ایماندار عہر — نیو الفریڈ ناٹک کمپنی کا نیا کھیل چلتا پرزہ عہر

ناٹک ساگر

دنیا بھر کے مہذب ملکوں کے ناٹک کی تاریخ۔ اردو اور ہندی میں ناٹک کا ارتقا۔ موجودہ اردو ڈراماسٹوں اور مشہور ایکٹروں کے دلچسپ حالات زندگی اور ان کے کاموں پر تنقید۔ غرض بڑی جامع کتاب ہے۔ قیمت سے ر

لال برادرس ۷ ریاسنز روڈ نولکھا لاہور

خونی تلوار

رینالڈس کے بینظیر تاریخی ناول میکبیتھ آف گلنکو کا اردو ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ اب پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے۔ اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی سانحہ پر حاوی ہے جیسا ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں پیش آیا تھا ایسے ہولناک واقعہ پر رینالڈس کی تحریر۔ پوچھئے نہیں اس میں کیسی کچھ دلچسپیاں مرکوز ہیں۔ گلنکو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اتنا خوفناک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس افسانہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیے حب وطن اور قومی غیرت کی تصویر۔ آزادی کی حمایت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی مظالم کی نہ بھولنے والی داستان مکمل ۵۰۸ صفحہ قیمت للعہ روپیہ

باپ کا قاتل

رینالڈس کے بہترین ناول ہیری سانڈرسٹ کا ترجمہ

منشی شمیم الدین صاحب بھوری کے قلم سے

کیا یہ بتانے کی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا مظہر نہیں ہے

باپ اپنے چھوٹے بچہ کو زانو پر بٹھا کر پیار کرتا اور اس کے نرم چمکیلے اور گھومے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر دیتا ہے اور صرف یہ امید اس کے لئے باعث راحت ہوتی ہے کہ میں اپنے بچہ کیلئے وافر دولت کما سکوں۔ اسی فکر میں اس کی ساری زندگی بسر ہوتی ہے۔ الٰہی یہی بچہ جوان ہو کر باپ کو قتل کرے ابھی ننھے ننھے ہاتھ اتنے قوی ہو جائیں کہ اس پر محبت دل میں خنجر بھونک دیں جو ہر وقت اسی کیلئے فکر مند اور مضطرب رہتا تھا۔ مسئلہ کیا فطرت انسانی اس درجہ قابل نفرین ہو سکتی ہے نہایت نادر و اثر پرور دلچسپ نہایت درجہ سبق آموز مکمل ۲ جلدیں ۵۲۵ صفحے قیمت للعہ

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ انارکلی لاہور

ہمارے مطبوعات کی مختصر فہرست

وہ ناول جو ہم نے اب تک ماہوار سلسلہ میں شائع کئے ہیں

جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
فسانہ لندن (۱۰ حصے)	مسٹریز آف لنڈن (سلسلہ اول)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۳۴۸	۱۶
″ (۵ حصے)	″ (سلسلہ ثانی)	″	۲۶۴۱	۱۲
باپ کا قاتل (۲ حصے)	پیری سانڈ	منشی نجیم الدین صاحب لہوری	۵۲۵	۸
خونی تلوار	میکبر آف گلنکا	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۸۵۸	۸

مارس لیبلانک

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
انقلاب یورپ	۸۱۳	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۵۱۰	۸
شریف بدمعاش (۲ حصے)	کنفشنز آف آرسین لوپن	″	۱۷۰	۴
چلتا پرزہ	″ آخری حصہ	″	۵۶	۸/
خونی ہیرا (۲ حصے)	ایرسٹ آف آرسین لوپن	″	۱۶۱	۴

ایڈگر جیپسن اور مارس لیبلانک

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
نقلی نواب	آرسین لوپن	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۳۴	۴

ولیم لکیو

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
منزل مقصود	ہنٹڈ اپ	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۵۰	۴

الگزینڈر ڈوماس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
وطن پرست	ریجنٹس ڈاٹر	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۴۴۰	۶

رابرٹ ہچنز اور لارڈ فریڈرک ہملٹن

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
روحوں کا خراج	ٹریبوٹ آف سولز	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۶۴	۱۰

شاعر رابندرناتھ ٹیگور وغیرہ

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
افسانہ بنگال	...	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۱۲۵	۱۲
کانٹوں کا تاج	مکٹ	...	۳۵	۴

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور